الرحمٰن علم القرآن

بعہد عدالت مہد اعلیٰ حضرت سلطان العلوم میر عثمان علیخان بہادر شہریار دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

عرض الانوار

سنہ ۱۳۵۹ھ

المعروف بہ

تاریخ القرآن

مصنفہ

ابوالکمال قاضی عبدالصمد صارم فاضل دیوبند و مولوی فاضل و فاضل جامعہ ازہر مصر

مصنف

اربعین عظم و ضروری کہانیاں و سودیشی اردو و محمود اور فردوسی و الدر المکنون
فی تفسیر سورۃ الماعون و نگارستان اشعار و خلق عظیم حصہ دوم و زبان و قلم
و تاریخ الحدیث و تاریخ التفسیر و البشایر (عربی) وغیرہ (صارم)

الناشر

میر محمد کتب خانہ آرام باغ، کراچی

www.ahnafmedia.com

الرحمٰن علم القرآن

بعہد سلطنت اعلیٰ حضرت سلطان العلوم میر عثمان علیخان بہادر شہریار دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

عرض الانوار

سنہ ۱۳۵۹ھ

المعروف بہ

تاریخ القرآن

مصنفہ

ابو الکمال قاضی عبد الصمد صارم فاضل دیوبند و مولوی فاضل و فاضل جامعہ ازہر مصر

مصنف

اربعین اعظم و ضروری کہانیاں و سودیشی اردو و محمود اور فردوسی و الدر المکنون فی تفسیر سورۃ الماعون و نگارستان اشعار و خلق عظیم حصہ دوم و زبان و قلم و تاریخ الحدیث و تاریخ التفسیر و البشایر (عربی) وغیرہ صارم

الناشر

میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی

www.ahnafmedia.com

میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ کراچی

www.ahnafmedia.com

علماء کرام و مشاہیر ملک کی رائیں

حضرت علامہ عبداللہ العمادی مدظلہ، ناظر دینیات و رکن دارالتصنیف والتراجم دولت آصفیہ

مولانا قاضی عبدالصمد صارم اُن اکابر اُدبا میں سے ہیں جن کے رشحاتِ فیض سے تشنہ کامانِ ادب ہمیشہ سیراب و شاد کام ہوتے رہتے ہیں۔ ادب کے متعدد شعبے آپ کی تہذیب و تبویب کے زیر بار منت ہیں۔ اور تاریخ پر خصوصیت کے ساتھ آپ کے احسانات ہیں جن میں تاریخ القرآن کو سب سے بڑی اہمیت ہے جیدرآباد کی خوش بختی ہے کہ ایسے سرآمد فاضل کے فضل و کمال سے ہر سال محظوظ ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلۂ طیبہ کو ممتد رکھے اور مسلمانوں کو اس کے ساتھ علمی وابستگی کی توفیق بخشے۔ وباللہ التوفیق۔

جناب مولانا قاری حافظ پروفیسر سید محمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

علامہ قاضی عبدالصمد صارم نے تقریباً اکلدد جن مفید کتابیں تصنیف کی ہیں۔ میں بلاخوف تردید کہتا ہوں کہ ان کی تین کتابیں محمود اور فردوسی، تاریخ الحدیث، تاریخ التفسیر ان کے شاہکار ہیں۔ ان کتابوں کو نامور مصنفین و علما اور شہیر پروفیسروں نے پسند کیا ہے۔ اور غیر ممالک میں بھی پسند کی گئیں اور ترجمے کی گئیں۔ اب یہ تاریخ القرآن ہے یہ بھی اسی پایہ کی کتاب ہے۔ قرآن مجید کے متعلق ہر قسم کی معلومات اسمیں فراہم کی گئیں ہیں جو جانکاہ کوشش کا نتیجہ اور مصنف علام کی وسعت نظر و تبحر علمی کی شاہد عادل ہیں تواتر قرآن کے متعلق تمام مصنفین لکھتے چلے آئے ہیں۔ لیکن اس کتاب میں تواتر کو خوب ثابت کیا ہے۔ تواتر کتابت ایک نئی اور ضروری چیز ہے۔ اعراب اور نقاط قرآن مجید و شمار آیات و حروف و حرکات وغیرہ تجزیۂ قرآن اور اور مضامین ایسے ہیں جو اب تک اُردو کی کسی تاریخ میں نہیں آئے۔ ربط آیات و سور کو بھی مصنف نے خوب ثابت کیا ہے۔ خداوند ذوالجلال مصنف کی اس اہم اور ضروری دینی خدمت کو قبول فرمائے

جناب مولانا عبدالجبار صاحب حیدرآبادی مدرس مدرسۂ دینیات سلمہ اللہ تعالیٰ

موجودہ دور کے ذہنی انتشار اور روحانی بے چینی نے اقوام عالم کے اندر وحدت و مرکزیت اور انسانی محبت و احترام کے جذبات پیدا کر دئے ہیں اسلئے دنیا ایک ایسا ماحول تلاش کر رہی ہے جہاں اُنکی روحانی بے چینیوں کا علاج اور مادی پیچیدگیوں کا صحیح حل اور کشاکش باہمی کا رد عمل ہو۔ اور راحت و سکون کی جنت آباد ہو سکے ظاہر ہے کہ انسانوں کی یہ آرزو انسانوں کی رایوں اور تدبیروں، دنیوی قوانین و آئین سے پوری نہیں ہو سکتی۔ صرف خدا ہی کا قانون ہے جس کے روح پرور نغمات اور انسانیت نواز

تعلیمات سے مصائب و آلام کا یہ بادل چھٹ سکتا ہے۔ اس لئے کتاب عزیز کی جس قسم کی بھی خدمت کیجائے وہ وقت کے اہم مطالبہ کا جواب اور عہد حاضر کی ضرورت کی تکمیل ہے۔

مؤلف تاریخ القرآن ملت اسلامیہ کی طرف سے مبارکباد ہیں کہ انہوں نے موجودہ رجحانات کا صحیح اندازہ کیا اور ایک اہم ضرورت کی تکمیل فرمادی۔ میرے نزدیک مؤلف صاحب کی یہ تالیف اُن کی سابقہ مفید نفیس تالیفات سے نہایت اہم اور بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس تالیف کو قبول فرمائے۔

عالیجناب مولانا الحاج خواجہ فیض الدین صاحب ایڈوکیٹ حیدرآباد

فاضل مصنف نے اپنی مفید تصانیف میں ایک اور بیش قیمت اور قابل قدر تصنیف کا اضافہ فرمایا ہے۔ یہ کتاب تاریخ القرآن مفید معلومات سے پُر ہے۔ سابقہ ہر ایک تصنیف سے علامہ مصنف کے بحر علمی کا پتہ چلتا ہے مگر یہ کتاب ان سب سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ ایسے زمانہ میں جبکہ دہریت کا زور ہے۔ مسلمانان عالم کے لئے مخصوصاً اُردو خواں طبقہ طبقے کے لئے یہ کتاب ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ جو علوم اس کتاب میں ہیں وہ کسی دوسری کتاب میں یکجا موجود نہیں۔ مصنف علام نے علوم کے دریا کو کوزے میں بند کردیا ہے۔ کون شخص ہے جو کلام ربانی کی نسبت ایسے بیش بہا ذخیرہ سے مستغنی ہو۔ مجھے اُمید ہے کہ مسلمان اس سے بہرہ ور ہوں گے۔ خدا مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

جناب مولوی اشراق حسین صاحب بی اے۔ ایل ایل بی وکیل ہائیکورٹ

مولانا قاضی عبدالصمد صاحب صارم کی جدید تصنیف تاریخ القرآن اُردو کے خزانہ میں ایک گوہر نایاب کا اضافہ ہے۔ قرآن مجید کے متعلق ہر قسم کی معلومات اس کتاب میں موجود ہیں، کتاب کو ضرورت زمانہ کے موافق ضرورت شناس زمانہ شناس مصنف نے مرتب کیا ہے۔ یہ کتاب خاص و عام بالخصوص جدید تعلیمیافتہ طبقے کیلئے مفید ثابت ہوگی۔ میں اس مبارک تصنیف پر مصنف کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب مولوی محمد عثمان صاحب بی اے ایل ایل بی علیگ وکیل ہائیکورٹ سلمہ اللہ تعالیٰ

یہ کتاب تاریخ القرآن اہم ضروری اور مفید معلومات سے معمور ہے۔ اس زمانہ میں قرآن مجید کے متعلق ایسی تصنیف کی شدید ضرورت تھی فاضل مصنف نے ہر امر کو مستند دلائل سے ثابت کیا ہے تواتر قرآن و ربط آیات و سور کو خوب ثابت کیا ہے ہر مضمون کی بنا صحیح روایات و مسلم کتب پر ہے کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے انتہا جانفشانی سے مواد فراہم کیا ہے۔ رب العزۃ مصنف علام کو دارین میں اجر جزیل عطا فرمائے اور مسلمانوں کو ایسے فاضل مصنف اور ایسی لاجواب و مفید تصنیف کے قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

www.ahnafmedia.com

قطعات تاریخ

مقرب الخاقان استاذ السلطان جلیل القدر جناب حافظ جلیل حسن صاحب جلیل المخاطب نواب فصاحت جنگ بہادر سلمہٗ

جناب قاضی عبدالصمد نے　　شہیر و ذی کمال و ذی خرد نے　　لکھی تاریخ قرآں مبارک

بعون نصرتِ ربِّ تبارک　　بڑی اس کام میں کی جانفشانی　　تو آیا ہاتھ یہ گنج نہانی

الٰہی دے قبول عام اس کو　　پڑھیں قدسی بھی صبح و شام اسکو　　یہ وہ شے ہے جو تھی مستور اب تک

نہ تھی محفل میں شمع طور اب تک　　کلام اللہ جو معجز نما ہے　　اسی کا ایک یہ بھی معجزہ ہے

کہ شائع ہو گئی تاریخ ایسی،　　ضرورت خلق کو بے حد تھی جسکی　　نہ بھولے گا مصنف کا یہ احساں

ملا تشنہ لبوں کو آب حیواں　　جلیل اسیر ہے یہ تاریخ شاہد　　ہے تاریخ کلام پاک واحد

۵۹ ھ ۱۳

صاحب التصانیف الکثیرہ الحاج مولانا عبدالبصیر آزاد عتیقی سیوہاروی سلمہ اللہ تعالیٰ

کرد ترقیم چو این نسخۂ نقل　　صارم نکتہ سرا مرد سعید

ہاتفِ غیب ز بہر تاریخ　　گفت ۔ تاریخ کلام مجید

۵۹ ھ ۱۳

جناب مولوی فخرالدین صاحب علیگ سیوہاروی ڈپٹی مجسٹریٹ محکمہ انہار ضلع لکھنؤ

صارم فاضل ادیب باکمال　　چون رقم زد نسخۂ نایاب این

بہر تاریخش ندا آمد ز غیب　　جان علم و عین فضل و مہد دین

۵۹ ھ ۱۳

جناب ڈاکٹر قاضی عبدالقدیر صاحب عرف حشمت علی المتخلص دلگیر متوطن سہنسپور ضلع بجنور

یہ ہے خوب تاریخ قرآن کی　　جزا دے مصنف کو رب کریم

یہ ہے مصرعہ سال اسکا دلگیر　　بیان کتاب خدائے رحیم

۵۹ ھ ۱۳

www.ahnafmedia.com

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
حمد و التماس	۱	ترتیب نزولی سے سورتوں کی بے ربطی	۳۸	قرآن اور ہندوستان	۷۹
الباب الاول فی التاریخ	۳	موجودہ ترتیب میں ربط	۳۹	ایک غلطی کا اظہار	۸۰
شب تار	۴	آیات کی بے ربطی ترتیب نزولی سے	۳۹	ہندوستان کا دور حاضر	۸۱
طلوع سحر	۵	ترتیب رسولی	۳۹	البیان المستند فی اسانید	
منزل علیہ	۶	ترتیب آیات	۳۹	عبدالصمد	۸۲
قرآن قرن اول میں	۸	ترتیب سور	۴۱	قرآن اور دکن	۸۳
قرآن عہد رسالت میں	۸	ربط	۵۱	قرآن اور سلطان العلوم	۸۴
نزول قرآن	۸	قرآن عہد خلافت ثانی میں	۶۲	الباب الثانی فی المصاحف	۸۶
پہلی وحی	۱۰	قرآن عہد خلافت سوم میں	۶۳	مصاحف قرن اول	۸۶
آخری وحی	۱۵	اختلاف مصاحف	۶۸	مصاحف عہد رسالت	۸۷
کتابت قرآن	۱۵	مصحف ابن مسعود	۶۸	مصاحف عہد خلافت اولیٰ	۸۷
آغاز کتابت قرآن اور ختم	۲۰	مصحف زید و ابی و علی	۶۹	مصاحف عہد خلافت دوم	۸۹
کاتبین وحی	۲۰	جامع قرآن	۶۹	مصاحف عہد خلافت سوم	۹۰
قرآن کا خط	۲۰	قرآن عہد خلافت چہارم میں	۷۰	مصاحف عہد خلافت چہارم	۹۲
رسم خط قرآن	۲۰	قرآن اور خاندان رسالت	۷۰	مصاحف قرن اول عہد خلافت	
تعلیم قرآن	۲۱	قراء صحابہ رض	۷۲	راشدہ کے بعد	۹۳
حفظ قرآن	۲۵	قرآن خلافت راشدہ کے		مصاحف قرن دوم	۹۳
تلاوت قرآن	۲۷	بعد قرن اول میں	۷۳	مصاحف قرن سوم	۹۳
قرآن بوقت وصال رسول	۲۸	قرآن قرن ثانی میں	۷۵	مصاحف قرون ثلاثہ کے بعد	۹۴
قرآن عہد خلافت اول میں	۲۹	قرآن قرن ثالث میں	۷۶	الباب الثالث فی اللغات	۹۴
جمع قرآن	۳۳	قرآن عہد اختلافی میں	۷۶	اصطلاحات	۹۴
ترتیب قرآن	۳۶	قرآن قرون ثلاثہ کے بعد	۷۷	مکی و مدنی	۹۶

www.ahnafmedia.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
سبعۃ احرف	۹۷	احکام قرآن	۱۴۸	حضرت عامر بن فہیرہ رضؓ	۱۸۳
اسماء سُور	۹۸	تحریف قرآن	۱۵۳	حضرت خالد بن سعید رضؓ	۱۸۴
اسمائے اجزاء	۱۰۰	مکہ میں نزول قرآن کی حکمت	۱۵۵	حضرت معاذ بن جبل رضؓ	۱۸۴
شمار	۱۰۰	نسخ	۱۵۷	حضرت شرجیل بن حسنہ رضؓ	۱۸۴
تجزیہ قرآن	۱۰۳	تکرار مطالب وقصص	۱۶۰	حضرت ابوالدرداء رضؓ	۱۸۵
اعراب ونقاط	۱۰۶	نزول تدریجی	۱۶۱	حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ	۱۸۵
رموز واوقاف	۱۰۸	عہد جاہلیت	۱۶۳	حضرت ابی بن کعب رضؓ	۱۸۵
قرأت وتجوید	۱۰۹	اُمّی	۱۶۳	حضرت لبید رضؓ	۱۸۶
حفاظت قرآن	۱۱۱	عہد رسالت میں کتابت	۱۶۴	حضرت زید بن ثابت رضؓ	۱۸۶
علوم القرآن	۱۱۴	سامان کتابت	۱۶۵	حضرت عقبہ بن عامر رضؓ	۱۸۷
علوم التفسیر	۱۱۷	قیمہائے قرآن مجید	۱۶۶	حضرت امام حسین رضؓ	۱۸۷
تفاسیر قرآن	۱۱۷	کتاب اللہ اور کلام اللہ	۱۶۶	حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ	۱۸۸
تراجم قرآن	۱۱۹	وحی کے طریقے	۱۶۷	حضرت حفصہ رضؓ	۱۸۸
قرآن اور الفاظ دخیلہ	۱۲۷	اشاعت قرآن	۱۶۸	حضرت عائشہ رضؓ	۱۸۸
تواتر	۱۲۹	اعتراضات کی حقیقت	۱۶۹	حضرت ام سلمہ رضؓ	۱۸۸
خصوصیات قرآن	۱۳۲	حدیث	۱۷۰	تابعین وتبع تابعین	۱۸۹
معجزہ	۱۳۴	تحریرات عہد رسالت	۱۷۳	ابوالاسود	۱۸۹
معلومات	۱۳۷	الباب الرابع فی الرجال	۱۸۰	خلیفہ عبدالملک بن مروان	۱۹۰
فہرست تعداد آیات	۱۳۹	قرون ثلاثہ	۱۸۰	نصر بن عاصم	۱۹۰
حروف مقطعات	۱۴۴	رجال قرن اول	۱۸۱	سعید بن جبیر	۱۹۰
بعض مسائل	۱۴۴	حضرت ابوبکر صدیق رضؓ	۱۸۱	خلیفہ ولید بن عبدالملک	۱۹۰
اعمال قرآنی	۱۴۶	حضرت عمر فاروق رضؓ	۱۸۲	عکرمہ	۱۹۱
معوذتین کا بیان	۱۴۷	حضرت عثمان غنی رضؓ	۱۸۳	امام حسن بصری	۱۹۱
قنوت کا ذکر	۱۴۸	حضرت علی مرتضیٰ رضؓ	۱۸۳	امام باقر	۱۹۱

www.ahnafmedia.com

مضمون	صفحہ
رجال قرن ثانی	۱۹۴
رجال قرن ثالث	۱۹۵
رجال عہد اختلاق	۱۹۶
رجال قرون ثلاثہ کے بعد	۱۹۶
الباب الخامس فی شہادة الاقوام	۲۰۲
قرآن کے متعلق فضلاء یورپ کی رائیں	۲۰۲
قرآن کے متعلق یہودی فضلاء کی رائیں	۲۰۸
قرآن کے متعلق ہندو فضلا کی رائیں	۲۰۹
قرآن کے متعلق بدھ فضلا کی رائیں	۲۱۰
قرآن کے متعلق سکھ فضلا کی رائیں	۲۱۰
قرآن کے متعلق پارسی فضلا کی رائیں	۲۱۱
قرآن کے متعلق علماء مذہب عیسوی کی رائیں	۲۱۱
رسول کریم کے متعلق فضلاء یورپ کی رائیں	۲۱۲
رسول کریم کے متعلق ہندو فضلا کی رائیں	۲۱۴
رسول کریم کے متعلق بدھ فضلا کی رائیں	۲۲۴
رسول کریم کے متعلق سکھ فضلا کی رائیں	۲۲۵
اسلام کے متعلق فضلاء یورپ کی رائیں	۲۲۶
اسلام کے متعلق ہندو فضلا کی رائیں	۲۲۹
اسلام کے متعلق بدھ فضلا کی رائیں	۲۳۵
شریعت اسلام کے متعلق فضلائے یورپ کی رائیں	۲۳۶
شریعت اسلام کے متعلق ہندو فضلا کی رائیں	۲۳۶
خاتمہ و دعا	۲۳۶
اشتہار کتب مصنف	۲۳۷

میر محمد کتب خانہ

آرام باغ، کراچی

www.ahnafmedia.com

www.ahnafmedia.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین۔

التماس

دنیا میں یہ شرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ از اول تا آخر اس کے تمام علوم و حاملان علوم کی مسلسل تاریخ محفوظ ہے۔ چونکہ اُردو ہندوستان کی مقبول عام زبان ہے اور علماء کرام کی ہمتیں اسمیں اشاعت علوم دین کے متعلق مصروف ہیں۔ انہی بزرگوں کی تقلید میں خاکسار نے علم حدیث و علم تفسیر کی تاریخیں مرتب کیں جو بفضل خدا اسقدر مقبول ہوئیں کہ ممالک غیر میں بھی پسند کی گئیں اور اُن کا ترجمہ کیا گیا۔

اُردو میں تاریخ قرآن کے متعلق بہت تھوڑا ذخیرہ ہے۔ ضرورت تھی کہ ایک مکمل تاریخ مرتب کی جائے۔ اسی خیال سے میں نے اپنی حسب استعداد اس خدمت کو انجام دیا ہے ؎

نہ بہ نقش بستہ مشوشم نہ بہ حرف ساختہ سرخوشم
نفسے بیاد تو میزنم چہ عبارت و چہ معانیم

سامانِ طباعت کی گرانی کی وجہ سے میں اختصار بیجا پر مجبور ہوا ہوں ؎

بے زری کرد بمن آنچہ نکارد زر کرد

تاریخ قرآن کے متعلق اُردو میں جس قدر تصانیف میری نظر سے گذری ہیں اُن کی فہرست درج کرتا ہوں:

(۱) تاریخ القرآن مصنفہ مفتی عبداللطیف صاحب سابق صدر پروفیسر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن وحال صدر پروفیسر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ۔ (۲) تاریخ القرآن مصنفہ سید نذیر الحق صاحب

(۳) احسن البیان فی تاریخ القرآن مصنفہ مولوی اشفاق الرحمن صاحب کاندھلوی۔

(۴) جمع قرآن مصنفہ مسٹر محمد علی لاہوری ایم اے۔

(۵) جمع قرآن و حدیث مرتبہ انجمن اہلحدیث امرتسر۔

(۶) تاریخ القرآن مصنفہ پروفیسر محمد اسلم جیراجپوری۔

(۷) تاریخ المصاحف مصنفہ حکیم عبدالشکور صاحب۔

(۸) تاریخ القرآن مصنفہ مولانا عبدالبصیر آزاد عتیقی سیوہاروی

لیکن یہ تمام کتابیں رسالہ کہلانے کی مستحق ہیں اور تمام مضامین پر حاوی نہیں ہیں۔ دیگر جن السنہ کی کتابوں سے میں نے استفادہ کیا ہے جابجا اُن کے حوالے درج ہیں۔ تقریباً دو سال تک کتب خانہ خدیویہ مصر و کتب خانہ جامعہ ازہر میں بھی میں نے اس سلسلہ میں کتب بینی کی ہے۔

بعض جگہ میں نے اپنی مصنفہ کتب تاریخ الحدیث و تاریخ التفسیر کا حوالہ دیا ہے۔ وہاں صرف اس قدر مقصد ہے کہ یہ امر بایہ حوالہ کتب محولہ میں تفصیل سے ہے۔

یہ کتاب پانچ ابواب پر منقسم ہے۔ الباب الاول فی التاریخ۔ الباب الثانی فی المصاحف، الباب الثالث فی اثبات الباب الرابع فی الرجال الباب الخامس فی شہادات الاقوام۔

ہمارے ادارہ علمیہ سے بہت سی ضخیم و مقبول عام و خاص تصانیف شائع ہو چکی ہیں جن کی تعداد ساٹھ کے قریب ہے۔ زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے ؎

روز قیامت ہر کسے در دست گیرد نامۂ

من نیز حاضر میشوم تاریخ قرآں در بغل

خداوند ذوالجلال بطفیل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری اس خدمت کو قبول فرمائے اور مجھ کو علم دین کی صحیح خدمت کرنے کی اور زیادہ توفیق عطا فرمائے۔ اور میرے بھائیوں کو اس سے فائدہ پہونچائے۔ اور اعلیٰ حضرت سلطان العلوم نظام الدولہ نظام الملک مظفر الملک و الممالک فتح جنگ آصفجاہ سابع میر عثمان علیخان بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہٗ شہنشاہ دکن کے عمر و اقبال، صحت و اولاد و آل، ملک و مال جاہ و اقبال اور اعمال صالحہ میں برکت عظیم بخشے۔ آمین یا رب العالمین۔

حقیر فقیر

حسن مصطفیٰ عرف عبدالصمد صارم

رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ

حیدرآباد دکن

الباب الاوّل فی التاریخ

شب تار

تاریخ عالم کھلے منہ گواہی دے رہی ہے کہ چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی میں اُفقِ عالم پر کفر و شرک، جہل و ضلالت کی گھنگھور گھٹائیں چھا رہی تھیں۔ سطح ارض پر گھپ اندھیرا تھا۔ ربع مسکون کو تاریکی اور ظلمت نے ڈھانپ رکھا تھا۔ ظلم و طغیان، کفر و عصیان کی بجلیاں کوند رہی تھیں۔ زمین پر بسنے والے خاکی پُتلے، آسمان والے خدائے واحد کو بھول گئے تھے۔ اور ایسے ڈھیٹ اور منذر ہو گئے تھے کہ من مانی چال چلتے تھے، انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کو مسخ کر دیا تھا، مصلحین کی اصلاحات پر قلم پھیر دیا تھا۔ خدا پرستی، نفس کشی، علم و فن، امن و امان، شرم و حیا، رحم و کرم، عدل و انصاف، تہذیب و اخلاق، اُلفت و دیانت کا کہیں پتہ نشان نہ تھا۔ جہالت و خیانت، جور و ظلم بے شرمی اور بے حیائی، مار دھاڑ، لوٹ کھسوٹ کی گرم بازاری تھی۔ مردم خوری، مردہ خوری، انسانی قربانی، دختر کشی، لواطت، زنا، کفر و شرک، ستی اور خودکشی، قمار بازی، شراب خوری، قتل و غارت یہ تمام رذائل انسان کی طبیعت ثانیہ ہو گئے تھے۔

غلاموں کو جانوروں سے بدتر سمجھتے تھے، حیوانات کو اذیت دے کر مارتے تھے۔ ننگے پھرنا، برہنہ عبادت کرنا، عمر بھر پانی کا استعمال نہ کرنا مقدسین کا خاص طریقہ تھا۔ ایک ایک مرد سو سو بیویاں رکھتا تھا۔ ایک ایک عورت کے کئی کئی شوہر ہوتے تھے، عورت کا باپ یا شوہر کے ترکے میں کوئی حق نہ تھا۔ نابالغ، اپاہج اولاد باپ کے ترکہ میں حصّہ نہ پاتی تھی۔ بتوں کے آگے خودکشی کرنا موجب نجات سمجھا جاتا تھا۔ دختر کشی اور انسانی قربانی کا رواج تھا۔ بعض ممالک میں نقد نذر۔ زمین وقف عام تھے۔ بعض مذہبی فرقے مُردوں کا گوشت انسان کا بول و براز کھاتے تھے۔ بُت، درخت، پتھر، حیوانات، دریا، چاند سورج، ستارے اور عورت و مرد کی پیشاب گاہیں مسجود تھیں۔ اسیران جنگ زندہ جلائے جاتے تھے۔ لہو و لعب پر خونریزیاں ہوتی تھیں، قمار بازی مقدس شغل اور مقدسین کا شعار تھا۔ شراب بھنگ وغیرہ گویا لوگوں کی گھٹی میں پڑی تھیں۔ مصلحین اور مشاہیر عالم کے متعلق ناگفتہ بہ واقعات مشہور تھے۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا راج و رواج تھا۔ خدا اور توحید کے نام سے کوئی آشنا نہ تھا۔ نئے نئے گناہ ایجاد ہو گئے تھے۔ میں زیادہ تفصیل کرنی نہیں چاہتا۔ تاریخ عالم اِن واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ یہاں چند محققین کی رائیں نقل کرنا کافی سمجھتا ہوں۔

(۱) چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں یورپ میں تاریکی اور جہالت کی حکمرانی تھی۔ ہر سمت جدال و قتال

بے چینی اور بدامنی کے شرارے بلند تھے۔ وژن نام ایک بُت کی پرستش ہوتی تھی۔ جو نائب خدا سمجھا جاتا تھا۔ فارس میں زر۔ زن۔ زمین کے جھگڑے برپا تھے۔ آگ پوجی جارہی تھی۔ ہندوستان میں پتھر سورج، گائے وغیرہ کی پرستش ہوتی تھی۔ یہ عقیدہ تھا کہ خدا ان میں سمایا ہوا ہے۔ چین میں بادشاہ خدا سمجھا جاتا تھا۔ مصر میں یہودیت اور نصرانیت کے جھگڑے تھے۔ (ہسٹری آف دی ورلڈ)

(۲) ۵۷۰ء اپنی آخری سانسوں کے ساتھ دنیا کی جہالت پر خون رو رہی تھی۔ یہودیت بدنما اور مگراہ ہو چکی تھی۔ زبور اور توریت کی تعلیم فنا ہو چکی تھی۔ عیسائیت نے دنیائے نفسانیت کی مُردنی اختیار کر رکھی تھی اور ایک مجہول صورت میں بدلتی تھی۔ (ڈی۔ ایم۔ کے۔ آڈنبرا)

(۳) حضرت مسیح کے بعد دنیا کی اخلاقی حالت تباہ ہو گئی تھی۔ ہر طرف جہالت کی گھٹائیں چھا رہی تھیں ہر سمت بدامنی کے شرارے بلند تھے۔ پتھروں کو قابل پرستش سمجھا جاتا تھا۔ اور فحش باتوں سے بالکل پرہیز نہیں کیا جاتا تھا۔ (جان ڈیون پورٹ)

(۴) انگلستان میں برٹن اور سیکس قومیں آباد تھیں، ڈولینڈ، کوہ بیٹر، سوئزک وغیرہ میں وڈن بت کی پرستش تھی۔ ہنگری چھٹی صدی میں وحشی وناشائستہ قوم کے قبضہ میں تھا۔ فرانس نے سیکس قوم سے دریائے الپ کے کنارے جدال وقتال کا ہنگامہ بپا رکھا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چار ہزار سیکس قیدی وحشیانہ طور پر قتل کئے گئے۔ اس کے علاوہ ناگفتہ بہ بیہودگیاں فرانس برن ہینڈ وغیرہ میں رائج تھیں (سول اینڈ ملٹری گزٹ ۲۱ اکتوبر ۱۹۰۸ء)

(۵) حضرت محمد منجملہ اُن بزرگ اشخاص کے ہیں جنہوں نے قانون قدرت کی مطابق جہالت اور تاریکی کے زمانہ میں پیدا ہو کر دنیا میں صداقت اور روشنی کو پھیلایا۔ (شروہے پرکاش دیوجی)

(۶) حضرت محمد نے جس وقت خدا تعالیٰ کی یہ آواز بلند کی اُس وقت ہندوستان، ایران، عرب عجم میں ہر جگہ بُت پرستی کا دور دورہ تھا بلکہ خدا کی ہستی سے لوگ انکار کرتے تھے۔ مگر خدا تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کو فرمایا کہ ثابت کر دو کہ خدا تعالیٰ واقعی ہے۔ (مضمون رائے بہادر پنڈت مکھن لال بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ وصدر آریہ سماج اجمیر از رسالہ پیشوا دہلی ۱۳۵۶ ہجری)

(۷) مسز اینی بسنٹ :۔ آپ ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے جسے مشکلات کے مرقع سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اور آپ کے اسباب گرد وپیش کو سراپا صعوبت کہہ سکتے ہیں۔ (قاسم العلوم ربیع الاول ۱۳۵۲ھ)

(۸) گیتا میں جیسا کہا گیا ہے کہ جب خرابیاں حد سے متجاوز ہو جاتی ہیں تو اُن کے دور کرنے کے لئے سدھارکون کا جنم ہوا کرتا ہے۔ اسی اصول کے ماتحت حضرت محمد کا جنم عرب میں ہوا۔ (مہاتما نارائن سوامی پریزیڈنٹ

انٹرنیشنل آئین لیگ دہلی۔ بحوالہ مذکور)

(۹) ڈاکٹر شار مستشرق لکھتے ہیں۔ قرون وسطیٰ میں جبکہ تمام یورپ میں جہل کی موجیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں۔ عربستان کے ایک شہر سے نیرّ تاباں کا ظہور ہوا۔ جس نے اپنی ضیا باریوں سے علم و ہدایت کے دریا بہادئے۔ اسی کا طفیل ہے کہ یورپ کو عربوں کے توسط سے یونانیوں کے علوم اور فلسفے نصیب ہوئے (صوت الحجاز ذی قعدہ ۱۳۵۳ ہجری)۔

(۱۰) بعض فقرات سوامی لکشمن رائے رہڑی ضلع حصار کے مضمون سے جو اخبار زمیندار لاہور میں چھپا ہے اور جس کو اخبار صحیفہ حیدر آباد دکن نومبر ۱۹۳۲ء نے نقل کیا ہے، نقل کئے جاتے ہیں۔ پورا مضمون کسی دوسری جگہ درج کیا جائے گا۔ وھو ھذا۔

"چھٹی صدی عیسوی میں دنیا پر قومی امتیازات اور نسلی تفوق کی حکومت تھی حالت ایسی مدہنگ تھی کہ بیان کرتے ہوئے قلم بھی روتا ہے۔ ایسے وقت میں ضرورت تھی کہ ایک ہادی مبعوث ہو جو انبیاء سابقین کی تعلیمات کو زندہ کرے۔ مقدسین کے دامنوں سے بدنما دھبے چھڑائے۔ دنیا کو ظاہری و باطنی ترقی کی راہ جتائے، کفر و شرک، عصیان و طغیان کو مٹائے، توحید، تہذیب، سعادت و صداقت کا علم بلند کرے۔

طلوع سحر

اشرف المخلوقات کی ابتر حالت دیکھ کر غیرتِ حق کو حرکت ہوئی، دریائے رحمت جوش زن ہوا، خداوند ذوالجلال نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ کو وہ نسخۂ کیمیا عطا فرمایا جس نے مسِ خاک کو کندن بنا دیا جو قیامت تک کے لئے عالم کی تمام ظاہری و باطنی ضروریات کا کفیل ہے۔ آپکی ضیا باریوں سے عالم بقعۂ نور ہوگیا۔ خدائے واحد کے ذکر سے زمین و آسمان، دشت و جبل بحر و بر گونج اُٹھے۔ علم و تہذیب، انصاف و دیانت کا سمندر موجزن ہوگیا۔

لقد من اللّٰه علی المؤمنین اذ بعث فیهم رسولاً من انفسهم یتلو علیهم اٰیٰته ویزکیهم ویعلمهم الکتٰب والحکمة (خدا تعالیٰ نے ایمان والوں پر بڑا احسان کیا کہ انہیں ایک رسول بھیجا جو اُن پر خدا کی آیتیں پڑھتا اور ان کو علم اور دانائی کی باتیں سکھاتا ہے)۔

اور حضور پر اپنا کلام ہدایت نظام فرقان حمید قرآن مجید نازل فرمایا۔ چونکہ آپ اصلاح عالم کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور آخری مصلح تھے اس لئے آپ کے متعلق پیشین گوئیاں دُنیا کے تمام قابل لحاظ مذاہب کی کتابوں میں ہیں۔ جن کو راقم سطور نے اپنے عربی رسالہ البشاٰیر مطبوعہ مصر میں جمع کیا ہے۔ اس رسالہ کا اُردو ترجمہ مع اضافہ از نام "بنی المبشر" میں عنقریب شائع کرنے والا ہوں مجھے ایک عالم سے معلوم ہوا ہے کہ دار السلام

www.ahnafmedia.com

عمر آباد (مدراس) کے ایک عالم نے حسب الحکم علامہ طنطاوی جوہری مصری مرحوم اس کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے

مُنَزَّل علیہ

کتاب کی توقیر و عظمت قایم کرنے میں صاحب کتاب کی ہستی اور اُس کے محاسن کو بھی بڑا دخل ہوتا ہے اس لئے مناسب ہے کہ قرآن جس مقدس ذات پر نازل ہوا ہے اُس کے کچھ حالات تحریر کر دیئے جائیں۔

آپ کے حالات زندگی یوم ولادت سے وفات تک ہزاروں جلدوں میں محفوظ ہیں اور موافق و مخالف ہر قسم کے مصنفین نے آپ کے متعلق ضخیم جلدیں مرتب کی ہیں۔ ہر ملک، ہر قوم، ہر زمانہ اور ہر زبان میں آپکے متعلق کافی تصانیف ہو چکی ہیں اور برابر ہو رہی ہیں۔

ڈاکٹر مارگولیس کا قول ہے کہ "محمد کے سوانح نگاروں کا ایک وسیع سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا غیر ممکن ہے لیکن اسیں جگہ پانا قابل فخر چیز ہے" ضخیم جلدوں میں بھی آپ کے حالات محصور نہیں ہو سکے تو اس مختصر کی کیا ہستی ہے۔ اگر آپ کے مقدس حالات کے متعلق کسی ایک امر کو بھی لکھا جائے تو ایک رسالہ طیار ہو جائے

دامانِ نگہ تنگ وگلِ حسن تو بسیار
گلچینِ بہارِ تو ز دامان گلہ دارد

چونکہ اس موقعہ پر آپ کے متعلق کچھ لکھنا ضرور ہے اس لئے نہایت مختصر اور سادہ طور پر لکھا جاتا ہے

آپ مکہ میں صبح کے وقت دو شنبہ کے دن ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کو عام الفیل کے پہلے برس یعنی ابرہہ کی چڑھائی سے پچپن دن بعد ۴۰ جلوس نوشیرواں مطابق ۵۷۱ء پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ حسب و نسب حضرت آدم تک کتابوں میں محفوظ ہے۔

آپ کی ولادت سے قبل آپکے والد ماجد انتقال فرما گئے تھے۔ جب آپ چھ برس کے ہوئے تو والدہ ماجدہ کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ جب آٹھ برس کے ہوئے تو آپ کے دادا عبد المطلب وفات پا گئے جب عبد المطلب کا جنازہ اٹھا تو آپ ساتھ ساتھ تھے آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہوئے تھے۔ دادا نے مرتے وقت آپ کا ہاتھ آپ کے چچا ابو طالب کے ہاتھ میں دیدیا تھا۔ ابو طالب غریب مفلس کثیر العیال آدمی تھے۔

اول تو اُس زمانہ میں، اُس سرزمین میں کوئی تعلیم گاہ، کوئی دار التربیت تھا ہی نہیں، اور اگر اس قسم کا کوئی ادارہ ہوتا بھی تو اُس کا اہتمام کرنے والے پہلے ہی رخصت ہو گئے تھے، نادار کنبہ دار ابو طالب کیا کرتے، آپ نے چچا کی غربت پر نظر کر کے مفت روٹیاں کھانی گوارا نہ کیں اور اُنکی بکریاں چرانے لگے،

اس لئے آپ تعلیم ظاہری سے محروم رہے، آپ کے اُمّی ہونے کو علاوہ مورخین و علماء اسلام کے محققین یورپ ڈیون پورٹ، باسورا سمتھ، کارلائل، گبن وغیرہ نے بھی بیان کیا ہے۔

رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) بچپن میں بھی کبھی بیہودہ اشغال اور لہو ولعب میں مشغول نہیں ہوئے نہ کبھی کسی سے لڑے، نہ کبھی کلمات ناشائستہ آپ کی زبان پر آئے، نہ کبھی کوئی امر خلاف اخلاق حسنہ آپ سے ظہور پزیر ہوا۔ نہ آپ نے کبھی کسی بُت وغیرہ کی پرستش کی۔ جب آپ جوان ہو گئے تو اپنے حُسن اخلاق اور دیانت سے ایسے مشہور ہوئے کہ لوگوں نے آپ کو امین خطاب دیا۔ چالیس برس کی عمر کے بعد آپ مبعوث برسالت ہوئے اور آپ نے تبلیغ حق شروع کی۔ قوم نے گالی گلوچ، اینٹ پتھر سے آپ کا استقبال کیا، اور وہ وہ مصائب و آلام پہونچائے کہ جن کے سننے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں آپ نے تمام تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا، بدلہ لینا تو ایک طرف کسی کو زبان سے بھی کچھ نہیں کہا،

می ریختند در رہ تو خار باہمہ
چون گل شگفتہ بود رُخِ جانفزائے تو

آخر آپ ترکِ وطن پر مجبور ہوئے۔ مدینہ میں قیام کیا۔ سفاک اہل وطن نے حملے شروع کر دیے، خون کی ندیاں بہائیں۔ جب مغلوب ہو کر حضور کے سامنے آئے تو آپ نے سب کو معاف کر دیا۔ آپ ۲۳ برس تک اصلاحِ خلق میں مشغول رہے۔ وہ جزیرہ عرب جو مرکز جہالت و معاصی تھا، مخزن علم وحسنات ہو گیا آپ کی حیات میں اسلام قریب قریب تمام ممالک و اقوام میں پہونچ چکا تھا۔ حضور نے اپنے اخلاق حسنہ اور موافق عقل و فطرت اور مفید خلائق تعلیم کا دنیا میں سکہ جما دیا۔ اور وہ اصلاحات نافذ کیں کہ چشم عالم نے خواب میں بھی نہ دیکھی تھیں۔ ۱۲۔ ربیع الاول سنہ ۱۱ ہجری مطابق سنہ ۲۳ نبوی مطابق جون سنہ ۶۳۲ء کو آپ نے وفات پائی۔ آپ کی مفید تعلیم کا انصاف پسند، صاحبانِ عقل سلیم، علماء مذاہب غیر نے بھی اعتراف کیا ہے۔ غرض قرآن ایسی محترم ہستی پر نازل ہوا جس کے وجود باجود اور جس کی پاک زندگی میں کسی کو شک وشبہ نہیں۔ آپ کے سوانح حیات اور آپ کی تعلیمات کے متعلق فضلائے اقوام غیر نے کثرت سے اظہار رائے کیا ہے۔ اور کسی سے سوائے تعریف کرنے کے کچھ نہ بن پڑا۔ ہم نے آپ کے متعلق محققین کی رائیں اس کتاب کے آخر باب میں جمع کیں ہیں۔

www.ahnafmedia.com

قرآن قرنِ اوّل میں

قرآن عہدِ رسالت میں

نزولِ قرآن

وحیِ متلو کے ذریعہ سے جو خدا کا کلام رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچا اُس کو قرآن کہتے ہیں۔
خداوند ذوالجلال نے قرآن مجید کو پچپن مختلف ناموں ذکر، کتاب، صحف، قرآن، فرقان وغیرہ وغیرہ سے ملقب فرمایا ہے۔ ربُّ العزۃ نے قرآن مجید کو ماہ رمضان المبارک کی لیلۃ القدر میں لوحِ محفوظ سے (لوحِ محفوظ کوئی تختی یا کتاب نہیں بلکہ وہ ایک مرتبہ تعین علمی کا ہے جس میں تمام معلومات باری تعالیٰ ثبت ہیں) بیت العزت سماء دنیا پر کُل اُتارا۔ (آسمان دنیا پر نازل کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ لکھکر بھیجدیا بلکہ علمِ غیب کا یہ اسفل مرتبہ ہے جو عالمِ شہود سے بہت قریب ہے)۔ اِسی نزول کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔
اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ (ہم نے قرآن کو شب قدر میں اُتارا) اور ارشاد ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ (وہ رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن اُتارا گیا)۔
ان آیات میں انزال کا ذکر ہے۔ تنزیل کا بیان نہیں۔ انزال و تنزیل میں فرق ہے۔ انزال ایکدم اُتارنے کو کہتے ہیں اور تنزیل بتدریج اُتارنے کو۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال انزل اللہ القراٰن الی السماء الدنیا فی لیلۃ القدر فکان اللہ اذا اراد ان یوحی منہ شیئا اوحاہ۔
(یعنی خداوند کریم نے شب قدر میں قرآن کو آسمانِ دنیا پر اُتارا۔ وہاں سے تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ مستدرک حاکم جلد ثانی)۔ شب قدر رمضان کی آخری طاق راتوں میں ہوتی ہے۔ بعض بزرگوں نے شب قدر کو ستائیسویں شب رمضان میں قرار دیا ہے۔
حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام پر صحائف کا نزول رمضان ہی میں ہوا ہے۔ قرآن کا نزول ۲۴ کے بعد کسی طاق رات میں ہوا۔ فی الحدیث انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سُئل کم انزل اللہ تعالیٰ من کتاب قال مائۃ واربع کتب منہا علی ادم علیہ السلام عشر صحف وعلی شیث علیہ السلام خمسین صحف وعلی ادریس علیہ السلام ثلاثین صحیفۃ وعلی ابراھیم علیہ السلام عشر صحف فی ست لیال مضین من رمضان والتوراۃ علی موسیٰ علیہ السلام فی ست لیال مضین من شہر رمضان والزبور علی داؤد علیہ السلام

فی ثمان عشر لیلۃ مضت من شہر رمضان والانجیل علی عیسیٰ علیہ السلام فی ثلثۃ عشر لیلۃ مضت من شہر رمضان والفرقان علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم فی ست لیال بقین من شہر رمضان (یعنی خدا نے ایک سو چار کتابیں نبیوں پر نازل کیں۔ دس آدم کو پچاس شیث پر، تیس ادریس پر، دس ابراہیم پر جب رمضان کی چھ راتیں گذر گئیں اور توریت موسیٰ پر رمضان کی چھ راتیں گذرنے کے بعد اور زبور داؤد پر رمضان کی اٹھارہ راتیں گذرنے کے بعد۔ اور انجیل عیسیٰ پر رمضان کی تیرہ راتیں گذرنے پر، اور قرآن محمد پر جب چھ راتیں رمضان کی گذرنے میں رہیں (عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن۔ تفسیر سورۂ قدر)۔

ایسی ہی ایک اور حدیث ہے قال الحافظ فی شرح الصحیح قد اخرج احمد والبیہقی نے الشعب عن واثلۃ بن اسقع ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انزلت التوراۃ الخ۔ اسی مضمون کی ایک حدیث کنز العمال جلد اول میں ہے۔

یہ ایک عام بات ہے اور قدرتی بات ہے کہ جن امور کی طرف انسان کو بعد بلوغ خصوصیت سے رغبت ہوتی ہے۔ بچپن ہی سے اس کو ان چیزوں سے دلچسپی ہوتی ہے اور اسی قسم کے آثار اوسکی علامات وحرکات وسکنات سے ظاہر ہوتے ہیں۔ تمام سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ رسول کریم بچپن سے کبھی جاہلانہ مراسم و توہمات میں شریک نہیں ہوئے، کبھی بت وغیرہ کو سجدہ نہیں کیا۔ بلکہ اس قسم کے اعمال و افعال سے آپ کو نفرت تھی۔ جوں جوں سن شریف میں ترقی ہوتی گئی، آپ کو خیال آتا گیا کہ یہ خلاف عقل وانسانیت امور کبھی صحیح نہیں ہوسکتے۔ ضرور کوئی سیدھی راہ ہوگی جو عقل و فطرت کے مطابق اور انسانیت کی شان کو نمایاں کرنے والی ہوگی۔

ترقی سن کے ساتھ یہ خیال بھی ترقی کرتا جاتا اور مستحکم ہوتا جاتا تھا۔ اور وہاں سارا عرب ایک ہی رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ آپ کی طبیعت امور خیر کی طرف راغب تھی۔ سچ بولنا۔ امانت کا ادا کرنا۔ وعدے کا پورا کرنا، غریبوں اور اہل حاجت کی مدد کرنا، سب کے ساتھ محبت واخلاص سے پیش آنا وغیرہ وغیرہ آپ کے شعار تھے اہل وطن سفاک، شرابی، جواری وغیرہ وغیرہ تھے۔ اس لئے آپ سب سے علیحدہ ہو کر غار حرا میں (جو مکہ سے منا کی طرف دو میل کوہ حرا میں ہے) بیٹھا کرتے تھے، کئی کئی دن کا کھانا وغیرہ لیجاتے جب وہ ختم ہو جاتا گھر آکر اور لیجاتے۔ اس خلوت سے آپ کو تسکین ہوتی تھی۔ اور آپ کو اکثر سچے خواب نظر آتے تھے۔

جب آپ کی عمر قمری حساب سے چالیس سال سات ماہ (شمسی حساب سے ۳۹ سال تین ماہ سولہ دن) ہوئی تو آپ حسب معمول غار حرا میں معتکف و مراقب تھے کہ حضرت جبریل سامنے آئے اور کہا پڑھ اپنے

آپ نے فرمایا میں پڑھا نہیں۔ جبریل نے آپ کو سینے سے لگا کر زور سے بھینچا اور چھوڑ دیا اور کہا پڑھ، آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ اس طرح تین بار ہوا۔ آخر بار جبریل نے اس زور سے بھینچا کہ آپ بے حال ہو گئے اور جبریل نے آپ سے کہا استعاذہ کر پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا کر پڑھایا۔ اقرأ باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ وربك الاكرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم یعنی پڑھ اپنے رب کے نام سے جو سب کا پیدا کرنے والا ہے جس نے انسان کو جمے ہوئے لہو سے بنایا، تیرا رب کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے سکھایا انسان کو جو وہ نہ جانتا تھا۔

اخرجه الواحدی عن عكرمة والحسن انهما قالا اول ما نزل بسم الله الرحمن الرحيم واول سورة اقرأ (اتقان)۔ اخرجه ابن جرير وغيره عن ابن عباس انه قال اول ما نزل جبريل عليه السلام على النبی صلى الله عليه وسلم قال يا محمد استعذ ثم قل بسم الله الرحمن الرحيم كذا فی روح المعانی) یعنی جبریل نے کہا اے محمد استعاذہ کر اور بسم اللہ پڑھ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم مجکو جبریل سے اسی طرح پہونچی ہے (مفید القاری)

غرض آیات اقرأ پڑھا کر، وضو نماز سکھا کر اور کچھ راز و نیاز کی باتیں بتا کر جبریل غایب ہو گئے۔ حضور کی کپکپی چڑھ گئی۔ ہانپتے کانپتے گھر آئے، بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا مجھے کمبل اڑھا دو، اُنہوں نے کمبل اُڑھا دیا۔ جب ذرا جی ٹھیرا تو آپ نے بی بی صاحبہ کو سب ماجرا سنایا اور فرمایا مجھے اپنی جان کا خوف ہے، بی بی صاحبہ نے فرمایا کہ آپ خیر خیرات کرتے ہیں، بھوکوں کو کھلاتے ہیں، لوگوں کے کام سنوارتے ہیں، گرے پڑوں کی مدد کرتے ہیں، خدا آپ کو رسوا اور ضائع نکرے گا۔ اس طرح بی بی صاحبہ نے آپ کو بہت تسلی دلاسا دیا اور آپ کو کتب سابقہ کے مشہور عالم اور عابد و زاہد اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور سب داستان سُنائی۔ ورقہ نے کہا یہ وہی ناموس اکبر ہے جو موسیٰ پر نازل ہوا تھا۔ یہ اس اُمت کے نبی ہیں، قوم ان کو ستائے گی، دیس نکالا دے گی۔ اگر میں جیتا رہا تو ان کا ساتھ دوں گا۔ ورقہ کتب سابقہ کے عالم تھے، وہ حسب بشارات کتب سابقہ بعثت رسول کے منتظر تھے اور اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے اس قسم کے تذکرے کیا کرتے تھے۔ یہ بہت ضعیف اور نابینا تھے۔

مکہ میں اور بھی پیشگوئی وغیرہ کرنے والے تھے جو کسی عظیم الشان ہستی کے ظہور کی پیشین گوئی کرتے تھے، بی بی خدیجہ کے کان بھی ان باتوں سے آشنا تھے۔ اس قسم کی روایتیں خصائص کبریٰ وغیرہ کتابوں میں ہیں۔ چونکہ حضور نے بی بی صاحبہ سے واقعہ بیان کیا، نبوت کا ذکر آیا۔ اس لئے بی بی صاحبہ کو یہ خیال ہوا کہ

www.ahnafmedia.com

اس امر کو ورقہ پر ظاہر کر دینا ضرور ہے کہ جس چیز کا اس کو انتظار تھا غالباً یہ وہی ہے۔ وہ حضور کو ورقہ کے پاس لے گئیں۔ حضور نے ان سے کوئی اس قسم کی خواہش نہیں کی حضور کا اُن کے ساتھ جانا اُن کے اطمینان قلب کے لئے تھا کہ اس کا ذریعہ اس وقت ورقہ سے بہتر اور نہ تھا۔

حضور کو کسی بات کی ضرورت نہ تھی جبریل سب کچھ بتا چکے تھے اور آپ کو یقین آ چکا تھا۔ کپکپی کا طاری ہونا بھی ایک لازمی امر تھا۔ کیونکہ وہ شخص جو شاہی آداب و آئین سے واقف نہ ہو جس کو کبھی کسی سرہنگ سلطانی سے بھی سے دوچار ہونے کی نوبت نہ آئی ہو، جس نے کبھی کسی معمولی شان و جلالت والے کو بھی نہ دیکھا ہو اُس کو اک دم ایک مقرب خاص با جلال و جبروت ہستی کا سامنا ہو جائے اور ایک عہدۂ جلیلہ کے عطا ہونے کا فرمان سُنا یا جائے تو اُس پر ضرور اس قسم کی کیفیت طاری ہو گی۔ حضور کا یہ فرمانا کہ مجھ کو اپنی جان کا خوف ہے اسلئے تھا کہ جبریل نے جو کچھ بتایا تھا جو کچھ پڑھایا تھا وہ سب ملک و قوم کے مراسم و مذاہب کے خلاف تھا، اور حضور قوم کی افتاد طبع سے واقف تھے کہ اکھڑ ہیں، کٹر ہیں، ہٹی ہیں۔ لڑاکا ہیں۔ یہ جب مجھے خدائے واحد کی پرستش کرتے دیکھیں گے اور مجکو اپنے عقائد و اخلاق کے خلاف پائیں گے تو جان کے گاہک ہو جائیں گے اس وحی کے نزول سے سن نبوی شروع ہوتا ہے گویا یہ سن سلہ نبوی تھا۔ یہ وحی ۱۷ رمضان مطابق ۲۸ جولائی ۶۱۰ء روز دوشنبہ کو ہوئی۔ ابھی تبلیغ کا حکم نہ تھا۔ اس پہلی وحی کے بعد ڈھائی برس تک کوئی وحی متلو نازل نہیں ہوئی۔

اس پہلی وحی کے متعلق صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے۔

حدثنا یحیی بن بکیر حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شہاب وحدثنی عبد اللہ بن محمد حدثنا عبد الرزاق حدثنا معمر قال الزہری فاخبرنی عروۃ عن عائشۃ انہا قالت اول ما بُدئ بہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من الوحی الرؤیا الصادقۃ فی النوم فکان لا یری رؤیا الا جاءت مثل فلق الصبح فکان یاتی حراء فیتحنث فیہ وھو التعبد فی اللیالی ذوات العدد ویتزود لذلک ثم یرجع الی خدیجۃ فیتزود بمثلہا حتی جاءہ الحق وھو فی غار حراء فجاءہ الملک فیہ فقال اقرأ فقال لہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقلت ما انا بقارئ فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجہد ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت ما انا بقارئ فاخذنی فغطنی الثانیۃ حتی بلغ منی الجہد ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت ما انا بقارئ فغطنی الثالثۃ حتی بلغ منی الجہد ثم ارسلنی فقال اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ، حتی بلغ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔ فرجع بہا ترجف بوادرہ حتی دخل علی خدیجۃ فقال زملونی زملونی فزملوہ حتی ذہب عنہ الروع فقال یا خدیجۃ مالی واخبرہا الخبر

وقال قد خشيت علی نفسی فقالت له كلا ابشر فوالله لا يخزنك الله ابدا، انك لتصل الرحم وتصدق الحديث وتحمل الكل وتقری الضيف وتعين علی نوائب الحق ثم انطلقت به خديجة حتی اتت به ورقة بن نوفل بن اسد بن عبد العزی بن قصی وهو ابن عم خديجة اخی ابيها وكان امرأ تنصر فی الجاهلية وكان يكتب الكتاب العربی فيكتب بالعربية من الانجيل ما شاء الله ان يكتب وكان شيخا كبيرا قد عمی فقالت له خديجة ای ابن عم اسمع من ابن اخيك فقال ابن اخی ماذا تری فاخبره النبی صلی الله عليه وسلم ما رأی فقال ورقة هذا الناموس الذی انزل علی موسی يا ليتنی فيها جذعا اكون حيا حين يخرجك قومك فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم او مخرجی هم فقال ورقة نعم لم يات رجل قط بما جئت به الا عودی وان يدركنی يومك انصرك نصرا مؤزرا ثم لم ينشب ورقة ان توفی وفتر الوحی حتی حزن النبی صلی الله عليه وسلم فيما بلغنا حزنا غدا منه مرارا كی يتردی من رؤس شواهق الجبال فكلما اوفی بذروة جبل لكی يلقی منه نفسه تبدی له جبريل فقال يا محمد انك لرسول الله حقا فيسكن لذلك جاشه وتقر نفسه فيرجع فاذا طالت عليه فترة الوحی غدا لمثل ذلك فاذا اوفی بذروة جبل تبدی له جبريل فقال له مثل ذلك الحديث - یعنی ہم سے یحیی بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے اُن سے عقیل نے اُن سے ابن شہاب نے (دوسری سند) اور مجھ سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا ہم سے معمر نے بیان کیا، کہا ہم سے زہری نے بیان کیا، کہا مجھ سے عروہ نے بیان کیا، اُن سے عائشہ نے کہا کہ پہلی پہل آنحضرت پر جو وحی آئی وہ یہ تھی کہ آپ سچے خواب دیکھتے تھے، آپ غار حرا میں جاتے وہاں عبادت کرتے، کئی کئی رات تک آپ غار میں رہتے، توشہ ساتھ لیجاتے، مدت تک یہی حال رہا یہاں تک کہ آپ کے پاس وحی پہونچی، آپ غار میں تھے کہ جبریل نے آکر کہا پڑھ، آپ نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں یہ سنکر جبریل نے زور سے بھینچا اور چھوڑ کر کہا پڑھ آپ نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، اسی طرح تین دفعہ ہوا اور پھر پڑھایا اپنے رب کے نام سے پڑھ یعنی سورہ علق کی ابتدائی آیات پڑھائیں مالم یعلم تک، آنحضرت یہ آیتیں سنکر اپنے گھر کو لوٹے، آپ کو لرزہ چڑھا ہوا تھا۔ خدیجہ نے کپڑا اوڑھا دیا، جب حالت درست ہوئی تو خدیجہ سے سارا حال بیان کیا۔ اور کہا مجھے اپنی جان کا ڈر ہے، خدیجہ نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا، آپ کو خدا ضائع نہیں کرے گا، کیونکہ آپ رشتہ داروں سے سلوک کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، لوگوں کے قرضے ادا کر دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، خدیجہ آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ کے پاس لے گئیں۔ ورقہ نے کہا یہ تو وہی فرشتہ ہے جو موسی کے پاس آیا تھا کاش میں تمہاری پیغمبری کے

www.ahnafmedia.com

زمانے میں جوان ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک جیتا رہتا جب تمہاری قوم تم کو نکالے گی۔ آنحضرت نے فرمایا کہ میری قوم مجھ کو کیوں نکالے گی۔ ورقہ نے کہا جو کوئی پیغمبر آیا ہے لوگ اُس کے دشمن ہو گئے ہیں اگر میں زندہ رہا تو میں تمہاری مدد کروں گا۔ اس کے چند روز بعد ورقہ مر گئے۔ کچھ دنوں تک وحی کا آنا بند رہا۔
آنحضرت کو وحی بند ہونے کا سخت رنج ہوا۔ آپ بعض دفعہ پہاڑ پر چڑھ جاتے اور جی میں آتا کہ نیچے گر کر جان دیدوں کہ جبریل آکر سمجھاتے اور کہتے محمد! تم خدا کے سچے رسول ہو، آپ کو تسکین ہو جاتی۔
حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی جو شرح کی ہے اس میں ایک فقرہ یہ ہے فلما سمع کلامه ایقن بالحق واعترف به۔ جب اُس نے اس کا کلام سُنا تو اس کو حق کا یقین ہو گیا اور اُس نے اعتراف کیا)
سباق و سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ ایقن کی ضمیر ورقہ کی طرف راجع ہے۔ اس فقرے کا ترجمہ یہ ہے کہ جب ورقہ نے رسول کا کلام سُنا تو ورقہ کو حق کا یقین ہو گیا اور ورقہ نے حق کا اعتراف کیا۔ کیفیت واقعہ سے بھی اس ترجمہ کی تائید ہوتی ہے۔ ورقہ نے رسول کریم سے حالات سُنکر نبوت کی تصدیق کی۔ اسی تصدیق کی وجہ سے بعض اکابر علماء نے ورقہ کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔
وحی رُک جانے سے حضور کا اضطراب بیجا نہ تھا۔ آپ مدت سے ایک صحیح راہ کی جستجو میں تھے جسکی طرف برسوں کے بعد ایک دن رہنمائی ہوئی اور پھر خاموشی۔
نیا نیا معاملہ تھا۔ جبریل نے سب کچھ ایک ہی دن نہیں بتا دیا تھا مشکل سے شاہد مقصود نے ذرا مُنہ دکھایا اور پھر کچھ خبر نہیں۔ اسلئے یہ اشتیاق بھی دامنگیر ہو گا کہ اب آگے کیا ہونے والا ہے، یہ خیال بھی ہوتا ہو گا کہ کیا میرے اندر کوئی کمی پائی گئی جو مجھ سے توجہ ہٹالی گئی یا مجھ سے کوئی خطا سرزد ہو گئی، غرض قسم قسم کے خدشے سوہان روح ہوتے ہوں گے۔ اس کیفیت و حالت کو یا تو وہ سالک راہ بتا سکتا ہے جس کو قبض و بسط کی کیفیات طاری ہوتی ہوں۔
یا اُس عاشق ہجر سے پوچھئے جس کا برسوں کی دوڑ دھوپ کے بعد کہیں ایکبار پیام سلام ہو کر بند ہو گیا ہو وہ کیا کچھ نہ کر گذرے گا، کون سا خیال ہے جو اُس کے دل میں نہ آئے گا۔
جب حضور پہاڑ پر جاتے، جبریل آتے اور کہتے اے محمد تم خدا کے رسول ہو۔ یہ سُنکر آپ کو سکون ہوتا تمام خیالات و اضطرابات کا یہ جامع جواب تھا (تم خدا کے رسول ہو یعنی گھبراؤ مت، رسول معزول نہیں ہوتے۔ اُن سے سلسلہ و پیام منقطع نہیں ہوا کرتا۔ ان کی کامل طور پر رہنمائی کیجاتی ہے۔
حدیث میں فیما بلغنا ہے اس لئے اس کو بلاغات میں سے نہیں سمجھنا چاہیے۔ فیما بلغنا کے معنی یہ ہیں

www.ahnafmedia.com

کہ اسناد مذکورے اس واقعہ میں یہ بھی ہم کو پہنچا ہے۔

یہاں بلغنا کے معنی اصطلاحی معنی نہیں ہیں بلکہ صاف لغوی معنی ہیں۔ اصطلاحی معنی جب لیے جاتے ہیں جب لغوی معنی صحیح نہ ہوسکتے ہوں۔ جب یہ فقرہ بھی اسی سند سے پہونچا ہے تو منقطوع نہیں موصول ہے یہ حدیث حضرت عائشہ کی مرسل ہے۔ اس لئے بلاغات کی بحث نہیں۔ کل روایت حضرت عائشہ کی مرسل ہے ورنہ استثناء مذکور ہونا چاہیے تھا۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ابن مردویہ کی روایت میں فیما بلغنا نہیں ہے جیسا کہ فتح الباری اور قسطلانی میں تصریح ہے۔

ڈھائی برس بعد ربیع الاول سنہ ۳ نبوی میں دوسری وحی نازل ہوئی۔ یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ
(اے چادر میں لپیٹے ہوئے اٹھ اور ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر)

اس وحی سے آپ کو تبلیغ کا حکم ہوا۔ آپ نے سب سے پہلے بی بی خدیجہ پر اسلام پیش کیا۔ وہ بہت کچھ دیکھ چکیں اور سن چکیں تھیں۔ فوراً مشرف باسلام ہوگئیں۔

قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم بعثت یوم الاثنین و صلت خدیجۃ آخر یوم الاثنین و صلے علی یوم الثلاثاء من الغد ثم زید بن حارثۃ ثم ابوبکر (رسول کریم نے فرمایا کہ میں دوشنبہ کو مبعوث ہوا۔ خدیجہ نے اسی دن شام کو نماز پڑھی اور علی نے اگلے روز سہ شنبہ کو پھر زید بن حارثہ نے پھر ابوبکر نے
(تاریخ ابن الخمیس ص۲۵۲)

علی، زید، ابوبکر ایک ہی دن ایمان لائے پھر اور اصحاب، پنجشنبہ کو خالد بن سعید، رسول کریم اس حکم کے بعد خفیہ تبلیغ کرتے رہے۔ خفیہ سے یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اسلام کو ظاہر نہ فرماتے تھے۔ جب آیت فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ نازل ہوئی تو آپ نے علانیہ تبلیغ شروع کی۔

خفیہ تبلیغ سے یہ مطلب ہے کہ فرداً فرداً لوگوں پر اسلام پیش کیا جاتا تھا۔ خفیہ سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اسلام کی کسی کو خبر ہی نہ تھی یا آپ کے دعویٰ نبوت سے لوگ آگاہ ہی نہ تھے۔ اگر ایسا اخفا ہوتا تو مختلف خاندانوں، مختلف حیثیتوں کے لوگ کس طرح مشرف بہ اسلام ہوتے۔ کفار کیوں ایذا دیتے، کیونکہ آیت فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ و حکم تبلیغ سے تین سال بعد نازل ہوئی ہے یعنی ربیع الاول سنہ ۶ نبوی میں اور اسوقت تک چالیس سے زیادہ مرد مسلمان ہوچکے تھے۔ ابوبکر مکہ کے چیف جسٹس تھے۔ عثمان دولتمند اور تاجر تھے۔ بلال غلام تھے۔ اسی طرح ہر حیثیت اور مختلف خاندانوں کے لوگ تھے اور اس دوران میں کفار مکہ نے بھی خوب ایذا رسانی کی۔ حبشہ کی دونوں ہجرتیں ہوچکیں تھیں یہ صورت اس اخفاء سے حاصل نہیں ہوسکتی تھی بلکہ اخفاء کا یہ مطلب ہے کہ فرداً فرداً نصیحت کی جاتی تھی مجمعوں، بازاروں، حرم وغیرہ میں تبلیغ نہیں کی جاتی تھی

www.ahnafmedia.com

اس آیت کے نازل ہونے سے تبلیغ عام شروع ہو گئی۔

نزول آیات مدثر کے بعد وحی کا سلسلہ جاری رہا۔ قرآن تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ مختلف سورتوں کی آیات اور بعض چھوٹی چھوٹی سورتیں نازل ہوتی رہیں۔ یہ سلسلہ دس برس تک مکہ میں اور تیرہ برس تک مدینہ میں جاری رہا۔ آخری آپ کی وفات سے نوون پہلے یعنی ۲۔ ربیع الاول سلہ ہجری یوم شنبہ کو ہوئی۔ حسب روایت صحیح بخاری آخری آیات یَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ الخ نازل ہوئیں۔ عن البراء قال آخر سورۃ انزلت کاملة براءة وآخر سورة انزلت خاتمة سورة النساء يستفتونك الخ۔ (براء سے روایت ہے کہ مکمل سورت آخر میں براءۃ نازل ہوئی۔ اور سورہ نساء کی آخری آیات یستفتونک الخ بخاری)۔

کتابتِ قرآن

سب سے پہلے رسول کریم پر جو وحی نازل ہوئی (یعنی سورۂ علق کی ابتدائی آیات) اسمیں کتابت کی طرف ترغیب اور کتابت کی طرف اشارہ ہے (عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ قلم سے علم سکھایا) علق کے بعد سورۂ قلم کا نزول ہوا یہ بھی کتابت کی طرف اشارہ ہے۔ اور قرآن مجید میں ہے يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلٰى أَجَلٍ فَاكْتُبُوْهُ (اے مسلمانو! قرض اور اس کے وعدہ کو لکھ لیا کرو)۔

جب قرآن مجید میں سب سے پہلے کتابت کی طرف اشارہ ہے اور لین دین کی تحریر کی تاکید ہے تو قرآن جو علم اور دین کی اصل ہے وہ کیوں نہ لکھا جاتا ہوگا۔ چنانچہ حضور نے فرمایا ہے لاتکتبوا عنی شیئاً غیر القرآن یعنی مجھ سے قرآن کے سوا کچھ نہ لکھو۔ اس حدیث سے ثابت ہے کہ قرآن لکھا جاتا تھا اور ارشاد ہے:۔

عن عبدالله بن عمرو قال قال النبی صلے الله علیہ وسلم وقیدوا العلم قلت ما تقییدہ قال کتابتہ یعنی رسول کریم نے فرمایا علم (حدیث) کو قید میں لاؤ۔ میں نے دریافت کیا کہ قید سے کیا مطلب ہے فرمایا لکھنا۔ (مستدرک حاکم جلد اول) جب حدیث کے لکھنے کی تاکید ہے تو قرآن کیوں نہ لکھا جاتا ہوگا۔

قرآن کی کتابت پر قرآن کی اندرونی شہادتیں بھی ہیں۔ قَالُوْا أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا (کافر کہتے ہیں یہ پرانے قصے ہیں جن کو نبی لکھا تا ہے اور لوگ لکھتے ہیں)۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ (یہ ایسی کتاب ہے جس میں شک نہیں) رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً (اللہ کا رسول پاک صحیفے سناتا ہے) کتاب اور صحیفہ جب ہی کہا جائے گا جب لکھا ہوا ہوگا۔ لَا يَمَسُّهٗ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (نہ چھوویں اس کو مگر پاک صاف لوگ) چھوا جب ہی جائے گا جب لکھا ہوا ہوگا۔

حضور نے قرآن دیکھکر پڑھنے کا بڑا ثواب بتایا ہے۔ تلاوت ناظرہ جب ہی ممکن ہے کہ کتاب لکھی ہوئی ہو

قراءتك نظرًا تضاعف على قراءتك ظاهرًا كفضل المكتوبة على النافلة (یاد سے تلاوت پر دیکھکر تلاوت کرنے کو ایسی فضیلت ہے جیسے فرض نماز کو نفل پر! کنز العمال)

من سرہ ان یحب اللہ ورسولہ فلیقرأ فی المصحف ۔ (رسول کریمؐ نے فرمایا ہے کہ جسے خدا اور رسول کی محبت پسند ہو وہ قرآن دیکھکر پڑھے (کنز العمال جلد اول)

مشکوٰۃ میں ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ جو شخص ترکے میں قرآن چھوڑے اس کو ہمیشہ ثواب ملتا رہے گا (باب العلم) ان حدیثوں سے قرآن کے لکھنے کا حکم اور قرآن کا لکھا ہوا ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ دیکھکر تلاوت جب ہی ہو سکے گی جب لکھا ہوا ہوگا۔ ترکے میں لکھا ہوا ہی چھوڑا جا سکتا ہے۔

اصحاب رسول جو حضور کے ہر قول و فعل پر فوراً عمل کرتے تھے اور اُمورِ خیر پر بڑے حریص تھے انہوں نے یہ ارشاد سُنکر کیوں نہ قرآن کو لکھا ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور نے قرآن کے لکھنے کا اوّل ہی سے انتظام فرمایا تھا سام خالد بن خالد بن سعید بن ابی العاص کہتی ہیں کہ اوّل بسم اللہ میرے باپ نے لکھی (یعنی خالد بن سعید نے جو پانچویں مسلمان تھے) (استیعاب جلد اول ۱۵۵)

عن زید بن ثابت قال کنت اکتب الوحی لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وکان اذا نزل علیہ الوحی اخذته برحاء شدیدة وعرق عرقا مثل الجمان ثم سری عنه فکنت ادخل علیه بقطعة الکتف اوکسرة فاکتب وھو یملی علیّ فما افرغ حتی تکاد رجلی تنکسر من نقل القرآن حتی اقول لا امشی علی رجلی ابدًا فاذا فرغتُ قال اقرأ فاقرأه فان کان فیه سقط اقامه ثم اخرج به الی الناس (زید بن ثابت کہتے ہیں کہ جب رسول کریمؐ پر وحی نازل ہوتی تو مجھ کو بُلاتے، میں تختی وغیرہ لیکر آتا۔ آپ لکھاتے پھر سُنتے، اگر کوئی غلطی ہوتی تو صحیح کرا دیتے پھر میں اس کو لوگوں میں لاتا تھا۔ (مجمع الزوائد)

عن البراء قال لما انزلت لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ادع لی فلانًا فجاء ومعه الدواة واللوح او الکتف فقال اکتب، (براء کہتے ہیں کہ جب آیت لا یستوی القاعدون نازل ہوئی تو رسول کریمؐ نے فرمایا فلاں کاتب کو بلاؤ وہ کاتب تختی دوات قلم وغیرہ لیکر آیا آپ نے فرمایا یہ آیت لکھو۔ بخاری)

ان حدیثوں سے چند اُمور ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) جب کوئی آیت نازل ہوتی فوراً لکھائی جاتی (۲) کئی کاتب تھے (۳) تحریریں اور سامان کتابت وغیرہ

کاتبوں ہی کے پاس رہتا تھا (۴) نوشتے، پتھر کی تختی، شانے کی ہڈی وغیرہ پر لکھے جاتے تھے۔
عن عبد اللہ بن عمرؓ قال بینما نحن حول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نکتب۔
عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ ہم رسول کریم کے گرد حلقہ کئے ہوئے لکھ رہے تھے۔ دارمی)
حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جب آیت وَاتَّقُوا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللّٰهِ نازل ہوئی تو جبریل نے رسول کریم سے کہا کہ اس آیت کو بقرہ کی ۲۸۰ آیتوں کے بعد لکھاؤ (تفسیر خازن جلد اوّل)
اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کے لکھانے کا حکم خداوند ذوالجلال کی طرف سے تھا۔
یہ ایک مستند تاریخی روایت ہے کہ حضرت عمر نے جب یہ سنا کہ اُن کے بہن بہنوئی مسلمان ہو گئے ہیں تو غصہ سے لال پیلے ہو گئے اور تھراتے کانپتے شمشیر بکف دونوں کو قتل کرنے چلے تو اندر سے کچھ پڑھنے کی آواز سنی۔ اندر پہونچکر اُن سے دریافت کیا کہ تم کیا پڑھ رہے، اُنہوں نے اول تو اُس کو چھپایا، پھر بتادیا اور لکھا ہوا دکھایا۔ ایک جگہ لکھا ہوا تھا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ، لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ پھر لکھا ہوا تھا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، طٰهٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤی اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی، تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی الرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی۔ یہ آیتیں جدا جدا سورتوں کی ہیں (تفسیر الجواہر للطنطاوی)
جو قرآن حضور کاتبوں سے لکھاتے تھے اس کے علاوہ صحابہ بھی اپنے واسطے لکھتے تھے جیسے حضرت عمر کے بہنوئی نے یہ آیات لکھی تھیں۔
مشہور شاعر عرب لبید جب مسلمان ہو گئے تو قرآن لکھنے کا شغل اختیار کیا۔ خدا جانے عمر میں کتنے قرآن لکھے ہوں گے (جمہرۃ العرب صلا)
ناجیہ الطفاوی صحابی کا یہی کام تھا کہ قرآن لکھا کرتے تھے۔ خدا جانے عمر میں کتنے قرآن لکھے ہونگے (استیعاب قسم دوم جلد اوّل صلا)
اُمہات المومنین ام سلمہ، حفصہ، عائشہ نے قرآن لکھائے اور دیکھکر تلاوت کرتی تھیں (کنز العمال)
حضرت عائشہ نے اپنے آزاد کردہ غلام ابویونس سے قرآن لکھایا (ترمذی)
عمر بن رافع نے حضرت حفصہ کیلئے قرآن لکھا (تیسیر الاصول، کتاب التفسیر)
حضرت علی سے روایت ہے کہ ہم نے رسول کریم سے سوائے قرآن اور اس صحیفے کے کچھ نہیں لکھا (بخاری)
استأذن رجل علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وھو بین مکۃ والمدینۃ فقال انہ

قل فاتتی اللیلۃ جزء من القرآن فانی لا او ثر علیہ شئ۔ یعنی ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان، اور اس نے عرض کیا کہ رات میرا قرآن کا ایک جزو گم ہو گیا (کتاب المصاحف) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن عام طور پر لکھے ہوئے لوگوں کے پاس اس کثرت سے تھے کہ سفر و حضر میں لوگ ساتھ رکھتے تھے، اس گمشدگی اور ایسی ہی گمشدگی سے یہ خیال کرنا کہ قرآن یا قرآن کا کوئی جز تلف ہو گیا، حماقت ہے کیونکہ قرآن سینکڑوں کے پاس لکھا ہوا تھا۔ ہزاروں کو حفظ یاد تھا۔ لاکھوں نے پڑھا تھا۔ کسی ایک کے پاس سے گم ہو جانے سے سب کے پاس سے گم ہونا لازم نہیں آتا ہاں اس کے پاس کا حصہ گم ہو گیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ قرآن لکھے ہوئے دیکھے، فرمایا یہ تم کو فریب نہ دیں، خدا ایسے شخص کو عذاب نہ دے گا جسے قرآن یاد ہو (کنز العمال) یعنی اس خیال سے حفظ کرنے سے غافل نہ ہو جانا کہ ہمارے پاس لکھا ہوا ہے۔

عن عبد اللہ بن عمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی ان یسافر بالقرآن الی ارض العدو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو دشمنوں کی سرزمین لیجانے سے منع فرمایا ہے (بخاری کتاب الجہاد)

عمرو بن حزم صحابی کو حضورؐ نے یمن کا گورنر مقرر کیا تو آن کو کچھ احکام لکھا دئے تھے۔ انہیں ایک حکم یہ بھی تھا فلا یمس القرآن انسان الا وھو طاھر پاک آدمی کے سوا کوئی قرآن کو نہ چھوئے۔ (تاریخ طبری جلد سوم و ابن خلدون)۔

عہد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں کئی قسم کے لکھنے والے تھے (۱) جو سورتوں کو یاد کرنے کے لئے مختلف سورتیں اپنی ضرورت اور شوق کے موافق لکھتے تھے۔ انہیں ترتیب نہ ہوتی تھی، نہ ہو سکتی تھی، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے سورۂ فاتحہ نہ لکھی۔ سبب پوچھا تو کہا یہ تو سب کو یاد ہوتی ہے۔ اسی طرح معوذتین وغیرہ۔ یہ اپنے شاگردوں کو بھی اسی طور پر تعلیم کرتے تھے تکمیل کے بعد شاگردوں کو حفظ کرائے ہوئے اور ناظرہ پڑھائے ہوئے سب کی سند دیتے تھے۔ امام قاضی ابوبکر و امام رازی و امام نووی وغیرہ نے لکھا ہے کہ ابن مسعودؓ نے پورے موجودہ قرآن کی اپنے تلامذہ کو سند دی ہے۔ امام ابن حزم لکھتے ہیں:۔ قراءۃ عاصم عن زر عنہ وفیھا المعوذتان والفاتحۃ یعنی عاصم کی سند میں جو ابن مسعود سے ہے اور نہایت صحیح ہے معوذتین اور فاتحہ ہیں۔

اب سے پچاس برس پہلے تک یہ دستور تھا کہ مدرسین طلباء کو چھوٹی سورتیں حفظ کرا دیتے تھے تاکہ نماز وغیرہ میں پڑھیں اور بڑی سورتیں ناظرہ پڑھاتے تھے۔ مطابع کے رواج سے پہلے اکثر مدرسین کا یہ دستور تھا

کہ بڑی سورتیں طلبا کو لکھا دیتے تھے، چھوٹی یاد کرا دیتے تھے۔ اخی معظم مولوی حکیم صلاح الدین سے اُن کے استاد حکیم فریدا حمد صاحب عباسی پروفیسر طبیہ کالج دہلی نے فرمایا کہ مجربات کی بیاض مرتب کر لیا کرو۔ بھائی صاحب نے تمام نسخے لکھنے شروع کر دیئے۔ حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم کے مطب کا ایک بہت ہی عام نسخہ مشہور ہے جس کو پیٹ غل کے نام سے لکھتے ہیں اس نسخہ کو حکیم صاحب مرحوم کے خدام تک بھی جانتے ہیں، بھائی صاحب نے یہ بھی لکھ لیا۔ استاد نے ایکدن جو بیاض دیکھی تو یہ ورق پھاڑ دیا اور فرمایا یہ تو سب کو معلوم ہے۔

اسی طرح وہ چھوٹی سورتیں جو ہر وقت اور عام استعمال میں تھیں ان کو عبداللہ بن سعود نے نہیں لکھا۔ عبداللہ بن سعود نے چار مرتبہ قرآن لکھا۔ ایک مرتبہ تو رسول کریم کی حیات میں، اسوقت صرف بڑی بڑی سورتیں لکھیں، دوبارہ مکمل قرآن اپنی معلومات کے موافق بترتیب نزول، تیسری بار عہد خلافت صدیقی میں جب قرآن ترتیب ہوا، ترتیب سے لکھا۔ چوتھی مرتبہ عہد خلافت عثمانی میں جب قرآن لغت قریش پر جمع کیا گیا، یہ بھی اس سے متفق ہو گئے۔ یہ نسخہ آج تک موجود ہے۔ (بابُ المصاحف دیکھیئے)

اور بھی صحابہ نے اسی طرح کئی کئی بار قران لکھا۔

(۲) وہ جو پُورا قرآن لکھنے کے ارادے سے لکھتے تھے جیسے زید بن ثابت وہ خود کہتے ہیں نوٗلف القرآن من الرقاع کہ ہم حضور کی حیات میں مناسبت سے قرآن کو پُرزوں سے لکھ رہے تھے۔ یعنی حضور جو متفرق اشیاء پر قرآن تحریر کراتے تھے اُس سے پھر نقل کیجاتی تھی۔ مناسبت سے لکھنا یعنی سورتیں ترتیب آیات سے۔

(۳) جو کبھی رسول کریم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کوئی آیت یا سورت نازل ہوئی اور لکھنے والوں کے ساتھ اُنہوں نے بھی لکھ لی۔

(۴) جو کوئی آیت یا سورت لکھتے حضور جو اسکی تفسیر فرماتے بطور یادداشت اس کو بھی لکھ لیتے۔

(۵) جو اپنے ورد کیلئے مختلف سورتیں لکھتے، یہ صورت اب تک رائج ہے۔ جیسے پنج سورہ، ہفت سورہ وغیرہ

(۶) جو اپنی معلومات کی موافق ترتیب نزول سے لکھتے تھے۔

(۷) جو بڑی سورتیں علیحدہ اور چھوٹی سورتیں علیحدہ لکھتے تھے۔

سرولیم میور لکھتا ہے:۔ لیکن اس بات کے ماننے کی زبردست وجوہ موجود ہیں کہ رسول کی زندگی میں متفرق طور پر قرآن کے لکھے ہوئے نسخے صحابہ کے پاس موجود تھے، اور ان نسخوں میں پُورا قرآن یا تقریباً تمام قرآن لکھا ہوا موجود تھا۔ اسمیں شک نہیں کہ محمد کے دعوئی نبوت سے بہت پہلے مکہ میں فن تحریر مروج تھا اور مدینہ میں جا کر تو خود پیغمبر نے اپنے مراسلات لکھوانے کیلئے کئی کئی صحابہ مقرر کئے تھے۔ جو لوگ بدر میں گرفتار ہو کر آئے تھے انہیں اس شرط پر رہائی دیا گیا تھا کہ وہ بعض مدنی آدمیوں کو لکھنا سکھا دیں

اور اگرچہ اہل مدینہ اہل مکہ کی برابر تعلیم یافتہ نہ تھے لیکن وہاں بھی بہت سے ایسے لوگ موجود تھے جو اسلام سے پہلے لکھنا جانتے تھے۔ (دیباچہ لائف آف محمد)

قرآن کے لکھے ہوئے نسخے عہد رسول میں عام طور پر زیر استعمال تھے (انگریزی ترجمہ قرآن ڈاکٹر راڈویل)

تبلیغ اسلام دوشنبہ ربیع الاول سنہ نبوی سے شروع ہوئی۔ اسوقت تک پانچ چھوٹی چھوٹی آیتیں سورۂ علق کی اور ابتدائی آیات سورۂ مدثر کی نازل ہوئی تھیں۔ پنجشنبہ ربیع الاول سنہ نبوی کو یعنی ابتدائے تبلیغ سے چوتھے دن خالد بن سعید ایمان لائے۔ اُن کی بیٹی کا بیان ہے کہ سب سے پہلے بسم اللہ میرے باپ نے لکھی۔ گویا یہ آغاز کتابت قرآن کا دن تھا۔

اور ۳۔ ربیع الاول سنہ ہجری کو آپ کو آخری وحی ہوئی۔ اور اس آخری وحی کو ابی بن کعب نے لکھا۔ یہ آخری تاریخ تکمیل تحریر کی تھی۔

کاتبان وحی

رسول کریم نے چالیس صحابہ کو کتابت کی خدمت پر مامور کر رکھا تھا (روضۃ الاحباب)

انمیں زیادہ مشہور یہ ہیں۔ ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق۔ عثمان بن عفان۔ علی ابن ابی طالب، زید بن ثابت عبداللہ بن سعد۔ زبیر بن العوام۔ خالد بن سعید۔ حنظلہ بن ربیع۔ علاء۔ خالد بن ولید۔ عبداللہ بن رواحہ محمد بن مسلمہ۔ عبداللہ بن عبداللہ بن سلول۔ مغیرہ بن شعبہ۔ عمرو بن العاص۔ معاویہ بن ابی سفیان۔ جہم بن الصلت۔ معیقیب بن فاطمہ۔ شرحبیل بن حسنہ۔ عبداللہ بن ارقم الزہری، ثابت بن قیس بن شماس حذیفہ بن الیمان۔ عامر بن فہیرہ۔ عبداللہ بن ابی سرح۔ سعید بن جبیر۔ ابان بن سعید۔ (تاریخ طبری۔ صحاح طبقات ابن سعد)

قرآن کا خط

مکہ میں بنی ہاشم میں خط حیرا سند رائج تھا۔ اس لئے مکہ میں جس قدر کتابت ہوئی وہ اسی خط میں ہوئی (ابن الندیم) مدینہ میں جو کتابت ہوئی وہ خط حیری میں ہوئی۔ سنہ ۱۶ھ سے خط کوفی میں کتابت ہونے لگی سنہ ۳۱۰ھ سے خط نسخ میں کتابت ہونے لگی۔ اور اس پر اجماع امت ہو گیا۔ اب اس کے خلاف جائز نہیں

رسم خط قرآن

قرآن مجید کا رسم الخط آج تک وہی ہے جو زمانہ رسالت میں تھا۔ یہ رسم الخط بھی توفیقی ہے۔ یہ رسم خط دنیا کے تمام خطوں کی رسم سے علیحدہ ہے۔ یہ رسم نہ پہلے کبھی تھا۔ نہ آج تک کسی خط میں رائج ہے۔

www.ahnafmedia.com

ایک جگہ ایک لفظ کو دراز تا سے لکھا ہے۔ دوسری جگہ اسی لفظ کو گول تا سے جیسے فطرت فطرۃ۔ رحمت، رحمۃ، سُنّت، سُنّۃ۔

بعض جگہ ایک لفظ کو ملا کر لکھا ہے اسکو موصول کہتے ہیں۔ دوسری جگہ جُدا جُدا لکھا ہے اس کو مقطوع کہتے ہیں۔ جیسے کلّما۔ کل ما، بئس ما۔ بئسما۔ فی ما۔ فیما۔

قرآن کا رسم خط ایسا ہے کہ اسمیں اختلاف قرأتہ سما جاتا ہے۔ مثلاً سورہ فاتحہ میں مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں کلمہ ملک میں دو قرأتیں ہیں، ایک باثبات الف یعنی صیغہ اسم فاعل۔ دوسری باسقاط الف یعنی مَلِكِ بمعنی بادشاہ تو اُس کو ایسے طریقہ پر لکھا گیا کہ دونوں طرح پڑھا جا سکے۔

فكتب تلك المصاحف على ما استقر عليه فى العرضة الاخيرة عنه صلے الله عليه وسلم عن جبريل عليه الصلوٰة والسلام عن الله تعالیٰ (لکھا قرآن کو زید بن ثابت نے (بعہد خلافت عثمان) اُسی رسم الخط سے جو آخری پیشکش میں باللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبریل کیواسطے سے پہونچی تھی (التسہیل البیان فی رسم نظم القرآن ملا - فوائد مکیہ ۲۵)

تعلیم قرآن

جب تک حضور مکہ میں مقیم رہے، آپ ارقم مخزومی کے مکان میں قرآن پڑھاتے تھے۔ جب مدینہ میں تشریف لیگئے تو مسجد میں تعلیم دیتے تھے اور کچھ اصحاب صُفّہ (صفہ مسجد میں ایک چبوترہ تھا جس پر ساکین صحابہ رہتے تھے) پر پڑھتے تھے۔ اصحاب صفہ رات کو ایک معلم کے پاس جمع ہو قرآن سیکھتے تھے (مسلم)

علم حاصل کرنے کی ترغیب قرآن وحدیث میں بہت ہے۔ اور قرآن پڑھنے کو تو خداوند ذوالجلال نے لازمی کر دیا ہے کہ ہر نماز میں کچھ نہ کچھ قرآن پڑھا جاتا ہے۔ حضور نے قرآن پڑھنے کے اسقدر فضائل اور ایسا اجر بیان فرمایا ہے کہ صحابہؓ ذوق و شوق سے قرآن پڑھتے تھے۔

ان افضلكم من تعلم القرآن وعلمه۔ (تم میں وہ شخص افضل ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے (بخاری)

مثل الذی یقرأ القرآن كالاترجة طعمها طيب وريحها طيب (قرآن پڑھنے والا اُس پھل کی مثل ہے جس کا مزہ بھی اچھا ہے اور خوشبو بھی اچھی ہے۔ بخاری)

يقال لصاحب القرآن اقرأ وارتق (قیامت کے دن قرآن پڑھنے والے کو کہا جائے گا کہ قرآن پڑھ اور بلند درجات کی طرف عروج کر۔ مشکوٰۃ)

عن عائشة مثل الذی یقرأ القرآن وهو حافظ له مع السفرة الكرام الخ (جو قرآن پڑھتا ہے

پڑھتا ہے وہ مثل فرشتوں کی ہے۔ بخاری)

یجیٔ صاحب القرآن یوم القیامۃ فیقول یارب حلہ فیلبس تاج الکرامۃ (قیامت کے دن جب قرآن پڑھنے والے آئیں گے تو قرآن خداوند کریم سے عرض کرے گا کہ ان کو تاج کرامت عطا فرما (ترمذی)

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اقرؤا القرآن فان اللہ لا یعذب الخ رسول کریم نے فرمایا جو قرآن پڑھتا رہے گا خدا اُس کو عذاب میں مبتلا نکرے گا (داری)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میں تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑتا ہوں، ایک قرآن، دوسرے حدیث، جب تک ان کو پکڑے رہوگے گمراہ نہوگے۔ (مشکوٰۃ) نیز فرمایا ہے کہ خداوند کریم کو قرآن تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے (داری) نیز فرمایا کہ قرآن پڑھنے والے کو ہر حرف کے بدلے میں دس نیکیاں ملتی ہیں (داری)

خیرکم من قرا القرآن واقراہ (تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے (طبرانی)

یہ تو آخرت کی باتیں تھیں۔ حضور دنیا میں بھی اُن لوگوں کے مراتب بڑھاتے تھے جو قرآن پڑھتے تھے۔

عن ابی ھریرۃ قال بعث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بعثا وھم ذو عدد فاستقراھم فاستقرأ کل رجل منھم الخ یعنی رسول کریم نے ایک لشکر ترتیب دیا۔ ہر سپاہی سے قرآن سُنا۔ جس کو جس قدر یاد تھا اُسنے سُنایا۔ ایک کم عمر سپاہی کو سب سے زیادہ یاد تھا آپنے اس کو سپہ سالار بنادیا (ترمذی جلد ثانی)

شہدائے اُحد کو جب آپ نے دفن فرمایا تو شہداء زیادہ تھے، کپڑا کم تھا، اسلئے ایک ایک قبر اور ایک ایک چادر میں کئی کئی رکھے گئے۔ رکھتے وقت آپ دریافت فرماتے تھے کہ اس کو کس قدر قرآن یاد تھا جس کو جس قدر زیادہ یاد تھا اس کو قبلہ کی جانب مقدم کرتے۔ (ترمذی جلد ثانی)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے ایک عورت کے متعلق درخواست نکاح کی، آپنے فرمایا تیرے پاس کچھ مال ہے، اُس نے انکار کیا۔ اُس کے پاس صرف ایک تہبند تھا۔ آپ خاموش ہوگئے، وہ شخص مایوس ہوکر جانے لگا۔ آپنے اُس سے دریافت کیا کہ تجھ کو کچھ قرآن بھی یاد ہے اُسنے کہا ہاں فلاں فلاں سورت آپ نے فرمایا حفظ پڑھ سکتے ہو اُس نے کہا ہاں، آپنے اُس کا نکاح کردیا۔ (بخاری کتاب النکاح)

نماز میں امامت کا حکم آپ اُسی کو دیتے جو قرآن زیادہ جانتا تھا۔ چنانچہ اپنے سامنے آپنے حضرت ابوبکر کو امام بنایا کیونکہ وہ تمام قرآن کے حافظ اور قاری اور سب سے بڑے عالم تھے۔ فروہ مرادی کو مذحج۔ زبید ملو تین قبیلوں پر اسی لئے حاکم بنایا کہ وہ قرآن سب سے زیادہ پڑھا تھا (ابن خلدون)

عثمان ابن ابی العاص قرآن اچھا پڑھتے تھے اسلئے طائف کا حاکم مقرر کیا (ابن ہشام)

جب قرآن کا پڑھنا دنیوی و اُخروی ترقیوں کا ذریعہ تھا تو کیوں نہ صحابہ اس طرف ذوق شوق سے رجوع ہوتے

قرآن پڑھنے کا اجر عظیم مقرر کرتے ہیں اور قرآن جاننے والے کو ترجیح میں صرف اشاعتِ قرآن ہی کا خیال نہیں تھا بلکہ اس لئے بھی ان کو ترجیح دیجاتی تھی کہ قرآن مجید دنیا کے تمام علوم مدونہ کا جو سرفت وعقل سے تعلق رکھتے ہیں سرچشمہ ہے۔ علم الٰہیات۔ علم طبعیات، علم ریاضیات، علم الاخلاق، سیاست مدن یعنی قانون انتظام ملکی۔ علم تدبیر منزل یعنی قواعد انتظام خانہ داری، ان علوم ستہ اور ان کے فرعی علوم کے متعلق قرآن میں اُصول و ہدایات ہیں لہٰذا جو شخص سب سے زیادہ قرآن پر عبور رکھتا ہوگا وہی ان علوم کا حق ادا کرے گا۔ یہ امر بالاتفاق مورخین سے ثابت شدہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اُس زمانہ میں جبکہ دنیا سے ظاہری و باطنی ترقی نابود ہوگئی تھی۔ اخلاق و شائستگی، عدل و انصاف، حسن انتظام، امن و امان، علم و فن کا نام بھی نہ رہا تھا ایسی خوبی سے کاروبار سلطنت کو انجام دیا کہ دنیا شاہراہ ترقی پر گامزن ہوگئی یہ حضرات نہ کہیں تعلیم حاصل کرنے گئے، نہ کہیں طرز انتظام سیکھنے گئے نہ کبھی پہلے کے کارکردہ تھے نہ حضور نے کوئی علوم و فنون کا کالج قایم کیا تھا۔ صرف قرآن پڑھے ہوئے تھے وہی اُن کا رہنما تھا۔ اسی سے تمام مسایل و مشکلات حل کرتے تھے۔ کتب سیر و تاریخ و فقہ میں اُن کے انتظامات کا طرز، اُن کے فیصلے مذکور ہیں۔ آج تک کوئی عقیل و فہیم اُن پر انگلی نہ رکھ سکا۔ یہ سب کچھ قرآن ہی سے تھا

دنیا میں دیکھا گیا ہے کہ مختلف اشخاص مختلف علوم و فنون میں صاحب کمال ہوئے ہیں کوئی جامع کمالات نہیں ہوا۔ کوئی مدبر ہے تو کوئی جنرل ہے۔ کوئی جج ہے تو کوئی انجینیر ہے۔ کوئی پروفیسر ہے تو کوئی کلکٹر ہے۔ لیکن ان قرآن جاننے والے اصحاب کے حالات پر نظر کیجئے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کا ہر فرد مدبر بھی تھا۔ جنرل بھی تھا۔ جج بھی تھا معلم بھی تھا۔ اس جامعیت کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے دنیا کی کوئی یونیورسٹی ایسی جامع ہستیاں پیدا نہ کر سکی۔

غرض جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ فوراً لکھا دیتے تھے۔ اور صحابہ کو پڑھا دیتے تھے۔ قرآن کی اندرونی شہادت سے بھی ثابت ہے کہ آپ قرآن پڑھاتے تھے۔ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (یہ نبی کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے)

عن عمرو بن العاص قال اقرأني رسول الله صلى الله عليه وسلم خمس عشرة سجدة في القرآن یعنی عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ مجکو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن میں پندرہ سجدے پڑھائے (ابوداؤد وابن ماجہ) احفظوا عنا كما حفظنا نحن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم یعنی ابوسعید صحابی نے ابونضرہ سے کہا کہ قرآن ہم سے اسی طرح حفظ کرو جیسے ہم نے رسول کریم سے حفظ کیا ہے (دارمی)

قال خطبنا عبد الله بن مسعود فقال لقد اخذت من في رسول الله صلى الله عليه

یضعًا وسبعین سورۃ (ابن مسعود نے کہا کہ میں نے رسول کریم سے ستر سے زیادہ سورتیں یاد کیں۔ (بخاری فضائل القرآن)۔ ابوالدرداء نے کہا میں نے قرآن رسول کریم سے پڑھا (تذکرۃ الحفاظ جلد اول)

بخاری میں جابر اور ابن مسعود سے دو روایتیں ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو دعائے استخارہ اور التحیات اس طرح یاد کرائی جیسے قرآن یاد کراتے تھے۔ ایسی ہی ایک روایت ترمذی میں ابن عباس سے ہے، اور ترمذی میں ایک روایت ہے کہ جب آیت مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ الخ نازل ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو پڑھائی (ترمذی جلد اول)

جو شخص نیا مسلمان ہوتا تھا آپ اس کو صحابہ کی سپرد کرتے تھے۔ کہ اس کو قرآن پڑھاؤ۔ عن عبادة بن الصامت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشتغل فاذا قدم رجل مہاجرا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دفعہ الی رجل منا یعلمہ القرآن یعنی جب کوئی نو مسلم آتا تو رسول کریم اس کو کسی مہاجر کے سپرد کر دیتے کہ اس کو قرآن پڑھاؤ (کنز العمال جلد اول ص۱۳۲)

قبیلہ عامر کے دس آدمی آکر مسلمان ہوئے اور اتنے دن مدینہ میں ٹھہرے کہ ابی بن کعب سے انہوں نے قرآن پڑھ لیا (ابن خلدون جلد ثانی) ایسا ہی قبیلہ عامد اور قبیلہ بنی عامر و مذحج وطفیل بن عمر الدوسی اور عمرو بن معدیکرب کے متعلق ابن خلدون میں لکھا ہے۔ تمیم کے ستر آدمیوں نے اسی طرح قرآن پڑھا، (استیعاب جلد ثانی) جن قبایل یا مواضع میں مسلمان ہو جاتے تو آپ وہاں تعلیم دینے کیلئے صحابہ کو مامور فرماتے۔ اہل مدینہ جب قبل ہجرت مکہ میں آکر مشرف باسلام ہوئے تو آپ نے ان کی تعلیم کیلئے ابن ام مکتوم اور مصعب بن عمیر کو بھیج دیا۔ زید بن ثابت نے بیان کیا کہ میں نے حضور کے مدینہ تشریف لانے سے قبل سترہ سورتیں یاد کر لی تھیں۔ اسوقت میری عمر گیارہ سال کی تھی (ابن خلدون وکامل ابن اثیر)۔

اسی طرح معاذ کو مکہ و یمن، عمرو بن حزم کو نجران قبایل عضل و قارہ میں چھ اصحاب مرثد، عاصم بن ثابت، خبیب، خالد بن بکر۔ زید بن و ثنہ۔ عبداللہ بن طارق کو بنی الحارث میں خالد بن ولید کو تعلیم دینے کیلئے بھیجا، وغیرہ اور قرآن پڑھکر مدینہ سے گیا۔ (طبقات ابن سعد۔ استیعاب، ابن خلدون، طبری۔ زاد المعاد)

عمرو بن حزم کو آپنے جو احکام لکھائے تھے انہیں یہ حکم بھی تھا عَلِّمِ النَّاسَ الْقُرْاٰنَ (لوگوں کو قرآن پڑھاؤ) ابن خلدون)

اور اسی قسم کی بہت سی روایتیں ہیں جن سے ثابت ہے کہ آپنے قرآن کی تعلیم لازمی قرار دے رکھی تھی اور اس کا کافی انتظام کیا تھا۔ آپ کی حیات میں قرآن کی ہر طرح اشاعت ہو گئی تھی۔ آپکی حیات میں تقریبًا تمام ممالک و اقوام میں اسلام پہونچ گیا تھا۔ اور مسلمانوں کی تعداد لاکھوں تھی۔ ان میں سے ایک بھی ایسا

www.ahnafmedia.com

نہ تھا جو کچھ نہ کچھ قرآن نہ پڑھا ہو۔ آج بھی روئے زمین پر کوئی مسلمان ایسا نہیں مل سکتا جس کو قرآن کی دو چار سورتیں یاد نہ ہوں۔ کیونکہ نماز فرض ہے اور قرآن کا نماز میں پڑھنا لازم ہے اگر شومئ بخت سے کوئی مسلمان پابند نماز نہیں تو کبھی نہ کبھی تو نماز پڑھتا ہی ہے اس لئے اس کو کچھ نہ کچھ قرآن ضرور یاد ہوتا ہے۔

حفظ قرآن

جب کوئی آیت یا سورت نازل ہوتی تو آپ فوراً صحابہ کو لکھا دیتے اور پڑھا دیتے۔ صحابہ حفظ کر لیتے کان داب الصحابة رضی اللہ عنہم من اول نزول الوحی الی آخرہ المسارعة الی حفظہ یعنی تمام زمانہ وحی میں صحابہ کا یہ معمول رہا کہ جو وحی نازل ہوئی اس کو حفظ کر لیا (زبدۃ البیان فی رسوم مصاحف عثمان)

آپ کے عہد مبارک میں حفاظ کی یہ کثرت تھی کہ تمام جزیرۃ العرب کے حصص و دیہات تک میں حفاظ و معلم پہونچ گئے تھے۔ اور ایک ایک قبیلہ میں حضور نے دس دس، بیس بیس۔ چالیس چالیس ستر ستر قاری بھیجے صرف بیر معونہ میں جو ابتدائے ۴ھ ہجری میں ہوا۔ ستر حفاظ شہید ہوئے۔ اور کئی لڑائیوں میں کثیر تعداد حفاظ شہید ہوئے۔ کتب تاریخ میں بتفصیل تمام واقعات و اسماء موجود ہیں۔ علامہ ذہبیؒ نے طبقات القراء میں لکھا ہے کہ ایک جماعت صحابہ کی ایسی تھی جنہوں نے پورا قرآن حفظ کر لیا تھا اور حضور کو سنا دیا تھا منجملہ ان کے وہ سات قاری ہیں جن کی سند آج تک دنیا میں مسلم ہے۔ من جملتہم سبعة ائمة اعلام ودارت علیہم اسانید القرآن وذکروا فی صدر الکتب الاجازات عثمان بن عفان وعلی ابن ابی طالب وابی بن کعب وعبد اللہ بن مسعود وزید بن ثابت وابو موسیٰ الاشعری وابو الدرداء (طبقات القراء) یعنی قرآن کی سند ان سات ائمہ کی مشہور ہے۔

اور حضور نے فرمایا ہے استقرؤا القرآن من اربعة من عبد اللہ بن مسعود وسالم مولی ابی حذیفة وابی بن کعب ومعاذ بن جبل (یعنی قرآن ان چار سے پڑھو۔ بخاری)

ابی بن کعب کے متعلق تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے۔ اقرأ الصحابة وسید القراء قرأ القرآن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم (صحابہ میں سب سے زیادہ قاری اور قاریوں کے سردار تھے۔ رسول کریم سے قرآن پڑھا تھا)۔

ابو موسیٰ اشعری کے متعلق ہے حفظ القرآن وعرضہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن حفظ کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔ مفتاح السعادت جلد اول)۔

ابو بکر صدیق کے حافظ ہونے کے متعلق امام ابوالحسن اشعری نے تصریح کی ہے (مفتاح السعادت جلد اول) اور اصحاب نے بھی قرآن حفظ کر کے سنایا تھا۔ فاما من حفظہ کلہ منہم وعرض علی النبی صلی

الله علیہ وسلم فجماعة من نجباء محمد صلی الله علیہ وسلم۔ اجلۂ صحابہ کی ایک جماعت نے پورا قرآن حفظ کیا اور حضور کو سنایا۔ طبقات القراء)

صحابہ میں دس ہزار حافظ زیادہ مشہور تھے۔ ان دس ہزار میں (۳۷) کو خصوصیت خاصہ حاصل تھی۔ ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق۔ عثمان بن عفان۔ علی ابن ابی طالب۔ عبداللہ بن مسعود۔ طلحہ۔ سعد بن ابی وقاص۔ حذیفہ بن الیمان۔ ابوہریرہ۔ عبادہ بن الصامت۔ معاذ بن جبل۔ مجمع بن حارثہ۔ فضالہ بن عبید، ابوموسیٰ اشعری۔ عمرو بن العاص۔ سعد بن عبادہ۔ عبداللہ بن عباس۔ ابوایوب انصاری۔ عبداللہ بن ذوالبجادین۔ عبید بن معاویہ بن زید بن ثابت۔ ابوزید۔ سالم مولی ابی حذیفہ۔ مسلمہ بن مخلد بن الصامت سعد بن عبید بن نعمان انصاری۔ زید بن ثابت۔ ابی بن کعب۔ عبداللہ بن السائب۔ سلیمان بن ابی حثمہ تمیم الداری۔ معاذ بن الحارث۔ ابوالدرداء۔ عقبہ بن عامر الجہنی۔ عبداللہ بن عمر بن الخطاب۔ سعد بن المنذر ابن اوس۔ قیس بن صعصعہ۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص۔ ابوحلیمہ معاذ (تہذیب التہذیب، طبقات ابن سعد تذکرة الحفاظ للذہبی و مفتاح السعادت، اتقان، صحیح بخاری)

مردوں کے علاوہ عورتیں بھی حافظ تھیں۔ ان میں چار زیادہ مشہور تھیں۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ، ام المومنین حفصہ، ام المومنین ام سلمہ۔ ام ورقہ بن نوفل (ابوداؤد)

حفظ قرآن اور تلاوت قرآن کی یہ کثرت تھی کہ عمرو بن سلمہ کا گھر ایک چشمہ کے کنارے تھا۔ آپ کا سات برس کا سن تھا، آنے جانے والے مسافر چشمے پر آرام کرتے تھے۔ جس طرح عام عادت ہے کہ تفریحی مقام پر کچھ پڑھنے لگتے ہیں تو آنے جانے والے قرآن پڑھتے تھے۔ یہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن جس طرح بچوں کی عادت ہے کہ آنے جانیوالوں سے سنکر کچھ یاد ہو جاتا ہے ان کو بھی قرآن مجید کا کچھ حصہ یاد ہو گیا تھا۔ بخاری)

عبداللہ بن عمرو بن العاص کے متعلق ہے فاضلاً حافظاً عالماً قرأ الکتاب (یعنی فاضل تھے حافظ تھے، عالم تھے، قاری تھے (استیعاب)

قیس بن صعصعہ و سعید بن المنذر بن اوس عبداللہ بن عمر فاروق و عقبہ بن عامر الجہنی تمیم الداری و عبداللہ بن السائب، ان اصحاب کے متعلق طبقات ابن سعد و استیعاب جلد اول، کنز العمال جلد اول و تاریخ الخلفاء۔ فتح الباری و اسد الغابہ، تہذیب التہذیب جلد ہفتم میں لکھا ہے کہ یہ سب حفاظ میں سے تھے

سلیمان بن ابی حثمہ یہ حافظ قرآن تھے حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں انہیں عورتوں کو قرآن سنانے پر مامور کیا تھا اور خلیفہ سوم حضرت عثمان نے ان کو تراویح کا امام مقرر کیا تھا (طبقات ابن سعد جلد پنجم ص۱۶ و ۱۷)

www.ahnafmedia.com

اور دیگر اصحاب کے متعلق تفصیل طلب حضرات تذکرۃ الحفاظ و استیعاب و تہذیب التہذیب وغیرہ کتب دیکھیں
مسٹر ولیم میور لکھتے ہیں :۔ قوت حافظہ اُن کی انتہائی درجہ پر تھی۔ اور اس کو وہ لوگ قرآن کی نسبت کمال سرگرمی سے کام میں لاتے تھے ان کا حافظہ ایسا مضبوط تھا اور ان کی محنت ایسی قوی تھی کہ اکثر اصحاب پیغمبر کی حیات میں بڑی صحت کے ساتھ تمام وحی کو حفظ پڑھ سکتے تھے (لائف آف محمد)

چھٹی صدی عیسوی دنیا کا تاریک ترین زمانہ تھا۔ ایک عرب ہی پر منحصر ہے نہیں دنیا کے ہر حصہ میں پڑھے لکھوں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ فی ہزار ایک کا بھی اوسط نہ تھا۔ ایسے زمانہ میں بہترین ذریعہ حفاظت کا حفظ تھا۔ تحریر پر اس قدر بھروسہ نہیں ہو سکتا تھا، اول تو لکھنے والے کم، مطابع، پریس نہ تھے۔ اسلئے قلیل التعداد تحریروں میں جعلسازی آسانی سے ہو سکتی تھی۔ اسی وجہ سے قرون ثلاثہ میں ہمارے ائمہ حدیث اُس راوی کو ضعیف سمجھتے تھے جو کتاب دیکھکر روایت کرتے تھے۔

مذاہب عالم کی کتابیں تحریر ہوئیں کیا انجام ہوا۔ اگر قرآن کا مدار بھی تحریر پر ہوتا تو یہی حشر ہوتا۔ قرآن کی حفاظت حفظ ہی سے ہو سکی اور بغیر اس کے ممکن نہ تھی۔ عہد رسول میں ایک دو نہیں ہزاروں سینوں میں مکمل محفوظ تھا۔ اور لاکھوں سینوں میں متفرق طور پر اور بہت سے ممالک میں قرآن پہونچکر لوگوں کے دل نشین ہو گیا تھا۔ حضور کی حیات میں عرب، افریقہ، ایران، روم، ہند، چین وغیرہ ممالک میں اسلام پہونچ گیا تھا۔

ہندو فاضل منشی جے بہادر لکھتے ہیں :۔ تیر سان مشہور چینی مورخ نے لکھا ہے کہ ۶۲۸ء میں وہاب ابن ابی کبشہ رسُول کا فرمان لیکر شاہ چین کے دربار میں داخل ہوئے شہنشاہ چین نے ان کا بہت اعزاز کیا اور کانٹین میں مسجد تعمیر کرنے کی اجازت دی (تلقین مذہب مطبوعہ ۱۳۲۷ ہجری وکٹوریہ پریس ص۱۱۶)

سراج ہندی کی روایت بھی کسی جگہ درج ہے۔ حفظ کے ذریعہ حفاظت کا تذکرہ قرآن میں بھی ہے بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ (عنکبوت) یعنی یہ کتاب کھلی ہوئی آیتوں کا مجموعہ ہے جو اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہے۔

اسلام کے ساتھ ہی ساتھ حضور کے عہد مبارک میں قرآن اکثر ممالک میں شائع ہو گیا تھا۔

تلاوت قرآن

قرآن جس قدر جس نے پڑھا تھا وہ اسکی تلاوت کرتا ہی تھا۔ اب بھی اکثر مسلمان تلاوت کرتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کا صرف ایک حدیث سے سات روز میں ثابت ہے جو ترتیب قرآن کے بیان میں نقل

www.ahnafmedia.com

کیگئی ہے۔ باقی اصحاب میں بڑے بڑے باکمال تلاوت کرنے والے تھے۔
عثمان غنی و تمیم داری ایک رکعت میں قرآن ختم کرتے تھے (تہذیب التہذیب و استیعاب)
عبداللہ بن عمر بن الخطاب و عبداللہ بن عمرو بن العاص ایک رات میں ختم کرتے تھے (فتح الباری)
سعد بن المنذر بن اوس تین دن میں ختم کرتے تھے (فتح الباری۔ اُسد الغابہ)
قیس بن صعصعہ کو حضور نے فرمایا تھا کہ ایک ہفتہ میں ختم کیا کرو (استیعاب جلد اوّل)

قرآن بوقت وفاتِ رسولؐ

حضور نے جب رحلت فرمائی ہے تو آپ کے صحابہ کی تعداد لاکھوں تھی۔ اور دور دراز ممالک میں اسلام پہونچ گیا تھا۔ حجۃ الوداع میں حضور کے ساتھ ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحاب تھے۔ یہ تعداد حج کرنے والوں کی اس زمانے کے اعتبار سے تو کروڑوں سے اور اس زمانہ کے اعتبار سے پانچ چھ لاکھ سے حاصل ہو سکتی ہے۔
نماز فرض تھی۔ پانچوقت پڑھی جاتی تھی۔ نماز میں قرآن کا پڑھنا فرض تھا۔ اسلئے تھوڑا بہت قرآن تو ہر مسلمان کو یاد تھا۔ اور اس طرح اقطاع عالم میں چوبیس گھنٹے برابر تلاوت قرآن جاری تھی۔
ہزاروں حافظ تھے۔ مشہور حفاظ کی تعداد دس ہزار بیان کی گئی ہے۔ عورتیں بھی حافظ تھیں غلام بھی حافظ تھے۔ ایسے ایسے تلاوت کرنے والے تھے کہ ایک رکعت میں قرآن ختم کرتے تھے۔ آپ نے مکمل قرآن لکھا دیا تھا۔ صدہا صحیفوں میں لکھا ہوا تھا۔ آپ نے جو قرآن لکھایا تھا وہ متفرق اشیا پر تھا۔
آپ نے قرآن قواعد تجوید کے ساتھ پڑھایا تھا اور ترتیب کے ساتھ آپ تلاوت کرتے تھے اور صحابہ پڑھتے تھے۔ اعراب و نقاط کا لکھنے میں رواج نہ تھا۔ پڑھنے میں تھا۔ آپ نے تاکید فرمائی اعربوا القرآن (کنز العمال)
امام سیوطی نے لکھا ہے ولکن ملکۃ الاعراب الموجودۃ فی نفوسھم قبل اختلاطھم بالام العجمیۃ (یعنی اہل عرب کے نفوس میں اعراب کا ملکہ تھا جو ان کو غلطی سے محفوظ رکھتا تھا جب تک کہ وہ عجمیوں سے نہ ملے تھے اتقان)
آیات و وقوف بھی توقیفی ہیں۔ آپ نے صحابہ کو تعلیم فرمائے تھے مگر ان کا کوئی نشان کتابت میں مقرر تھا۔ آپ نے قرآن کو سات منزلوں پر تقسیم فرمادیا تھا۔ بعض سورتوں اور آیات کی تعداد حضور سے منقول ہے۔
لیکن قرآن بین الدفتین جمع نہیں ہوا تھا۔ انما القرآن کان علی ھذا التالیف والجمع فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانما ترک جمعہ فی مصحف واحد یعنی قرآن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسی ترتیب پر تھا مگر ایک مصحف میں جمع نہ ہوا تھا۔ (خازن جزو اوّل)

www.ahnafmedia.com

قرآن عہدِ خلافت اوّل میں

حضرت زید بن ثابت کی حدیث سے جس کو تمام محدثین نے نقل کیا ہے جمع قرآن کی کیفیت عہد خلافت اولیٰ میں معلوم ہوتی ہے۔

ان زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قال ارسل الی ابوبکر الصدیق مقتل اھل الیمامة فاذا عمر بن الخطاب عندہ قال ابوبکر رضی اللہ عنہ ان عمر اتانی فقال ان القتل استحر یوم الیمامة بقراء القرآن انی اخشی ان یستحر القتل بالقراء بالمواطن فیذھب کثیر من القرآن وانی اری ان تامر بجمع القرآن قلت لعمر کیف تفعل شیئا لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال عمر ھذا واللہ خیر فلم یزل عمر یراجعنی حتی شرح اللہ صدری لذلک ورأیت فی ذلک الذی رأی عمر قال زید قال ابوبکر انک رجل شاب عاقل لانتھمک و قد کنت تکتب الوحی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتتبع القرآن فاجمعہ قال فواللہ لو کلفونی نقل جبل من الجبال ما کان اثقل علی مما امرنی بہ من جمع القرآن قلت کیف تفعلون شیئا لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ھو واللہ خیر فلم یزل ابوبکرؓ یراجعنی حتی شرح صدری للذی شرح لہ صدر ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما فتتبعت القرآن اجمعہ من العسب واللخاف وصدور الرجال حتی وجدت اخر سورة التوبة مع ابی خزیمة الانصاری لم اجدھا مع احد غیرہ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حتی خاتمة براءة فکانت الصحف عند ابی بکر حتی توفاہ اللہ ثم عند عمرؓ فی حیاتہ ثم عند حفصة بنت عمر رضی اللہ عنہما۔ یعنی زید بن ثابت سے روایت ہے کہ جنگ یمامہ کے زمانہ میں ابوبکر نے مجھے بلوایا۔ عمر بھی وہاں موجود تھے خلیفہ نے کہا یمامہ کی لڑائی میں بہت قاری شہید ہوئے ہیں۔ ایسے ہی اگر اور چند لڑائیاں ہوئیں تو مجھے ڈر ہے کہ قرآن کا اکثر حصہ تلف ہو جائے گا۔ عمر نے مجھ سے کہا کہ تو قرآن جمع کرا۔ تو نوجوان سمجھدار معتبر آدمی ہے، کاتب وحی بھی ہے اسلئے مناسب ہے کہ تو تلاش کر کے (عام تحریرات سے) قرآن جمع کر۔ میں نے کہا کہ یہ ایسا بھاری کام ہے کہ اس کے مقابلہ میں پہاڑ کا ہٹا دینا آسان ہے اور جو کام رسول نے نہیں کیا وہ آپ کیسے کریں گے۔ خلیفہ نے کہا کہ ہاں یہ نیک کام ہے۔ مجھ میں اور خلیفہ میں گفتگو ہوئی میری بھی سمجھ میں آگیا کہ یہ کام مناسب ہے۔ اس پر میں نے قرآن کو کھجور کے پتوں، پتھر کے ٹکڑوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کیا۔ سورہ توبہ کی آخری آیات ابو خزیمہ کے پاس سے ملیں۔ میرا لکھا ہوا قرآن حضرت ابوبکر کے

پاس محفوظ رہا۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس۔ ان کے بعد حضرت حفصہ کے پاس محفوظ رہا۔

زید بن ثابت وحی کے کاتبوں میں اوّل درجہ کے کاتب تھے۔ اور عرضہ اخیرہ میں حضور سے دو مرتبہ قرآن سُنا۔ اسلئے تمام کاتبوں میں خلیفہ نے انہیں کو منتخب کیا۔ زید کے اظہار رضامندی کے بعد اس امر پر غور کرنے کیلئے حضرت عمر کے مکان پر ایک جلسہ کیا گیا اسمیں حضرات ذیل شریک تھے۔

ابوبکر صدیق۔ عمر بن الخطاب، عثمان بن عفان۔ علی بن ابی طالب، اُبی بن کعب۔ عبداللہ بن مسعود عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن الزبیر۔ عبداللہ بن عباس۔ ابن السائب، خالد بن الولید۔ طلحہ۔ سعد۔ حذیفہ سعید۔ سالم۔ ابوہریرہ۔ عبادہ بن صامت، ابوزید۔ ابودرداء۔ ابوموسیٰ اشعری۔ عمرو بن العاص۔ زید بن ثابت سب نے اسپر اتفاق کیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عرب میں ارتداد پھیلنا شروع ہوا۔ مدعیان نبوت کھڑے ہوگئے۔ اسلام کے خلاف ہر قسم کی سازشیں شروع ہوگئیں یہ ایک پُرآشوب وقت تھا۔ اشرار کو ہر قسم کی شرارت کا موقع حاصل تھا۔ حضور موجود نہ تھے کہ جن کے ہر لفظ پر لوگ آمنّا وصدّقنا کہتے تھے۔ اس لئے اس وقت ہر قسم کی احتیاط کی ضرورت تھی۔ قرآن مجید جو حضورؐ نے تحریر کرایا تھا وہ متفرق اشیاء پر تھا۔ صحابہ نے جو بطور خود لکھا تھا اسکی یہ کیفیت تھی کہ کسی کے پاس ایک سورت، کسی کے پاس دس سورتیں، کسی کے پاس کچھ آیتیں۔ کسی کے پاس آیت کے ساتھ تفسیری جملے بھی لکھے ہوئے تھے۔ بعض بعض کے پاس پورا قرآن جس کو انہوں نے اپنی اپنی معلومات کی موافق بترتیب نزول لکھا تھا۔ یہ ترتیبیں مختلف تھیں کیونکہ ہر شخص کی معلومات میں کچھ نہ کچھ فرق تھا۔ حضور نے بترتیب نزول جمع نہیں کرایا تھا۔ نہ سب کی ترتیب نزول آپ سے صحابہ کو معلوم ہوئی تھی، آپ نے ترتیب توقیفی کے ساتھ یاد کرایا تھا۔ اور اسی ترتیب سے آپ پڑھتے پڑھاتے تھے لیکن چونکہ سلسلۂ کلام جاری تھا ابھی معلوم نہ تھا کہ اسمیں سے کچھ منسوخ ہوگا یا درمیان میں اور سورتیں یا آیتیں نازل ہونگی۔ اسلئے ترتیب توقیفی پر حضور نے لکھنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ یہ عام قاعدہ بھی ہے کہ کتاب کی ترتیب ختم تصنیف پر ہوتی ہے۔ پھر ایسی کتاب کی ترتیب ختم سے پہلے کیونکر مناسب ہوسکتی ہے کہ جو پارہ پارہ نازل ہورہی ہو جس کے اختتام کا حال کسی کو معلوم ہو۔ جسمیں ناسخ و منسوخ کا بھی سلسلہ ہو۔ چونکہ رسول کریم نے اس ترتیب پر تحریر کا کوئی حکم نہیں دیا تھا۔ اسی وجہ سے اوّل حضرت ابوبکر کو تامل ہوا۔ حضرت عمر نے اس خیال سے کہ کلام ختم ہوگیا۔ ابھی صحابہ اور حفاظ موجود ہیں۔ قرآن ترتیب توقیفی پر اگر جمع نہ ہوا تو کل کو بڑا فتنہ برپا ہوگا، کوئی کہے گا کہ یہ ترتیب ہے۔ کوئی کہے گا بس اسی قدر سورتیں ہیں۔ کوئی کہے گا یہ آیتیں اس طرح ہیں اسلئے حضرت عمر نے خلیفہ سے کہا کہ آپ قرآن جمع کرا دیجئے۔ چونکہ اس زمانہ میں تحریر سے حفظ پر زیادہ بھروسہ تھا۔

www.ahnafmedia.com

پریس و مطابع نہ تھے۔ لکھنے والے کم تھے۔ حفاظ ہزاروں تھے۔ اس لئے تحریر کے متعلق تو کوئی فتنہ پرداز کوئی شگوفہ چھوڑ سکتا تھا۔ اور اس پر وہ لوگ جو لکھے پڑھے نہ تھے یا جن کے یہاں کوئی تحریر نہ تھی برہم ہو سکتے تھے۔ اس لئے حضرت عمر نے کہا کہ اگر جنگ یمامہ کی طرح اور دو چار معرکہ ہو گئے (کیونکہ اس جنگ میں بارہ سو مسلمان شہید ہوئے انہیں سات سو حفاظ تھے اور مشہور قراء میں سے سالم بھی شہید ہو گئے (عمدۃ القاری و نہایۃ الایجاز فی سیرۃ ساکن الحجاز) اور حفاظ کا خاتمہ ہو گیا اور کسی نے کوئی شرارت برپا کر دی تو ممکن ہے کہ لوگ قرآن کے بعض حصص سے انکار کر دیں، کہدیں کہ ہمیں تو اسی قدر یاد ہے۔ ہمارے پاس تو اتنا ہی لکھا ہوا ہے تو قرآن کے بعض حصوں کے تلف ہونے کا اندیشہ ہے۔ اسوجہ سے حضرت عمر نے تحریک کی جو بعد شوریٰ منظور ہوئی۔

اس جمع کیلئے یہ بھی ممکن تھا کہ دو چار، دس بیس حفاظ کو بٹھا کر لکھ لیا جاتا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ لکھے ہوئے قرآنوں کو لیکر مرتب کر لیا جاتا۔ لیکن اس شورہ پشر کے زمانہ میں بہر صورت خطرہ تھا۔ لہذا ایسی صورت اختیار کی گئی کہ جسمیں کسی کو شبہ و شکایت کا موقع نہ ملے۔

خلیفہ کے حکم سے حضرت عمر اور زید بن ثابت حرم کے دروازے پر بیٹھ گئے اور منادی کرا دی گئی۔ (قام عمر فقال من کان تلقی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئاً من القرآن فلیأت به وکانوا یکتبون ذلك فی الصحف والالواح والعسب قال وکان لا یقبل من احد شیئاً حتی یشهد شاهدان۔ یعنی اعلان کیا گیا کہ جس کسی کے پاس کوئی حصہ قرآن کا رسول کریم کے سامنے کا لکھا ہوا ہے وہ لائے اور وہ دو گواہوں کی شہادت سے قبول کیا جاتا تھا۔ ابوداؤد) اور وہ تحریرات طلب کی گئیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھی گئی تھیں (فتح الباری جلد اول ص۱۲ و اتقان للسیوطی نوع ۱۸)۔

شیعوں کے یہاں بھی ایک طویل حدیث حضرت علی کی احتجاج طبرسی میں ہے جسکا یہی مطلب ہے (فصاح منادیهم من کان عنده شئ من القرآن فلیاتنا به۔ یعنی منادی ہوئی کہ جس کے پاس قرآن کا کچھ حصہ ہے وہ لائے۔ تفسیر صافی شیعی) اور ہر تحریر کا حفاظ سے مقابلہ کیا جاتا تھا (وکان غرضهم ان لا یکتب الا من عین ما کتب بین یدی النبی لا من مجرد الحفظ یعنی صرف اسکی نقل کیجاتی تھی جو رسول کریم کے سامنے لکھا گیا۔ محض حفظ ہی پر نہ لکھا جاتا تھا (اتقان و فتح الباری)

مختلف لوگ جو لائے وہ مختلف اشیاء پر تھا، اونٹ کی ہڈیوں پر، کھجور کے پٹھوں پر، وغیرہ وغیرہ کوئی ایک سورت لایا، کوئی چار سورتیں، کوئی کچھ آیتیں۔ اور اعلان کے موافق ہر ایک سے گواہ لئے گئے سورہ احزاب اور سورہ توبہ کی آخری آیات ابو خزیمہ لائے۔ ان کو اور کوئی نہیں لایا۔ زید کہتے ہیں کہ ان آیات کو

اور کوئی نہیں لایا۔ (کنت اسمع من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ بھا۔ یعنی میں نے رسول کریم کو سنا تھا کہ آپ پڑھتے تھے) لیکن چونکہ اسمیں جمع کرنے والوں یا خاص لکھنے والوں کا دخل نہ تھا۔ اس لئے باوجود یاد ہونے کے زید بن ثابت اس کو جب تک نہ لکھ سکے جب تک ایک شخص اور نہ لایا۔ یہ کاروائی خود بتاتی ہے کہ اطمینان عام مقصود ہے۔ ورنہ زید اور عمر دونوں حافظ تھے، دونوں کاتب وحی تھے، لکھ لیتے، مگر جو شرط مقرر کی گئی اس کے خلاف نہیں کیا۔ ورنہ اصحاب رسول میں ہزاروں ایسے تھے جو تنہا اپنی یاد پر جمع کر سکتے تھے۔ حضرت علی نے تین دن میں جمع کر ہی لیا تھا۔ (باب المصاحف دیکھئے)۔ مگر یہاں تو عام اطمینان کے لئے عوام سے مطالبہ تھا۔ اور یہ بعد ثبوت قبول کیا جاتا تھا۔ ابو خزیمہ کے آیات لانے کا بیان بھی بغرض اطمینان عام ہے کیونکہ یہ آیات صرف ابو خزیمہ ہی کے پیش کرنے پر قبول کی گئیں، اُن سے گواہ نہیں لئے گئے، یہ صورت بظاہر اعلان کے خلاف تھی۔ لیکن اسکی وجہ زید نے خود بیان کر دی کہ ابو خزیمہ سے گواہ اسلئے نہیں لئے گئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو ذو شہادتین (دو گواہی والا) قرار دیا تھا۔ اس کا اظہار ضروری تھا اور پھر گواہی میں خود کو بھی پیش کر دیا۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ آیات کسی اور کے پاس لکھی ہوئی نہ تھیں سب لکھنے والوں کے پاس تھیں۔ لیکن یہاں مطالبہ صرف اُن کا تھا جو حضور کے سامنے لکھی گئیں، ان کو ابو خزیمہ کے سوا اور کسی نے نہ لکھا تھا (انہ کان یتطلب نسخ القرآن من الاصل الذی کتب بأمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبین یدیہ فلم یجد تلک الآیات الا مع خزیمۃ۔ خازن جلد اول) یعنی جو رسول کریم کے سامنے لکھی گئیں وہ طلب کی گئیں اور یہ آیتیں ابو خزیمہ کے سوا حضور کے سامنے کی لکھی ہوئی اور کسی کے پاس نہ تھیں)

اس حدیث پر سرسری نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام کاروائی اطمینان عام کے لئے تھی اور یہ بیان بھی اطمینان عام کیلئے ہے۔

قرآن کا اس طرح متفرق اشیاء اور مختلف اشخاص کے پاس سے جمع ہو جانا کہ جس میں کسی کو شبہ نہو یہ قرآن کی تحریر اور اسکی حفاظت کی زبردست دلیل ہے۔

یہ قرآن چمڑے پر لکھا گیا۔ قال ابن حجر فی روایۃ عمارۃ بن غزیۃ ان زید بن ثابت قال امرنی ابوبکر فکتبتہ فی قطع الادیم (یعنی زید نے کہا کہ میں نے ابوبکر کے حکم سے چمڑے کے ٹکڑوں پر لکھا (اتقان)

یہ قرآن خط حیری میں لکھا گیا۔ سورتیں علیحدہ علیحدہ لکھی گئیں۔ کئی جلدیں مرتب ہوئیں۔ اس نسخہ کو اُم کہتے تھے۔ یہ نسخہ مرتب ہو کر رکھا رہا۔ کسی کا اسکی نقل کرنا یا اسمیں تلاوت کرنا مذکور نہیں۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ بغرض اطمینان عام مرتب کیا گیا۔ سب نے اپنے واسطے لکھ لئے تھے۔ ورنہ لوگ اسکی نقل کرنے کو دوڑے پھرتے۔ حضرت عثمان کے زمانہ تک کسی نے اس کو چھوا تک نہیں۔ امام ابن حزم نے لکھا ہے کہ خلیفہ اول کے عہد میں

www.ahnafmedia.com

کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں لوگوں کے پاس بکثرت قرآن نہ ہوں (کتاب الفصل الملل والنحل جلد ثانی)
اس عہد کے ایک مصحف کا ورق جس پر سورۂ جن کی آیات تحریر ہیں، یورپ کے مشہور کتب خانہ بوردلین لائبریری میں ہے اور بھی مصاحف اس عہد کے ہیں (باب المصاحف دیکھئے)

اس عہد تک نقاط و حرکات و علامات کا رواج نہ تھا۔ اذا مات عمر کانت مائۃ الف صحف من مصر الی العراق والشام والیمن یعنی جب حضرت عمر کی وفات ہوئی ایک لاکھ قرآن مصر، عراق، شام اور یمن میں تھے۔ (کتاب الفصل) حجاز اور دیگر ممالک مستثنیٰ ہیں۔ اسلئے ہم سوا لاکھ فرض کرتے ہیں حضرت عثمان کے عہد میں اور بھی اضافہ ہوا ہوگا۔ اس لئے کل تعداد دو لاکھ قرار دینی چاہیئے۔ لیکن حضرت عثمان نے جب قرآن جمع کرایا تو نہ اپنا قرآن لیا نہ اور کسی کا وہی صحف ابوبکر طلب کئے۔ اور وہی مختلف پرزے جو رسول کریم کے سامنے لکھے گئے اور پھر ترتیب انہی سے بمقابلہ حفاظ ہوئی۔ اس کارروائی سے بھی ثابت ہے کہ اطمینان عام مقصود ہے۔ ورنہ لکھے ہوئے تو لاکھوں تھے۔

حضرت ابوبکر کا مرتب کرایا ہوا نسخہ ان کے پاس رہا۔ اُن کے بعد حضرت عمر کے پاس رہا۔ اُن کے بعد حضرت عثمان نے اس کو نہیں لیا۔ حضرت عمر کی بیٹی ام المؤمنین حفصہ کے پاس رہا۔ اُن کی وفات کے بعد مروان حاکم مدینہ نے لیلیا۔ اُس کے پاس سے ایک سفر میں گم ہو گیا۔

جمع قرآن

جمع قرآن سے یہ مطلب ہے کہ جن لوگوں نے بجمیع وجوہ لغات و حروف و قرأت خود رسول کریمؐ سے حاصل کیا اور حفظ کیا اور لکھا (عمدۃ القاری)

حفظ کرنے والے تو بہت تھے، ان کا شمار کیا بتایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اصحاب رسول کریمؐ کی تعداد لاکھوں تھی۔ جن لوگوں نے قرآن جمع کیا۔ انہی کا صحیح شمار معلوم نہیں۔ علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے۔
ان الذین جمعوا القرآن علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یحصیھم عدد ولا یضبطھم احد
یعنی جن لوگوں نے رسول کریم کے عہد میں قرآن جمع کیا اُن کا کوئی شمار نہیں (عمدۃ القاری)

حدیثوں میں قرآن جمع کرنے والوں میں سب سے زیادہ فائق اصحاب کا ذکر ہے۔ جن کی تعداد (۲۹) ثابت ہوتی ہے۔ ان میں سے ایک صاحب کی جمع میں ایک یا دو سورتیں رہ گئیں تھیں کہ حضور کی وفات ہو گئی ہر راوی نے اپنی اپنی معلومات کی موافق جمع کرنے والوں کے نام بتلائے ہیں

اخرج ابو عمرو عن محمد بن کعب القرظی قال کان ممن جمع القرآن علی عھد النبی

صلے اللہ علیہ وسلم وھو حی عثمان بن عفان وعلیؓ بن ابی طالب وعبد اللہ بن مسعود من المہاجرین وسالم مولی ابی حذیفۃ (یعنی رسول کریم کی حیات میں عثمان، علی، ابن مسعود نے مہاجرین میں سے اور سالم نے قرآن جمع کیا (ازالۃ الخفا جلد دوم ص۲۷)

عن عامر الشعبی قال جمع القرآن علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ستۃ رھط من الانصار معاذ بن جبل وابی بن کعب وزید بن ثابت وابو الدرداء وابو زید وسعد بن عبید قال قد کان بقی علی مجمع بن جاریۃ سورۃ او سورتان حین قبض النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعنی رسول کریم کی حیات میں انصار میں سے چھ آدمیوں نے قرآن جمع کیا تھا۔ معاذ بن جبل۔ ابی بن کعب، زید بن ثابت ابو الدرداء۔ ابو زید۔ سعد بن عبید۔ اور مجمع کے قرآن میں ایک یا دو سورتیں کم تھیں کہ حضور کی وفات ہو گئی

عن محمد بن سیرین قال جمع القرآن علی عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابی بن کعب وزید بن ثابت وعثمان بن عفان وتمیم الداری۔ یعنی حضور کی حیات میں ابی، زید، عثمان اور تمیم نے قرآن جمع کیا۔

قال محمد بن کعب القرظی جمع القرآن فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمسۃ من الانصار معاذ بن جبل، عبادۃ بن الصامت وابی بن کعب وابو ایوب الانصاری وابو الدرداء یعنی رسول کریم کی حیات میں پانچ انصاریوں نے قرآن جمع کیا۔ معاذ۔ عبادہ۔ ابی۔ ابو ایوب، ابو الدرداء۔

یہ روایتیں طبقات ابن سعد جلد دوم میں ہیں۔

عن انس قال مات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یجمع القرآن غیر اربعۃ ابو الدرداء ومعاذ ابن جبل وزید بن ثابت وابو زید ونحن ورثناہ یعنی انس کہتے ہیں کہ رسول کریم کی حیات میں چار آدمیوں نے قرآن جمع کیا۔ ابو الدرداء۔ معاذ بن جبل۔ زید بن ثابت۔ ابو زید۔ اور ابو زید کے قرآن کا وارث میں ہوا (بخاری باب فضائل القرآن)

اس حدیث میں صرف قبیلہ انصار کا ذکر ہے جس کا ثبوت حدیث مرقومہ بالا کے فقرے خمسۃ من الانصار سے ہوتا ہے۔

وفی الریاض من حدیث ابو ثور الفہمی عن عثمان قال لقد جمعت القرآن علی عہد النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعنی حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ حضور کی حیات میں میں نے قرآن جمع کیا۔

عقبہ بن عامر کے متعلق ہے وھو احد من جمع القرآن (وہ بھی قرآن جمع کرنے والوں میں سے تھا)
تہذیب التہذیب)

www.ahnafmedia.com

ابوموسی اشعری - قیس بن ابی صعصعہ، قیس بن سکن، عبداللہ بن عمرو بن العاص، عبداللہ بن حارثؓ ثابت بن بشیر بن ابی، ان اصحاب کا بھی جمع کرنا مذکور ہے۔ (عمدۃ القاری - تاریخ خطیب بغدادی)

صحابیات میں ام ورقہ بن نوفل نے بھی قرآن جمع کیا تھا۔ (عمدۃ القاری)

جمع کا لفظ اسی وجہ سے اختیار کیا گیا کہ ان اصحاب نے بجمیع وجوہ قرآن حاصل کیا اور خود حضورؐ سے حفظ کیا اور لکھا۔ خالی حفظ کا جہاں ذکر ہے وہاں حفظ ہی کا لفظ آیا ہے۔ جہاں پڑھنے کا مذکور ہے وہاں قرأ آیا ہے۔

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حفظ عشر ایات من اول سورۃ الکھف عصم من الدجال (جس نے سورۂ کہف کے شروع کی دس آیتیں حفظ کریں وہ دجال سے محفوظ رہے گا (مسلم)

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ سورۃ الواقعۃ فی کل لیلۃ لم تصبہ فاقۃ ابدًا (جس نے سورۂ واقعہ رات کو پڑھی اس کو فاقہ نہ ہوگا (مشکوۃ)

استیعاب میں عبداللہ بن عمرو بن العاص کے متعلق ہے کان فاضلاً حافظاً عالمًا قرأ الکتاب۔

ابوالدرداء کے متعلق ہے احد الذین جمعوا القرآن حفظاً علی عہد النبی صلے اللہ علیہ وسلم مفتاح السعادت جلد اول ص۳۵۴)

زید بن ثابت کے متعلق ہے من الراسخین فی العلم کتب الوحی وحفظ القرآن (ذہبی جلد اول ص۳۲)

ابوموسیٰ اشعری کے متعلق ہے۔ حفظ القرآن وعرضہ علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم (مفتاح جلد اول ص۳۵۵)

احفظوا عنا کما حفظنا نحن عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (ابوسعید خدری نے کہا ہم سے قرآن اسی طرح حفظ کرو جس طرح ہم نے رسول کریم سے حفظ کیا تھا (دارمی)

غرض حفظ اور چیز ہے۔ جمع اور چیز ہے۔ جمع میں حفظ بھی شامل ہے کتابت بھی شامل ہے۔

ہمارے سلف صالحین ائمہ ومحدثین ومفسرین کا ہمیشہ سے یہ عقیدہ ہے کہ رسول کریم نے صحابہ کو تمام قرآن پڑھا دیا تھا۔ حفظ کرا دیا تھا۔ لکھا دیا تھا۔ چونکہ وحی کا سلسلہ جاری تھا اسلئے تحریر میں ترتیب نہیں کرائی تھی اور نہ بین الدفتین جمع کرایا تھا۔ ہر تصنیف کا یہ قاعدہ ہے کہ بعد ختم تصنیف ترتیب ہوتی ہے اور ایسی کتب جس کا تعلق ...... کسی انسان سے نہ ہو اور وہ ٹکڑے ٹکڑے منجانب اللہ ایک شخص پر نازل ہو رہی ہو اور کلام لانے والا اس کو ہر فقرہ اور ہر جزو کا موقع بتاتا ہو کہ یہ فقرہ فلاں موقعہ پر لکھا جائے اور یہ سورۃ فلاں سورۃ کے بعد لکھی جائے۔ اور اسمیں ناسخ اور منسوخ کا سلسلہ بھی ہو - ایسا کلام جب تک ختم نہ ہو جائے

ترتیب کسطرح ممکن ہے اور سلسلۂ نزول کلام حضور کی وفات سے نو دن قبل تک جاری رہا۔ حضور کی وفات پر معلوم ہوا کہ اب سلسلۂ کلام ختم ہو گیا۔ اس لئے کلام کی ترتیب اور اس کا بین الدفتین جمع ہونا حضور کی حیات میں نہ ہو سکا۔

قال الخطابی انما لم یجمع القرآن صلی اللہ علیہ وسلم فی المصحف لما کان یترقبہ من ورود ناسخ بعض احکامہ او تلاوتہ۔ رسول کریم نے قرآن مصحف واحد میں اسلئے جمع نہیں کرایا تھا کہ یہ خیال تھا کہ شاید کوئی حکم یا آیت منسوخ ہو (اتقان ص۸۵)

ان القرآن کان علی ھذا التالیف والجمع فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانما ترک جمعہ فی مصحف واحد یعنی قرآن اسی ترتیب سے تھا رسول کریم کے زمانہ میں مگر ایک مصحف میں جمع نہیں ہوا تھا۔ خازن جزء اول)

وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلقن اصحابہ ویعلمھم ما نزل علیہ من القرآن علی الترتیب الذی ھو الآن فی مصاحفنا بتوقیف جبریل علیہ السلام۔ یعنی رسول کریم نے قرآن کی یہی ترتیب صحابہ کو بتائی تھی جس ترتیب پر اسوقت موجود ہے۔ اور یہ جبریل کی تعلیم سے تھا۔ (حوالہ مذکور)

قولہ لم یفعلہ رسول اللہ قال الخطابی وغیرہ یحتمل ان یکون صلی اللہ علیہ وسلم انما لم یجمع القرآن فی الصحف لما کان یترقب من حلول ناسخ لبعض احکامہ او تلاوتہ فلما انقضی نزولہ بوفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم الھمہ اللہ الخلفاء الراشدین ذلک وفاء لوعد الصادق لضمان حفظہ علی ھذہ الامۃ المحمدیۃ فکان ابتداء ذلک علی ید الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بمشورۃ عمر رضی اللہ عنہ (عمدۃ القاری باب جمع القرآن) یعنی رسول کریم نے ایک مصحف میں قرآن جمع نہیں کرایا کیونکہ وہ تمام نہ ہوا تھا اور ناسخ و منسوخ کا بھی معاملہ تھا۔ آپ کی وفات سے اس کا نزول ختم ہوا اور خدا نے جو اس کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا وہ ابوبکر کے ہاتھ پر پورا ہوا۔

حضرت علی سے روایت ہے رحمہ اللہ علی ابی بکر اول من جمع کتاب اللہ عزوجل ابوبکر پر رحمت ہو کہ انہوں نے پہلی پہل کتاب اللہ کو جمع کرایا۔ (حوالہ مذکور)

جس طرح حضور نے تعلیم فرمایا تھا اسی ترتیب سے حضرت ابوبکر نے جمع کرایا اور تمام صحابہ نے بھی اپنے اپنے اسی طرح لکھے۔

ترتیب قرآن

قرآن مجید کی آیتوں اور سورتوں کی ترتیب حضور علیہ السلام کی فرمائی ہوئی ہے۔ حضور کو جبریل علیہ السلام

www.ahnafmedia.com

آیات و سور کے مواقع سے آگاہ فرماتے تھے۔ اسی طرح حضور صحابہ کو تعلیم کرتے تھے۔

امام ابوبکر انباری فرماتے ہیں۔ انزل اللہ تعالیٰ القرآن کلہ الی سماء الدنیا ثم فرقہ فی بضع وعشرین سنۃ فکانت السورۃ تنزل لامر یحدث والایۃ جوابا لمستخبر و یوقف جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی موضع الایۃ والسورۃ فاتساق السور کاتساق الآیات والحروف کلہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فمن قدم سورۃ او اخرھا فقد افسد نظم القرآن یعنی جبریل رسول کریم کو آیات و سُور کے مواقع بتا دیتے تھے۔ سورتوں کا باہمی اتصال ایسا ہی ہے جیسے آیات اور حروف کا یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ (اتقان)

ترتیب السور ھکذا عند اللہ فی اللوح المحفوظ۔ سورتوں کی ترتیب وہی ہے جو لوح محفوظ پر خدا کے نزدیک ہے۔ برہان کرمانی)

غرض اس پر اجماع ہے کہ سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے اور جبریل حضور کو بتاتے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو تعلیم فرماتے تھے۔

وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلقن اصحابہ ویعلمھم ما نزل علیہ من القرآن علی الترتیب الذی ھو الآن فی مصاحفنا بتوقیف جبریل علیہ السلام یعنی رسول کریم نے قرآن صحابہ کو اسی طرح اور اسی ترتیب سے تعلیم کیا تھا جو ترتیب حضرت جبریل نے بتائی تھی۔ خازن جزء اول)

ترتیب کی دو قسمیں ہیں ایک ترتیب نزولی۔ دوسری ترتیب رسولی۔

ترتیب نزولی۔ یعنی جس ترتیب سے قرآن نازل ہوا۔ اس ترتیب پر بعض صحابہ نے قرآن لکھا تھا جب کوئی سورت نازل ہوتی وہ لکھ لیتے۔ لیکن چونکہ شان نزول میں صحابہ میں اختلاف ہے اسلئے سب کی یہ ترتیب ایک ہی نہ تھی مختلف تھی ہے انہوں نے اسلئے جمع نہیں کیا تھا کہ قرآن اسی ترتیب پر رہے گا بلکہ وقت کے وقت لکھتے تھے۔ قرآن کی آیات و سور میں باہم ربط و مناسبت ہے۔ دوسری ترتیب سے ربط بگڑ جاتا ہے وہ ایسے ناواقف اور کم علم نہ تھے کہ کلام کو ربط کے خلاف مرتب کرتے۔ چونکہ سلسلۂ وحی جاری تھا کسی کو معلوم نہ تھا کہ اور کیا ہونے والا ہے۔ اس لئے کسی نے اس ترتیب سے قرآن مرتب نہیں کیا۔ جب سلسلۂ وحی منقطع ہو گیا تو اس ترتیب پر سب نے بالاتفاق مرتب کیا۔ اس ترتیب پر سب کیونکر متفق ہوتے۔ یہ حضور کی فرمودہ تھی اور حضور اور تمام صحابہ اسی ترتیب سے پڑھتے تھے۔

علامہ ابن حصار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ سورتوں اور آیتوں کی ترتیب کی بھی آنحضرت کو وحی ہوتی تھی حضور اسی کے موافق آیتوں اور سورتوں کا موقع بیان فرما دیتے تھے۔ اسی وجہ سے تمام صحابہ کا اس ترتیب پر

اجماع ہے (اتقان) چونکہ آیتوں اور سورتوں میں باہم ربط ہے اور شان نزول پر سب کا اتفاق نہیں اسی وجہ سے حضرت عکرمہؓ نے امام ابن سیرین نے کہا کہ انسانوں اور جنوں کی مجموعی طاقت سے باہر ہے کہ قرآن کو شان نزول کے موافق ترتیب کر سکیں (اتقان جزو اوّل ص۵۸)

محققین یورپ نے کوشش کی کہ قرآن کی سورتوں کو ایک قسم کی تاریخی ترتیب دیں لیکن یہ سب ناکام رہے اور انہوں نے اپنی ناکامی کا اعتراف کیا۔

ڈاکٹر تھیوڈر نولڈکی نے ۱۸۶۰ء میں تاریخ قرآن شائع کی۔ یہ یورپ میں ایسی مقبول ہوئی کہ گورنمنٹ نے اس کو انعام دیا اس نے لکھا ہے کہ ترتیب نزول کا معلوم کرنا ناممکن ہے۔

میور نے تفصیلی طور پر ترتیب معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن اسے کامیابی نصیب نہیں ہوئی وہ کہتا ہے کہ یہ بھی ناممکن ہے کہ محمد کے کسی ہمعصر نے ایسی فہرست تیار کی ہو (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا)

ڈاکٹر ایچ گرم نے بھی اسکی کوشش کی لیکن وہ بھی ناکامیاب ہوا۔

ڈاکٹر ہارٹ وک ہرش فاؤڈ نے بھی یہ کام شروع کیا تھا لیکن وہ لکھتا ہے کہ اب تک میں نے تین سورتوں کو تاریخی جگہ دینے کی جو کوشش کی ہے وہ ایک حد تک بڑی ابتدائی ہے جس کے ذریعہ سے میں نے قرآن کی سورتوں کی تنزیلی ترتیب کی چھان بین شروع کی ہے۔ میں پہلے ہی سے یہ اقرار کیوں نہ کر لوں کہ اس سلسلہ میں قابل اطمینان نتائج حاصل کرنے کی بہت ہی کم امید ہے (نئی تحقیقاتیں متعلق قرآن)

قرآن مجید کی آیتوں اور سورتوں میں باہم ربط ہے جس کلام میں ربط نہ ہو وہ فصیح و بلیغ نہیں ہو سکتا موجودہ ترتیب سے سورتوں کا ربط قائم ہے۔ ترتیب نزولی سے ربط قائم نہیں رہتا۔

سورتوں کی بے ربطی ترتیب نزولی سے

علق۔ اس سورت میں انسان پر افضال و اکرام اور اسکی ترقیات کا مذکور ہے

مدثر میں انذار کفار مقصود ہے۔

مزمل تسلیہ رسول ہے۔

ن منکرین نبوت کی طرف روئے سخن ہے اور کفار کے لئے عقوبت دنیوی و اخروی کا مذکور ہے

فاتحہ۔ درخواست ہدایت

لہب۔ مشرکین کے خسارہ میں ہونے کا مذکور ہے

موجودہ ترتیب میں ربط

فاتحہ۔ درخواست ہدایت۔

بقرہ - درخواست ہدایت کی منظوری، ہدایت نامہ کا عطا ہونا۔

آل عمران - ہدایات کا مذکور (مبداء و معاد و آخرت جس پر اہل ہدایت کو یقین لانا ضروری ہے) کا بیان۔ نیکی و بدی کی جزا سزا کا ذکر جہاد فی سبیل اللہ کا مذکور

نساء - سابقہ سورتوں میں عقاید و عبادات کا دستور العمل تھا۔ اسمیں معاملات کا دستور العمل ہے

مائدہ - سورہ نساء کا خاتمہ اس وعدے پر ہے کہ ہم تم سے شرائع کو بیان کرتے ہیں۔ اس سورہ کو اس بیان سے شروع کیا گیا ہے۔

انعام - سورہ مائدہ کا خاتمہ ابطال شرک اور بیان توحید پر ہوا۔ اسمیں اثبات توحید و رسالت اور دیگر شرائع کا بیان ہے۔

آیات و سور کا ربط، ربط کے بیان میں ملاحظہ فرمائیے۔

آیات کی بے ربطی ترتیب نزولی سے

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ، اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو لہو کی بوند سے اور تیرا رب کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے سکھایا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا)

يَاۤ اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ، قُمْ فَاَنْذِرْ ، وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ، وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (اے لحاف میں لپٹے ہوئے کھڑا ہو اور ڈر سنا اور اپنے رب کی بڑائی بول اور اپنے کپڑے پاک رکھ اور گندگی سے دور رہ)

يَاۤ اَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا نِصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (اے کپڑے میں لپٹنے والے کھڑا رہ رات کو، مگر کسی رات آدھی رات یا اس سے کم کر دے تھوڑا سا یا زیادہ کر اس پر اور کھول کھول کر پڑھ قرآن کو)

موجودہ ترتیب میں آیات کا ربط ربط کے بیان میں ملاحظہ فرمائیے۔

ترتیب رسولی

ترتیب رسولی وہ ہے جس کو رسول کریم نے جبریل کی تعلیم سے قائم کیا اور صحابہ کو تعلیم کی اور وہ ترتیب یہی قرآن کی موجودہ ترتیب ہے۔

ترتیب آیات

عن جبیر بن نفیر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ ختم سورۃ البقرۃ بآیتین اعطیتہما من الکنز الذی تحت العرش یعنی رسول کریم نے فرمایا کہ اللہ پاک نے سورۃ بقرہ کو ایسی دو آیتوں

www.ahnafmedia.com

ختم کیا ہے جو مجکو خزانۂ عرش سے ملی ہیں (دارمی)

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ جب آیت وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْہِ اِلَی اللّٰہِ نازل ہوئی (فقال جبریل للنبی ضعہا علی رأس مأتین وثمانین من سورۃ البقرہ) تو جبریل نے رسول کریم سے کہا کہ اس کو سورۂ بقر کی (۲۸۰) آیتوں کے بعد لکھو (خازن جلد اول)

حضرت عثمان بن ابی العاص سے روایت ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ مجھے جبریل نے کہا کہ آیت اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ بِالْعَدْلِ کو فلاں سورت سے فلاں آیت کے بعد رکھو (اتقان نوع ۱۸)

فقال عثمان کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل علیہ السور ذوات العدد فکان اذا نزل علیہ الشئ دعی بعض من یکتب فیقول ضعوا ھذہ الآیات فی السورۃ التی یذکر فیہا کذا وکذا رسول کریم پر جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ کاتب کو بلا کر فرماتے کہ اس کو فلاں سورت میں لکھو (ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ سند احمد بن حنبل۔ مستدرک حاکم۔ صحیح ابن حبان)

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حفظ عشر آیات من اول سورۃ الکہف عصم من الدجال رسول کریم نے فرمایا کہ جس نے سورۂ کہف کی اول کی دس آیتیں حفظ کرلیں وہ دجال سے محفوظ رہے گا (مسلم)

عن معقل بن یسار عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من قال حین یصبح ثلث مرات اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم فقرأ ثلاث آیات من اخر سورۃ الحشر رسول کریم نے فرمایا جو صبح کو تین مرتبہ اعوذ پڑھ کر سورۂ حشر کی آخری دس آیتیں پڑھے

عن ابی مسعود البدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الآیتان من اخر سورۃ البقرہ من قرأھا فی لیلۃ کفتاہ سو رسول کریم نے فرمایا جو آخر سورۂ بقر کی دو آیتیں رات کو پڑھے وہ اس کو کافی ہوں گی (بخاری)

ان تمام روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آیات کی ترتیب حضور نے فرمادی تھی۔ قرآن کی اندرونی شہادت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ ترتیب توقیفی ہے۔ یعنی جس آیت میں کسی دوسری آیت کا حوالہ ہے وہ آیت اس سے پہلے واقع ہوئی ہے جیسے آیت مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ فِی الْکِتٰبِ فِیْ یَتٰمَی النِّسَآءِ میں آیت وَاٰتُوا الْیَتٰمٰی اَمْوَالَھُمْ کا حوالہ ہے۔ چنانچہ یہ آیت اس سورۃ میں اس سے پہلے واقع ہے۔ اسی طرح سورۂ حج میں اُحِلَّتْ لَکُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ اس آیت میں جن حرام جانوروں والی آیات کا حوالہ ہے وہ سب اس سورۃ سے پہلی سورتوں میں ہیں یعنی بقر۔ مائدہ۔ انعام۔ نحل۔ اس سورۃ یعنی سورۂ حج کے بعد

کسی سورت میں تا آخر قرآن نہیں۔ اسی ترتیب آیات کے متعلق حضرت زید بن ثابت نے فرمایا ہے قال کنا عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نؤلف القرآن فی الرقاع (ہم رسول کریم کے سامنے پرزوں پر قرآن تالیف کر رہے تھے۔ اتقان نوع ۱۶) تالیف کہتے ہیں ترتیب و مناسبت سے جمع کرنے کو۔

ترتیب سور

رسول کریم نے فرمایا ہے کہ سورۂ بنی اسرائیل۔ کہف۔ مریم۔ طٰہٰ۔ انبیاء یہ میرا خزانہ ہیں (بخاری) چنانچہ یہ سورتیں اسی ترتیب سے ہیں۔ رسول کریم بستر پر تشریف لاتے تو اخلاص اور معوذتین پڑھتے۔ (کنز العمال) بعینہ یہی ترتیب ہے۔

عن عائشة عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اعطیت مکان التوراة السبع الطوال واعطیت مکان الزبور المئین واعطیت مکان الانجیل السبع المثانی وفضلت بالمفصل رسول کریم نے فرمایا کہ مجھے قرآن میں توریت کے بدلے سات بڑی بڑی سورتیں دی گئیں اور زبور کے عوض مئین اور انجیل کی جگہ سبع مثانی اور مفصل اُن سے زیادہ۔ منار الہدیٰ)۔ یہی روایت واثلہ بن الاسقع صحابی سے مسند احمد بن حنبل میں ہے۔ قرآن کی بھی یہی ترتیب ہے۔

اوس ثقفی کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم کے عہد میں صحابہ سے دریافت کیا کہ آپ لوگ قرآن کس طرح پڑھتے ہیں انہوں نے کہا کہ پہلے دن تین سورتیں، دوسرے دن پانچ، تیسرے دن سات، چوتھے دن نو پانچویں دن گیارہ۔ چھٹے دن تیرہ، ساتویں دن قاف سے آخر تک (اتقان)

یہی قرآن کی موجودہ ترتیب ہے۔

اول دن کی تین سورتیں۔ بقر معہ فاتحہ۔ آل عمران۔ نساء

دوسرے دن کی پانچ۔ مائدہ۔ انعام۔ اعراف۔ انفال۔ براءۃ

تیسرے دن کی سات۔ یونس۔ ھود۔ یوسف۔ رعد۔ ابراہیم۔ حجر۔ نحل۔

چوتھے دن کی نو۔ بنی اسرائیل۔ کہف۔ مریم۔ طٰہٰ۔ انبیاء۔ حج۔ مؤمنون۔ نور۔ فرقان

پانچویں دن کی گیارہ۔ شعراء۔ نمل۔ قصص۔ عنکبوت۔ روم۔ لقمان۔ الم سجدہ۔ احزاب۔ سبا۔ فاطر۔ یٰسین۔

چھٹے دن کی تیرہ۔ صافات۔ ص۔ زمر۔ مؤمن۔ حم سجدہ۔ شوریٰ۔ زخرف۔ دخان جاثیہ۔ احقاف۔ محمد۔ فتح۔ حجرات

ساتویں دن - قاف سے آخر تک -

عن عمرو بن العاص قال اقرأنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمس عشرۃ سجدۃ فی القرآن منہا ثلاث فی المفصل وفی سورۃ الحج سجدتین - یعنی عمرو بن العاص نے کہا کہ مجکو رسول کریم نے قرآن میں پندرہ سجدے پڑھائے انیں سے تین مفصل میں اور دو سورۂ حج میں ہیں - (ابوداؤد - مشکوۃ - ابن ماجہ)

اس حدیث سے ترتیب آیات و سور ثابت ہوتی ہے - قرآن میں پندرہ سجدے ہیں - تین مفصل میں ہیں - دو سورۂ حج میں ہیں -

ابو جعفر رازی نے لکھاہے کہ وہ احادیث جن سے ترتیب سور کا پتہ چلتاہے اسقدر ہیں کہ ان سے تمام قرآن کی سورتوں کی ترتیب ثابت ہوتی ہے - قرآن کی اندرونی شہادت سے بھی موجودہ ترتیب کا ترتیب رسولی ہونا ثابت ہوتاہے فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ (ایسی ایک ہی سورت بنالاؤ)

یہ آیت سورہ بقرہ میں ہے جو دوسری سورہ ہے - اس سے پہلے ایک ہی سورت ہے یعنی فاتحہ - قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ (تم ایسی دس ہی سورتیں گھڑ لاؤ) یہ آیت سورۂ ہود میں ہے جو گیارہویں سورت ہے اس سے پہلے دس ہی سورتیں ہیں -

عن ابن وھب قال سمعت مالک یقول انما الف القرآن علی ما کانوا یسمعون من النبی صلی اللہ علیہ وسلم - ابن وہب کہتے ہیں کہ میں نے مالک سے سُنا وہ کہتے تھے کہ قرآن جس ترتیب پر نبی کریم کو سُنایا گیا اسی ترتیب پر ہے (اتقان)

زید بن ثابت کان آخر عرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القرآن علی مصحفہ وھو اقرب المصاحف من مصحفنا وقد کتب زید ایضاً عمر بن الخطاب - یعنی زید نے آخر میں قرآن رسول کریم کو سُنایا جس طرح اُس کے مصحف میں تھا - اور وہ قریب قریب ایسا ہی تھا جیسا ہمارا مصحف (معارف ابن قتیبہ)

وہ قریب قریب ایسا ہی تھا اس سے یہ مطلب ہے کہ ہمارا قرآن لغت قریش پر ہے - زید بن ثابت قریشی نہ تھے، اُن کا قرآن اُن کے لغت پر تھا -

قال ابو جعفر النحاس المختار ان تالیف السور علی ہذا الترتیب من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی یہ ترتیب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی ہے - (اتقان)

قال البغوی فی شرح السنۃ الصحابۃ جمعوا بین الدفتین القرآن الذی انزلہ اللہ علی رسولہ فکتبوہ کما سمعوہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من غیر ان قدموا شیئاً او اخروا او وضعوا شیئاً لم یأخذوہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلقن اصحابہ

www.ahnafmedia.com

ویعلمہم ما انزل علیہ من القران علی الترتیب الذی ھو الآن فی مصاحفنا۔ امام بغوی نے کہا ہے کہ اللہ نے جو قرآن حضور پر نازل فرمایا تھا صحابہ نے اس کو بین الدفتین جمع کیا۔ اور جیسے رسول کریم نے تعلیم کیا ویسے ہی لکھا۔ اسی ترتیب پر رکھا۔ نہ کچھ کم کیا۔ نہ کچھ زیادہ کیا۔ نہ کچھ مقدم مؤخر کیا۔ وہی ترتیب آج تک ہے (اتقان)

امام ابی عبداللہ محمد بن احمد القرطبی نے فرمایا ہے وکان یوقف جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی موضع السورۃ والآیات فاتساق السور والآیات کاتساق الآیات والحروف فکلہ عن محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی جبریل رسول کریم کو آیات اور سور کا موقع بتاتے تھے اور آیتوں اور سورتوں کی ترتیب ایسی ہی ہے جیسے آیتوں اور حرفوں کی۔ اور سب رسول کریم کی طرف سے ہے (التذکار فی افضل الاذکار)

عن ابن عباس قال ابی بن کعب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قرأ قل اعوذ برب الناس افتتح من الحمد ثم قرأ من البقرۃ الی اولٰئک ھم المفلحون ثم دعا بدعاء الختمۃ۔ ابی ابن کعب نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سورۂ ناس پڑھتے یعنی قرآن ختم کرتے تو پھر الحمد سے شروع کرتے، اور سورۂ بقر کا پہلا رکوع پڑھکر دعا خاتمہ فرماتے (دارمی) اس حدیث سے ثابت ہے کہ قرآن الحمد سے شروع ہے الحمد کے بعد بقر ہے اور قرآن سورۂ ناس پر ختم ہے

اسی کتاب میں ایک اور حدیث ہے۔ عن زرارۃ بن ابی اوفی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سئل ای العمل افضل قال الحال والمرتحل قال وما الحال والمرتحل قال صاحب القران یقرأ من اول القران الی اخرہ ومن اخرہ الی اولہ کلما حل ارتحل حضور سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے فرمایا الحال اور مرتحل دریافت کیا گیا حال اور مرتحل کیا ہے فرمایا کہ قرآن پڑھنے والا کہ اول سے آخر تک پڑھے اور پھر آخر سے اول کی طرف عود کرے (ص۴۶۹)

تلاوت قرآن کا قاعدہ یہ ہے کہ جب قرآن ختم کرتے ہیں تو آخر میں سورۂ ناس ہے اس کو پڑھکر پھر الحمد شروع کرکے سورۂ بقر کے پہلے رکوع کو مفلحون تک پڑھتے ہیں پھر دعاء خاتمہ پڑھتے ہیں۔ ان حدیثوں میں اسی کا بیان ہے

ایک اور حدیث ہے جس کو جلیل القدر محدثین ترمذی، ابوداؤد، نسائی۔ احمد بن حنبل، اور حاکم نے روایت کیا ہے اس سے ترتیب کے متعلق ایک شبہ واقع ہوتا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر اسکو بیان کرکے شبہ صاف کر دیا جائے۔

عن ابن عباس قال قلت لعثمان ما حملکم علی ان عمدتم الی الانفال وھو من المثانی وبراءۃ

وهي من المثاني فقرنتم بينهما ولم تكتبوا بينهما سطر بسم الله الرحمن الرحيم ووضعتموها في السبع الطوال فقال عثمان كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينزل عليه السور ذوات العدد فكان اذا نزل عليه الشئ دعى لبعض من كان يكتب فيقول ضعوا هؤلاء الايات في السورة التي يذكر فيها كذا وكذا وكانت الانفال من اوائل ما نزل بالمدينة وكانت براءة من اخر القران نزولا وكانت قصتها شبيهة لقصتها فظننت انها منها فقبض رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يبين لنا انها منها لاجل ذلك قرنت بينهما ولم اكتب بينهما سطر بسم الله الرحمن الرحيم ووضعتها في السبع الطوال - یعنی ابن عباس نے عثمان سے دریافت کیا کہ تم نے سورۂ انفال کو جو مثانی میں سے ہے اور سورۂ برارت کو جو مئین میں سے ہے کیوں ملا دیا اور دونوں کے درمیان بسم اللہ کیوں نہ لکھی اور قرآن کی بڑی سورتوں میں رکھا۔ حضرت عثمان نے جواب دیا کہ آنحضرت پر متعدد سورتیں نازل ہو رہی تھیں جب کچھ نازل ہوتا تو آپ کاتب کو بلا کر فرماتے کہ ان آیتوں کو فلاں سورت میں لکھو۔ انفال اُن سورتوں میں سے ہے جو مدینہ میں اوّل نازل ہوئیں اور براءۃ آخر زمانہ میں چونکہ ان دونوں کا مضمون ملتا ہوا ہے اسلئے میں سمجھا کہ دونوں ایک ہیں۔ مگر آنحضرت نے نہیں فرمایا کہ براءۃ انفال کا حصہ ہے۔ میں نے دونوں کو ملا دیا اور درمیان میں بسم اللہ نہیں لکھی اور قرآن کی سات بڑی سورتوں میں اسکو بھی لکھ دیا۔ رسول کریم نے وفات کے وقت تک اس کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔

اِس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان نے رسول کریم کے عہد میں بڑی سورتیں لکھی تھیں اور سوال سے ظاہر ہے کہ سوال زمانۂ ترتیب قرآن سے متعلق ہے۔ عہد خلافت عثمان سے متعلق نہیں پڑھنے میں ترتیب حضور نے ارشاد فرمائی تھی تحریری ترتیب ابوبکر کے زمانہ میں ہوئی۔ اور اسی طرح ہوئی جس طرح کہ رسول کریم نے فرمائی تھی اسلئے تعلیم میں ترتیب حضور کے عہد میں رائج تھی۔ ابوبکر کے زمانہ میں جو قرآن جمع کیا گیا اس کے کاتبوں اور جمع کرنے والوں میں حضرت عثمان نہ تھے بلکہ حضرت عمر اور زید بن ثابت تھے۔ حضرت عثمان نے اپنے زمانہ میں جب قرآن جمع کرایا تو جمع کرنے والوں اور کاتبوں میں یہ خود شامل نہ تھے زید اور عبد اللہ بن زبیر وغیرہ تھے۔ اسلئے یہ سوال نہ خلافت ابوبکر کے زمانہ سے متعلق ہے۔ نہ خلافت عثمان کے زمانہ سے اور ترتیب کا سوال ہے۔ ترتیب حضور نے فرمائی تھی اسلئے یہ سوال اسی عہد سے متعلق ہے۔

اس تمام معاملہ پر غور کرنے کے بعد اس حدیث پر نظر کرنی چاہیئے۔ اخرج النحاس في ناسخه انه قال كانت الانفال وبراءة يدعيان في زمن رسول الله صلى الله عليه وسلم القرينتين فلذلك جعلتها في السبع الطوال یعنی عہد رسالت میں انفال اور براءۃ کو قرینتین کہتے تھے۔ (روح المعانی جلد نہم ص۴۱)

www.ahnafmedia.com

اب صاف ثابت ہو گیا کہ ان کی ترتیب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مشتہر ہو چکی تھی۔ اس سے اصل حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ براءۃ نازل ہوئی۔ ابھی حضور اس کے متعلق کچھ فرمانے نہ پائے تھے کہ حضرت عثمان مشابہت مضمون کی وجہ سے اس کو انفال کے بعد پڑھنے لگے۔ جب یہ امر مشہور ہوا تو آپ نے کچھ نہیں فرمایا اور لوگ ان کو قرینتین کہنے لگے۔ قرآن میں جس طرح اور صحابہ کے موافقات ہیں یہ معاملہ موافقات عثمانی میں سے ہے۔ اور حضور نے اس ترتیب کو پسند فرمالیا اور آخر تک آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ براءۃ انفال کا جزو ہے اس لئے یہ علیحدہ سورت شمار ہوئی۔ بسم اللہ اسلئے نہیں لکھی گئی کہ حضور نے نہیں فرمایا۔ غرض جو کچھ ہوا ہے حضور کے سامنے ہوا ہے۔

بسم اللہ کے متعلق یہ ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کے ساتھ نازل ہوتی تھی۔ اس کے ساتھ نازل نہیں ہوئی اس لئے نہیں لکھی گئی اور ائمہ نے اور وجوہ بھی لکھے ہیں۔

ان ترتیب الایات والسور ووضع البسملۃ فی الاوائل من النبی ولما لم یؤمر بذلك فی اول سورۃ براءۃ ترکت بلا بسملۃ وقال القشیری ابو نصر عبد الرحیم بن عبد الکریم والصحیح ان البسملۃ لم تکتب فی براءۃ لان جبریل ما نزل بھا فی ھذہ السورۃ یعنی ترتیب آیات وسور اور ابتدائے سورت پر بسم اللہ کا لکھنا رسول کریم کے حکم سے ہے۔ آپ نے براءۃ پر بسم اللہ لکھنے کا حکم نہیں دیا اس لئے نہیں لکھی گئی۔ امام قشیری نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ بسم اللہ سورۃ براءۃ میں اسلئے نہیں لکھی گئی کہ جبریل نہیں لائے۔ (التذکار فی افضل الاذکار)

بعض ائمہ نے لکھا ہے کہ سورۃ برارت میں چونکہ کفار پر شدت کا حکم ہے اور اسمیں آیت قتال بھی ہے اور انقطاع معاملہ کا اعلان ہے اور بسم اللہ رحم و کرم کیلئے ہے، ایسے موقع پر رحم و کرم کا کیا مذکور، اسلئے اسپر بسم اللہ نہیں لکھی گئی۔ اس سورت کا دوسرا نام سورۃ العذاب بھی ہے

حضرت قاری عبد الرحمن محدث پانی پتی لکھتے ہیں۔ "سوائے سورۂ براءۃ کہ در ابتدائے آن تسمیہ نگویند چرا کہ تسمیہ برائے امان است و در براءۃ آیت سیف فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ وغیرہما کہ دلالت بر عدم امان کفار می کنند نازل شد پس آیت امان بر سر این سورۃ مناسب نیست (تحفہ نذریہ)

ایسا ہی امام سخاوی نے لکھا ہے۔

روایت ہے کہ رسول کریم نے آخر سال رمضان میں بالترتیب دو مرتبہ قرآن جبریل علیہ السلام کے ساتھ پڑھا (مقنع و شاطبی)

یہ امر مسلمہ ہے کہ حضور اور صحابہ قرآن کو تلاوت کرتے تھے۔ نمازیں پڑھتے تھے۔ تراویح میں پڑھتے تھے

www.ahnafmedia.com

اور یہ امر بغیر ترتیب کے ممکن نہیں۔

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سورتوں کو ترتیب نزول لکھ دیا جائے۔ اور اختلاف بھی ظاہر کر دیا جائے۔

نام سورت	نمبر نزول ابن عباس کے نزدیک	عکرمہ	حسین بن الحسین	جابر بن یزید	نمبر ترتیب
علق	۱	۱	۱	۱	۹۶
ن	۲	۲	۲	۲	۶۸
مزمّل	۳	۳	۳	۳	۷۳
مدثر	۴	۴	۴	۴	۷۴
فاتحہ	۰	۰	۰	۵	۱
لہب	۵	۵	۵	۶	۱۱۱
کورت	۶	۶	۶	۷	۸۱
اعلیٰ	۷	۷	۷	۸	۸۷
لیل	۸	۸	۸	۹	۹۲
فجر	۹	۹	۹	۱۰	۸۹
ضحےٰ	۱۰	۱۰	۱۰	۱۱	۹۳
الم نشرح	۱۱	۱۱	۱۱	۱۲	۹۴
عصر	۱۲	۱۲	۱۲	۱۳	۱۰۳
عادیات	۱۳	۱۳	۱۳	۱۴	۱۰۰
کوثر	۱۴	۱۴	۱۴	۱۵	۱۰۸
تکاثر	۱۵	۱۵	۱۵	۱۶	۱۰۲
ماعون	۱۶	۱۶	۱۶	۱۷	۱۰۷
کافرون	۱۷	۱۷	۱۷	۱۸	۱۰۹
فیل	۱۸	۱۸	۱۸	۱۹	۱۰۵
فلق	۱۹	۱۹	۱۹	۲۰	۱۱۳
ناس	۲۰	۲۰	۲۰	۲۱	۱۱۴

www.ahnafmedia.com

نام سورت	ابن عباس	عکرمہ	حسین	جابر	نمبر ترتیب
اخلاص	۲۱	۲۱	۲۱	۲۲	۱۱۲
نجم	۲۲	۲۲	۲۲	۲۳	۵۳
عبس	۲۳	۲۳	۲۳	۲۴	۸۰
قدر	۲۴	۲۴	۲۴	۲۵	۹۷
والشمس	۲۵	۲۵	۲۵	۲۶	۹۱
بروج	۲۶	۲۶	۲۶	۲۷	۸۵
تین	۲۷	۲۷	۲۷	۲۸	۹۵
قریش	۲۸	۲۸	۲۸	۲۹	۱۰۶
قارعہ	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۱۰۱
قیامہ	۳۰	۳۰	۳۰	۳۱	۷۵
ویل لکل	۳۱	۳۱	۳۱	۳۲	۱۰۴
مرسلات	۳۲	۳۲	۳۲	۳۳	۷۷
ق	۳۳	۳۳	۳۳	۳۴	۵۰
	۳۴	۳۴	۳۴	۳۵	۹۰
طارق	۳۵	۳۵	۳۵	۳۶	۸۶
اقتربت الساعۃ	۳۶	۳۶	۳۶	۳۷	۵۴
ص	۳۷	۳۷	۳۷	۳۸	۳۸
اعراف	۳۸	(ان دونے اسکے متعلق کوئی تفصیل نہیں کی)		۳۹	۷
جن	۳۹	۳۸	۳۸	۴۰	۷۲
یسین	۴۰	۳۹	۳۹	۴۱	۳۶
فرقان	۴۱	۴۰	۴۰	۴۲	۲۵
فاطر	۴۲	۴۱	۴۱	۴۳	۳۵
مریم	۴۳	•	•	۴۴	۱۹
طہ	۴۴	۴۲	۴۲	۴۵	۲۰

نام سورت	ابن عباس	عکرمہ	حسین	جابر	نمبر ترتیب
واقعہ	۴۵	۴۳	۴۳	۴۶	۵۶
شعراء	۴۶	۴۴	۴۴	۴۷	۲۶
نمل	۴۷	۴۵	۴۵	۴۸	۲۷
قصص	۴۸	۴۶	۴۶	۴۹	۲۸
بنی اسرائیل	۴۹	۴۷	۴۷	۵۰	۱۷
یونس	۵۰	۴۸	۴۸	۵۱	۱۰
ھود	۵۱	۴۹	۴۹	۵۲	۱۱
یوسف	۵۲	۵۰	۵۰	۵۳	۱۲
حجر	۵۳	۵۱	۵۱	۵۴	۱۵
انعام	۵۴	۵۲	۵۲	۵۵	۶
صافات	۵۵	۵۳	۵۳	۵۶	۳۷
لقمان	۵۶	۵۴	۵۴	۵۷	۳۱
سبا	۵۷	۵۵	۵۵	-	۳۴
زمر	۵۸	۵۶	۵۶	۵۸	۳۹
مؤمن	۵۹	۵۷	۵۷	۵۹	۴۰
فصلت	۶۰	۵۹	۵۹	۶۰	۴۱
شوریٰ	۶۱	۶۰	۶۰	۶۸	۴۲
زخرف	۶۲	۶۱	۶۱	۶۱	۴۳
دخان	۶۳	۵۸	۵۸	۶۲	۴۴
جاثیہ	۶۴	۶۲	۶۲	۶۳	۴۵
احقاف	۶۵	۶۳	۶۳	۶۴	۴۶
ذاریات	۶۶	۶۴	۶۴	۶۵	۵۱
غاشیہ	۶۷	۶۵	۶۵	۶۶	۸۸
کہف	۶۸	۶۶	۶۶	۶۷	۱۸

www.ahnafmedia.com

نام سورت	ابن عباس	عکرمہ	حسین	جابر	نمبر ترتیب
نحل	۶۹	۶۷	۶۷	۷۱	۱۶
نوح	۷۰	۶۸	۶۸	۷۲	۷۱
ابراہیم	۷۱	۶۹	۶۹	۰	۱۴
انبیاء	۷۲	۷۰	۷۰	۷۱	۲۱
مؤمنون	۷۳	۷۱	۷۱	۷۴	۲۳
تنزل السجدہ	۷۴	۷۲	۷۲	۶۹	۳۲
طور	۷۵	۷۳	۷۳	۷۳	۵۲
ملک	۷۶	۷۴	۷۴	۷۵	۶۷
حاقہ	۷۷	۷۵	۷۵	۷۶	۶۹
معارج	۷۸	۷۶	۷۶	۷۷	۷۰
نبأ	۷۹	۷۷	۷۷	۷۸	۷۸
نازعات	۸۰	۷۸	۷۸	۷۹	۷۹
اذا السماء انفطرت	۸۱	۸۰	۸۰	۸۰	۸۲
اذا السماء انشقت	۸۲	۷۹	۷۹	۸۱	۸۴
روم	۸۳	۸۱	۸۱	۸۲	۳۰
عنکبوت	۸۴	۸۲	۸۲	۸۳	۲۹
تطفیف	۸۵	۸۳	۸۳	۸۴	۸۳
			مدنی سورتیں		
بقرہ	۸۶	۸۴	۸۴	۸۵	۲
انفال	۸۷	۸۶	۸۶	۸۷	۸
آل عمران	۸۸	۸۵	۸۵	۸۶	۳
احزاب	۸۹	۸۷	۸۷	۸۸	۳۳
ممتحنہ	۹۰	۸۹	۸۹	۹۰	۶۰
نساء	۹۱	۹۰	۹۰	۰	۴

www.ahnafmedia.com

نام سورت	ابن عباس	عکرمہ	حسین	جابر	نمبر ترتیب
اذازلزلت	۹۲	۹۱	۹۱	٠	۹۹
حدید	۹۳	۹۲	۹۲	٠	۵۷
محمّد	۹۴	۹۳	۹۳	٠	۴۷
رعد	۹۵	۹۴	۹۴	٠	۱۳
رحمٰن	۹۶	۹۵	۹۵	٠	۵۵
دھر	۹۷	۹۶	۹۶	٠	۷۶
طلاق	۹۸	۹۷	۹۷	٠	۶۵
بیّنہ	۹۹	۹۸	۹۸	٠	۹۸
حشر	۱۰۰	۹۹	۹۹	٠	۵۹
نصر	۱۰۱	۱۰۰	۱۰۰	۹۱	۱۱۰
نور	۱۰۲	۱۰۱	۱۰۱	۹۲	۲۴
حج	۱۰۳	۱۰۲	۱۰۲	۹۳	۲۲
منافقون	۱۰۴	۱۰۳	۱۰۳	۹۴	۶۳
مجادلہ	۱۰۵	۱۰۴	۱۰۴	۹۵	۵۸
حجرات	۱۰۶	۱۰۵	۱۰۵	۹۶	۴۹
تحریم	۱۰۷	۱۰۶	۱۰۶	۹۷	۶۶
جمعہ	۱۰۸	۱۰۸	۱۰۸	۹۸	۶۲
تغابن	۱۰۹	۱۰۹	۱۰۹	۹۹	۶۴
صف	۱۱۰	۱۰۷	۱۰۷	۱۰۰	۶۱
فتح	۱۱۱	۱۱۰	۱۱۰	۱۰۱	۴۸
مائدہ	۱۱۲	۸۸	۸۸	٠	۵
توبہ	۱۱۴	٠	٠	٠	۹

www.ahnafmedia.com

ربط

قرآن مجید کے متعلق بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ کلام بہت جلد ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف منتقل ہوتا ہے، گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک مضمون کو بالاستقلال وضاحت کیساتھ بیان کرنے کے بعد دوسرے مضمون کو شروع کیا جاتا ہے۔

ان حضرات نے اس طرف خیال نہیں فرمایا ہے کہ قرآن ایک دینی، دنیوی، ظاہری و باطنی قوانین کا مجموعہ ہے۔ اسمیں ملکی، مالی، دیوانی، فوجداری ہر قسم کے ضوابط ہیں۔ عبادات و معاملات کا مکمل دستور العمل ہے اخلاق کا ذخیرہ ہے۔ علوم و فنون کا مخزن ہے۔ ایسی کتاب میں اگر تفصیل و تشریح سے کام لیا جاتا تو کلام کی حد نہ رہتی اور تحمل بشری سے باہر ہو جاتا۔ اسمیں ہر قسم کے ضوابط و علوم کے اصول بیان ہوئے ہیں اس لئے ایک امر سے دوسرے امر کی طرف جلد کلام منتقل ہوتا ہے۔ کمال یہ ہے کہ جو کسی بشر سے ممکن نہیں کہ یہ انتقال محسوس نہیں ہوتا۔ کلام کی دل آویزی میں کسی قسم کا فرق نہیں آتا۔ ہر ملک میں قوانین ہیں۔ فوجداری الگ، مال الگ، دیوانی الگ، متفرقات الگ، وہ اسقدر مجلدات میں ہیں کہ اگر سب کو جمع کیا جائے تو ایک انبار لگ جائے مگر اس پر بھی ناکافی۔ قابل داد یہ امر ہے کہ تمام دنیا کے قوانین و اصلاحات اور علوم کثیرہ کا ذخیرہ ایک معمولی جلد کی کتاب میں محصور ہے۔ اس کے علاوہ جو اعتراض کیا جاتا ہے اور جس صورت کا مطالبہ کیا جاتا ہے وہ کسی عام اصلاحی کتاب اور کسی قانون میں ممکن نہیں ہے۔ قانون ایک جگہ چند فقرات میں چوری کو بیان کرتا ہے۔ اس کے بعد ہی دو تین سطر میں شراب خوری اور اس کے بعد ہی قمار بازی کو بتاتا ہے، اگر وہ چوری کی تشریح کرنے لگے اور اس پر ایک پورا رسالہ لکھدے تو قانون کی انتہا نہ ہے سا وہ ایسی کتاب قانون کی فہرست سے خارج کر دی جائے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کی آیات و سور میں ربط نہیں ہے۔ یہ خیال سرتاپا غلط ہے کیونکہ قرآن کا نام قرآن ہے ہی اسلئے کہ اسکی آیات و سور باہم مربوط ہیں۔ یہ کس قدر کمال کی بات ہے کہ مختلف مضامین کا بیان، مختلف مسائل کا ذکر لیکن سب مناسبت و ربط کے ساتھ۔ ربط و مناسبت کو معلوم کرنیکے لئے وسیع علم اور عقل سلیم کی ضرورت ہے۔

ربط کی بہت سی قسمیں ہیں۔ رابطہ کبھی عام ہوتا ہے کبھی خاص، کبھی حسی کبھی عقلی، کبھی خیالی، کبھی تلازم ذہنی ہوتا ہے جیسا کہ سبب و مسبب، علت و معلول، نظیرین و ضدین وغیرہ علاقات میں ہوا کرتا ہے جب اس قاعدۂ کلیہ کو ملحوظ رکھا جائے گا تو مناسبت کا اصول معلوم ہو جائے گا۔

اب ایک آیت کے بعد دوسری آیت کو دیکھئے۔ اگر وہ پہلی آیت کا تکملہ یا تتمہ ہے خواہ احکام میں خواہ قصص میں، خواہ استدلال میں تو ارتباط ظاہر ہے اور اگر ایک دوسرے کی تفسیر، شرح یا تاکید یا بدل یا کسی سوال مقدر کا جواب یا کسی سابقہ بیان کا تتمہ ہے تو بھی مناسبت ظاہر ہے اور اگر دونوں جملے بطور خود مستقل ہیں تو اگر ایک دوسرے پر حروف مشترکہ عطف کے ساتھ معطوف ہے تو ضرور ان دونوں میں علاقات مذکورہ میں سے کوئی نہ کوئی علاقہ ہوگا۔ جیسے آیت اَللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْسُطُ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ۔ قبض اور بسط میں علاقہ تضاد ہے، عذاب کے بعد ثواب کا، رحمت کے بعد غضب کا، ترغیب کے بعد ترہیب کا بیان جن آیات میں ہے وہاں یہ علاقہ تضاد ہی ہے۔ اور اگر ان دونوں جملوں میں عطف نہیں تو ضرور ان میں کوئی نہ کوئی رابطہ روابط ذیل میں سے ہوگا۔

(۱) تنظیر یعنی ایک نظیر کو دوسری سے ملحق کرنا (۲) مضادت یعنی ایک چیز بیان کرنے کے بعد اس کی ضد کو بیان کرنا (۳) استطراد یعنی ایک بات کا ذکر کرتے ہوئے اس کے مناسب دوسری بات کو بیان کرکے جلد اصل مضمون کی طرف آجانا (۴) حسن التخلص یعنی ایک بات بیان کرنے کے بعد اس کے مناسب دوسرے مضمون کی طرف اس خوبی سے منتقل ہو جانا کہ سامع کو خیال بھی نہ آنے پائے کہ کلام کا طرز بدل گیا ہے غرض مناسبت و ربط آیات و سور کو سمجھنے کیلئے فصاحت و بلاغت کے اصول و فروع پر کافی عبور ہونا چاہیے

اگر قرآن مجید کی تمام آیات کا ربط بیان کیا جائے تو قرآن کی برابر حجم کی تیس جلدیں بمشکل کافی ہوں گی۔ میں یہاں بطور نمونہ کے چند آیات کا ربط اجمال کے ساتھ لکھتا ہوں۔

سورہ آل عمران پارہ سوم اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَھْدِ اللّٰہِ وَاَیْمَانِھِمْ - تا - عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔

یعنی جو لوگ حقیر معاوضہ لیتے ہیں اس عہد کے مقابلہ میں جو انہوں نے اللہ سے کیا ہے (اخفائے حق یا اختیار باطل سے کوئی دنیوی فائدہ حاصل کرتے ہیں) اور اپنی قسموں کے مقابلہ (حقوق العباد و معاملات کے لئے جھوٹی قسم کھانا) ان لوگوں کو کچھ حصہ آخرت میں نہیں ملے گا۔ اور نہ خدا اُن سے کلام کرے گا نہ اُن کی طرف دیکھے گا نہ اُن کو پاک کرے گا اور اُن کے لئے سخت عذاب ہے)۔

اس آیت سے پہلی آیتوں میں اہل کتاب کی خیانت فی الدین کا ذکر تھا۔ یہاں خیانت فی الدین کے ساتھ اُن کی معاملات میں خیانت کا ذکر اور اس پر وعید ہے۔

اس سے آگے ہے:۔ وَاِنَّ مِنْھُمْ لَفَرِیْقًا یَّلْوٗنَ - تا - وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ یعنی بے شک ان لوگوں میں بعض ایسے ہیں کہ کج کرتے ہیں اپنی زبان کو کتاب میں تاکہ تم لوگ اسکو کتاب کا جزو سمجھیں حالانکہ وہ کتاب کا جزو نہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خدا کے پاس سے ہے حالانکہ وہ خدا کے پاس سے نہیں آیا وہ اللہ پر جھوٹ کہتے ہیں

www.ahnafmedia.com

اور خیانت ہیں) اوپر کی آیتوں میں اہل کتاب کی خیانت فی الدین اور خیانت فی المعاملات کا ذکر تھا یہاں اُن کی ایک تیسری خیانت کا ذکر ہے یعنی وہ صحائف میں تحریف کرکے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں اس کے بعد ہے:۔ مَا كَانَ لِبَشَرٍ ۔ تا ۔ اِذْ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ یعنی کسی بشر سے یہ بات نہیں ہوسکتی کہ اللہ اس کو کتاب اور فہم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ میرے بندے بن جاؤ، خدا کو چھوڑ کر بلکہ کہے گا کہ اللہ والے بن جاؤ۔ بوجہ اس کے کہ تم کتاب سکھلاتے ہو اور بوجہ اس کے تم پڑھتے ہو اور نہ یہ بات بتائے گا کہ تم فرشتوں کو اور نبیوں کو رب قرار دے لو، کیا وہ تم کو کفر کی بات بتائے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو)

سابقہ آیات میں اہل کتاب کی خیانت فی الدین و خیانتِ معاملات اور صحف میں خیانت کا بیان تھا۔ یہاں اُن کی اس خیانت کا مذکور ہے جو وہ انبیا اور ملائکہ کے متعلق کرتے ہیں۔

دوسرا موقعہ

سورہ توبہ۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ، يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ، إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ (اے ایمان والو! بہت سے عالم اور درویش اہل کتاب کے کھاتے ہیں مال لوگوں کے ناحق اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور جو لوگ گاڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسکو خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں سو ان کو خوشخبری سُنا دے عذاب دردناک کی جس دن کہ آگ دہکادیں گے اُس مال پر دوزخ کی پھر داغیں گے اُس سے اُن کے ماتھے اور کروٹیں اور پیٹھیں (کہا جائیگا) یہ ہے جو تم نے گاڑ کر رکھا تھا اپنے واسطے، اب چکھو مزا اپنے گاڑنے کا مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کے حکم میں جس دن اُس نے پیدا کئے تھے آسمان اور زمین، ان میں چار مہینے ادب کے ہیں۔

عبارت تحت خط کا اوپر کے فقروں سے کوئی ربط نہیں معلوم ہوتا۔ بظاہر بالکل بے جوڑ ہیں لیکن ان میں خاص مناسبت ہے وہ یہ کہ:۔

اوپر سے بیان ہوتا آرہا ہے کہ کفار اور بت پرستوں سے اہل کتاب نے بھی مشابہت پیدا کرلی ہے جس طرح انہوں نے بتوں کو معبود اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دے رکھا ہے۔ اسی طرح یہود اور نصاریٰ

عزیز اور مسیح کو خدا کا بیٹا قرار دیا ہے۔ یہ اہل کتاب اپنے علما اور درویشوں کے فتووں پر عمل کرتے ہیں جو رشوتیں لے کر نئے نئے احکامات جاری کرتے ہیں اور توریت و انجیل کے احکام کو پس پشت ڈالدیتے ہیں اور یہ اہل کتاب اندھے ہو کر اُن کی تقلید کرتے ہیں۔ ذرا بھی عقل سے کام نہیں لیتے۔ یہی حال ان کفار کا ہے کہ رشوت خوار پجاریوں اور ظالم رئیسوں کے کہنے سے پُرانے دستورِ دین ابراہیمی کے قانون کو بدلدیتے ہیں اور عقل و فکر سے کام نہیں لیتے۔ دین ابراہیمی کا مسئلہ تھا اور عرب میں دستور تھا کہ ذی قعدہ ذی الحجہ محرم رجب یہ چار مہینے ادب و احترام کے تھے۔ انہیں جنگ و جدل وغیرہ موقوف رہتی تھی۔ لیکن راشی اور مفسد امیروں اور پجاریوں نے یہ دستور مقرر کردیا ہے کہ کبھی لوٹ مار مچانے کیلئے کہدیتے ہیں کہ اب کے سال محرم نہیں آیا۔ یا اب کی بار محرم سے پہلے صفر آگیا۔ یا اس سال محرم حرام اور صفر حلال رہے گا۔ اور یہ جاہل ان لوگوں کے کہنے کے موافق عمل کرتے ہیں اُن کو اتنی عقل نہیں کہ ابتدائے عالم سے بارہ مہینے مقرر ہیں اور کوئی مہینہ مقدم و مؤخر نہیں ہو سکتا۔ اب ربط ظاہر ہوگیا۔

قرآن مجید انسان کی ظاہری و باطنی ترقی و اصلاح کیلئے ایک قانون ہے۔ اسکی ہر صورت ہر قصہ میں عبادات، اعتقادات، معاملات، اخلاق کے متعلق احکام و مسائل ہیں۔ میں سب کی تفصیل نہیں کرسکتا۔ اجمالاً سورتوں کا ربط بیان کرتا ہوں۔

سورہ فاتحہ ۔ یہ قرآن کی پہلی سورت ہے۔ اسمیں خداوند کریم نے اپنے بندوں کو یہ سکھایا ہے کہ طلب ہدایت و اصلاح کیلئے ہم سے اس طرح درخواست کرو۔

بقرہ۔ یہ فاتحہ کے بعد ہے اسمیں اس درخواست کی منظوری ہے اور ہدایت کی کتاب کا عطا ہونا اور ہدایت کے اصول و مسائل کا بیان ہے۔

آل عمران۔ اس سورہ میں مبدا و معاد و آخرت کا بیان ہے۔ نیکی و بدی کی جزا و سزا کا مذکور ہے جس کا اہل ہدایت کو جاننا ضروری ہے۔ اور جہاد فی سبیل اللہ کا بیان ہے۔ تقویٰ اختیار کرنے کی ترغیب ہے

نساء ۔ سورہ سابقہ کا خاتمہ مضمون تقویٰ پر ہوا ہے۔ اس سورت کو اسی مضمون سے شروع کیا ہے۔ اسمیں محل تقویٰ میں ایک تو وہ معاملات ہیں جو مخالفین کے ساتھ واقع ہوتے ہیں، دوسرے معاملات باہمی۔ تیسرے معاملات ما بین اللہ والعبد۔

مائدہ ۔ سورہ نساء کا خاتمہ اس وعدہ پر ہے کہ ہم تم سے شرائع کو بیان کرتے ہیں۔ اس سورت کو اس امر سے شروع کیا ہے کہ ہمارے بیان کردہ شرائع کی پوری طرح بجا آوری کرو۔ یہ مناسبت تو دونوں سورتوں کے آغاز و انجام میں ہے باقی پوری سورتوں میں بھی اشتمال علی الشرائع سے ربط ظاہر ہے۔

www.ahnafmedia.com

انعام - سورت سابقہ کا خاتمہ ابطال شرک اور بیان توحید پر ہوا اسمیں اثبات توحید رسالت واصول شرائع مذکور ہیں۔ اثبات توحید ورسالت کیلئے قصص ہیں۔ اثبات قرآن، اثبات بعث کا بھی بیان ہے اسی سلسلہ میں ان مضامین کی تائید۔ اثبات کیلئے منکرین کے عناد اور اُن کی وعید، مکذبین کے حالات ہلاکت مخالفین کے رسوم قبیحہ کا مذکور ہے۔ دین حق کی تعیین ہے۔

اعراف - سورۃ سابقہ کا خاتمہ دین حق کی تعیین وترغیب وترہیب پر ہوا تھا۔ اس سورۃ میں دین حق کی تبلیغ کا حکم ہے اور معاد نبوت اور مشرکین کے عناد و فساد کا ذکر ہے۔

انفال - سورہ سابقہ میں مشرکین کے جہل و فساد وعناد کا مذکور تھا۔ اس میں اُس وبال کا بیان ہے جو اس جہل وعناد کی وجہ سے اُن پر آیا۔ اور اس کے متعلق احکام ہیں۔ منکرین ومومنین دونوں کو تذکیر نعم ونقم سے بھی خطاب ہے۔

توبہ - انفال میں مشرکین کے عناد ووبال کا مذکور ہے اسمیں اعلان نقض عہد اور محاجہ کفار بالسنان کا بیان ہے۔

یونس سورہ سابقہ میں محاجہ کفار بالسنان کا ذکر تھا۔ اسمیں محاجہ کفار باللسان کا بیان ہے اور ابطال شرک وبیان توحید ورسالت ہے اور دین حق کی طرف اشارہ ہے۔

ھود - اسمیں دینِ حق کی حقیقت بیان کی گئی ہے اور اس کے اظہار کا موجب تمام حجت ہونا مذکور ہے آخر میں تسلیۂ رسول کا وعدہ ہے۔

یوسف - سورۂ ہود میں جو تسلیہ کا وعدہ تھا۔ یہ سورت اس کا ایفا ہے چونکہ کفار کے اقوال و افعال سے حضور کو اذیت ہوتی تھی اور کفار اسلام کی راہ میں روڑے اٹکاتے تھے۔ اس پر حضور کو حزن و ملال ہوتا تھا۔ اس سورت میں حضرت یوسف کا قصہ بیان کرکے آپ کو تسلی دی گئی ہے اور دکھایا گیا ہے کہ مخالفین کی مخالفت سے اہل حق کو ضرر نہیں ہوتا۔ آخر میں توحید ورسالت وعدہ وعید حقیقت قرآن کا بالاجمال مذکور ہے۔

رعد - اسمیں سورۂ یوسف کے آخری مضامین کی تکمیل کی گئی ہے۔ لیکن رسالت کا بیان اسمیں بھی بالاجمال ہے۔ حقیقت قرآن اور وعدہ وعید کا مذکور ہے۔

ابراھیم اسمیں مضمون رسالت کی تکمیل اور توحید ومعاد کا مذکور ہے۔

حجر - معاد کے بعد سزا وجزا کے بیان کی ضرورت تھی۔ وہ اس سورت میں ہے اور توحید اور حقیقت قرآن وتسلیۂ رسول ہے۔

www.ahnafmedia.com

نحل - سورۃ سابقہ کا خاتمہ توحید اور عدم توحید کی وعید کے مضمون پر ہوا تھا۔ اسمیں مضامین توحید بپیرایۂ امتنان ہیں۔

بنی اسرائیل - سورۃ سابقہ کے مضامین توحید کی اسمیں تکمیل کی گئی ہے اور بعض واقعات ترغیب و ترہیب کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔

کہف - سورۃ سابقہ کا خاتمہ مضمون توحید پر ہوا تھا۔ اسمیں مضامین توحید کے ساتھ ابطال شرک و بیان رسالت وحقارت دنیا، جزا و سزا، ذم تکبر اور جدال وغیرہ ہیں۔

مریم - سورۂ کہف کا خاتمہ بیان توحید و رسالت پر ہے۔ اسمیں ان کا اثبات اور معاد کا بیان ہے

طٰہٰ - سورۂ مریم کے مضامین کی تکمیل اور ان کا بیان مدلل بطرز جدید ہے۔

انبیاء - اسمیں توحید و نبوت اور معاد کی تحقیق ہے۔

حج - سورۃ سابقہ کا خاتمہ مضمون انذار پر ہوا تھا۔ اس سورت کو اسی مضمون سے شروع کیا ہے نبوت کے متعلق شبہات کا جواب ہے۔ بعث و حساب جنت و دوزخ و قیامت کا مذکور ہے۔

مؤمنون - سورہ حج کا خاتمہ صلوٰۃ و زکوٰۃ کے بیان پر ہے۔ اسمیں ان کی تاکید و تفصیل ہے اور بیان آثار قدرت الٰہیہ، مکارم اخلاق وغیرہ کے مضامین ہیں۔

نور - سورہ سابقہ کے آخر میں بیان تھا کہ خلق انسان میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اسکو احکام کا مکلف کیا جائے۔ اور آخرت میں جزا و سزا دیجائے۔ اس سورۃ میں احکام علیہ اور توحید و رسالت پر ایمان لانے کا بیان ہے اور مناقب مطیعین اور مثالب عاصیاں ہیں۔

فرقان - سورۂ سابقہ میں مثالب عاصیان تھے۔ اسمیں ذم شرک و مشرکین ہے اور رسالت کا بیان، اعمال فاضلہ و معاد کا ذکر و جواب شبہات متعلق رسالت ہے۔

شعرا - رسالت و قرآن کی حقانیت، دلائل توحید، توبیخ منکرین۔

نمل - سورہ سابقہ کا خاتمہ اثبات وحی و رسالت پر تھا۔ اسمیں ان مضامین کی تکمیل ہے اور اثبات توحید و معاد ہے۔

عنکبوت - سابقہ سورت کا خاتمہ اس امر پر ہوا تھا کہ منکرین سعی کرتے ہیں کہ دین حق سے منحرف ہو جائیں۔ اس سورت میں استقامت علی الدین کے متعلق احکام ہیں۔

روم - سورۃ سابقہ میں استقامت علی الدین کے موانع کے متعلق احکام تھے۔ اسمیں بعض واقعات ایسے بیان ہوئے ہیں جو اہل ایمان کی تقویت و فرحت کا باعث ہوں اور کفار کے

تعنت وعناد کی تکذیب ۔ اثبات توحید اور بعض اعمال ومدح قرآن ہے

لُقمان ۔ سابقہ سورت کا خاتمہ مدح قرآن پر ہوا اسکو اسی مضمون سے شروع کیا ہے۔ اور ذم شرک وذکر معاد اور لقمان کو حکمت عطا ہونے کا مذکور ہے وہ حکمت کیا تھی معرفت حق۔

سجدہ ۔ کتاب حکمت کی حقیقت کا اثبات، تسلیہ رسول و توبیخ منکرین و جواب مطاعن منکرین

احزاب ۔ سورۂ سابقہ کا اختتام کفار کے اس طعن کے جواب پر تھا کہ وہ رسول کریم سے کہتے تھے کہ آپ جس فیصلے کو کہتے ہیں یعنی فیصلہ آخرت وہ کب ہوگا اور یہ اعتراض حقارت وتذلیل سے کرتے تھے اس سورت میں اُن کے جواب میں حضور کی منصوریت ومحبوبیت کا ذکر ہے۔

سبا سورۂ سابقہ کا خاتمہ حمد الٰہی پر تھا اسکی ابتدا حمد سے ہے اور بیان توحید و رسالت وحقیقت قرآن وتسلیۂ رسول وترہیب کفار واثبات توحید۔

فاطر ۔ سابقہ مضمون اثبات توحید کی تکمیل وابطال شرک و تسلیۂ رسول۔

یٰس ۔ سورۂ سابقہ کا خاتمہ کفار کے استکبار وانکار نبوت پر ہوا تھا۔ اسمیں اثبات رسالت تسلیۂ رسول اثباتِ توحید ہے۔

صٰفٰت ۔ دلائل توحید وبعث و رسالت۔

ص ۔ منکرین رسالت کی مذمت، اثبات رسالت، تسلیۂ رسول، توحید ومجازاۃ۔

زمر ۔ اثبات توحید، ابطال شرک، مذمت مکذبین۔

مؤمن ۔ توحید پر استدلال ۔ تہدید مجادلین فی الحق ۔ تسلیۂ رسول

حم سجدہ ۔ توحید و رسالت وتسلیہ رسول ترغیب صبر وغیرہ ۔ حقیقت قرآن توبیخ منکرین

شوریٰ ۔ توحید وابطال شرک ۔ بعث وجزا ۔ مذمت انہماک فی الدنیا ۔ ترغیب طلب آخرۃ

زخرف ۔ تحقیر دنیا ۔ تہدید منکرین ۔ ابطال شرک، اثبات وحی و رسالت

دُخان ۔ اثبات توحید و وعید منکرین

جاثیہ توحید ونبوت ومعاد۔

احقاف ۔ توحید ومعاد

محمّد ۔ سورۂ سابقہ کا اختتام ذم منکرین پر تھا ۔ اس سورت کی ابتدا اسی مضمون سے ہے

فتح ۔ سورۂ سابقہ کے ختم میں بذل النفس والاموال فی سبیل اللہ کی ترغیب تھی ۔ اس سورت میں اس بذل کے چند مواقع مذکور ہیں ۔ واصلاح آفاق بالجہاد۔

حجرات - پہلی سورۃ میں اصلاح آفاق بالجہاد ہے اسمیں اصلاح النفس بالارشاد ہے۔

ق - سورۃ سابقہ کا خاتمہ اشارۂ وقوع مجازاۃ پر تھا - اس میں بحث وجزا کا مضمون ہے۔ اس کا امکان، اس کا وقوع، اس کے واقعات وغیرہ۔

الذاریات - تحقیق معاد - ذم منکرین - وجزا فریقین وعید یوم موعود۔

طور - پہلی سورت وعید یوم موعود پر ختم ہوئی تھی - اسکی ابتدا اسی مضمون پر ہے - اس کے بعد مومنین کیلئے وعدہ ہے اور بحث مجازاۃ و توحید و رسالت۔

نجم - مضامین توحید و رسالت و مجازاۃ۔

قمر - پہلی سورت کا خاتمہ قرب ساعت کے مضمون پر تھا - اسکی ابتدا اسی سے ہے و مضامین نقم ہیں

رحمٰن - پہلی سورۃ میں مضامین نقم زیادہ تھے - اسمیں مضامین نعم ہیں۔

واقعہ - سورۃ سابقہ میں نعم دنیویہ کے بعد قیامت و دوزخ وجنت کا بیان تھا - اسمیں نعم دنیا سے پہلے ان کا مذکور ہے۔

حدید - سورۃ سابقہ کا خاتمہ تسبیح پر تھا - اسکی ابتدا تسبیح سے ہے وہاں امر تھا - یہاں خبر ہے

مجادلہ - سورۃ سابقہ کا خاتمہ بیان صفت باری تعالیٰ پر تھا - اس کا افتتاح اس سے ہے۔

حشر - سورۃ سابقہ کا خاتمہ مذمت منافقین پر تھا - اور ان کا یہود سے محبت رکھنا مذکور تھا یہاں یہود کے بغض و عقوبت وغیرہ کا مذکور ہے۔

ممتحنہ - سورۃ سابقہ میں منافقین کی یہود سے دوستی رکھنے کی مذمت تھی - اسمیں مسلمانوں کو کفار سے تعلقات دوستی اور مشرکات سے نکاح کرنے کی ممانعت ہے۔

صف - سورۃ سابقہ میں کفار سے دوستی رکھنے کی ممانعت تھی - اسمیں کفار سے مقاتلہ کا بیان ہے

جمعہ - سورۃ سابقہ میں کفار کا مستحق عقوبت و قتل ہونا مذکور تھا - اسمیں یہود کا مستحق مذمت اور وعید ہونا مذکور ہے۔

منافقون - سورۃ سابقہ میں یہود کا ذکر تھا - اسمیں اُن کے دوستوں منافقین کا مذکور ہے۔

تغابن - پہلی سورت کا خاتمہ تحصیل آخرت کی ترغیب اور تعطیل آخرت پر ترہیب پر ہے اسمیں اہل تحصیل و تعطیل کے مجازاۃ کی تفصیل اور مضمون ترغیب و ترہیب کی تکمیل ہے اور ازواج و اولاد کا عدو ہونا مذکور ہے۔

طلاق - سورۃ سابقہ میں ازواج و اولاد کا عدو ہونا مذکور تھا - اسمیں اُن کے بعض حقوق کا ذکر ہے

تحریم۔ سورۃ سابقہ کے مضامین کی تکمیل اور حقوق رسالت

ملک۔ سورۃ سابقہ میں حقوق رسالت کا ذکر تھا۔اسمیں حقوق توحید اور اس کے ایفاء و اخلال پر جزاو سزا کا بیان ہے۔اور منکرین توحید کی طرف روئے سخن ہے۔

قلم۔ پہلی سورت میں منکرین توحید کی طرف روئے سخن تھا۔اسمیں منکرین نبوت کی طرف ہے اور کفار کیلئے عقوبت دنیویہ و اُخرویہ کا مذکور ہے اور اثبات مجازاۃ کفار۔

حاقہ۔ مجازاۃ کی تحقیق اور اس کا وقت اور واقعات مذکور ہیں۔ اور حقانیت قرآن۔

معارج۔ مجازاۃ اور بعض اعمال موجبہ مجازاۃ کا بیان ہے۔

نوح۔ سورۃ سابقہ میں موجبات عقوبت کا بیان ہے۔اسمیں حضرت نوح کی تکذیب پر عقوبت کا ذکر ہے۔ کفر پر استحقاق عقوبت دنیویہ اور تسلیہ رسول و عقوبت انکار رسالت ہے۔

جن۔ توحید و رسالت و مجازاۃ سے ترغیب۔

مزمل سورۃ سابقہ میں کفار کو توحید و رسالت و مجازاۃ پر ایمان لانے کی ترغیب تھی۔ اسمیں اُن کے ایمان نہ لانے پر تسلیۂ رسول ہے۔

مدثر۔ سورۃ سابقہ میں تسلیۂ رسول مقصوداً اور انذار کفار تبعاً تھا۔اسمیں انذار مقصوداً اور تسلیہ تبعاً مذکور ہے۔

قیامہ۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ بیان آخرت پر ہوا۔اسمیں احوال آخرت کی تفصیل ہے۔ اور اثبات مجازاۃ کفار ہے۔

دھر۔ تفصیل مجازاۃ و ترغیب و ذکر قیامت۔

مرسلات۔ وقوع و تفصیل کے اسباب و کیفیات مجازات

نبا۔ قیامت کا بیان اور واقعات جزاو سزا۔

نازعات۔ واقعات سورۃ سابقہ کے مکذبین کی تخویف و تکذیب و تسلیہ رسول۔

عبس۔ سورۃ سابقہ میں قیامت کے متعلق مضامین تھے۔اسمیں بھی وہی مقصود ہے۔

تکویر۔ اسمیں سوابق و لواحق واقعات قیامت کا بیان ہے۔

انفطار۔ اسمیں سورۃ سابقہ کے بیان کی تفصیل اور مجازاۃ۔

تطفیف۔ مجازاۃ اعمال کا بیان ہے۔ اور انہیں سے اہتمام کیلئے بعض اعمال متعلق حقوق العباد کا مذکور ہے۔

www.ahnafmedia.com

انشقاق۔ تفصیل مجازات

بروج۔ پہلی سورۃ میں فریقین کے مجازات تھے۔اسمیں اہل ایمان کا تسلیہ اور کفار کیلئے وعید ہے

طارق۔ تحقیق وعید کیلئے اعمال کا محفوظ رہنا۔اور امکان بعث و وقوع بعث۔

اعلیٰ۔ عل تذکیر بالقرآن۔ فلاح آخرت۔ تہیہ للآخرۃ۔

غاشیہ۔ تہیہ للآخرۃ کرنے اور نہ کرنے والونکی سزا و جزا و اثبات قدرت و بعث مجازات۔

فجر۔ سورۃ سابقہ میں مجازاۃ فریقین کا ذکر ہے۔اسمیں معظم مقصود فریقین کے اعمال موجبہ مجازاۃ کا بیان ہے۔

بلد۔ سورۃ سابقہ میں اعمال موجبہ مجازاۃ کا بیان تھا۔اس سورت میں بھی یہی بیان ہے مگر وہاں کثرت اعمال شر تھی۔یہاں کثرت اعمال خیر ہے۔

شمس۔ سورت سابقہ میں اعمال ایمانیہ و کفریہ کے مجازاۃ اُخرویہ کا بیان تھا۔اسمیں مجازاۃ کفریہ مجازاۃ دنیویہ کے احتمال کا بیان ہے۔

لیل۔ اسمیں بھی سورۃ سابقہ کے مضمون کی تکمیل ہے اور مہمات اصُول و فروع کا عنوان کلی سے بیان ہے اور ان کی تصدیق و تکذیب پر وعدہ و وعید ہے۔

ضحیٰ۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ اُن افضال پر ہے جو مومنین پر ہوں گے جس میں رسول اور متبعین رسول دونوں شامل ہیں۔اسمیں صرف اُن افضال کا ذکر ہے جو رسول پر ہوئے ہیں اور بعض اعمال خیر کا ذکر ہے

الم نشرح۔ اسمیں سورۃ سابقہ کے مضامین کی تکمیل ہے آنحضرت پر جو افضال الٰہی ہیں اُنکی طرف اشارہ ہے۔اُس کے بعد دو حکم مؤکد ہیں جو تکمیل و ترقی کے رکن ہیں۔

تین۔ سورۃ سابقہ میں رسول پر افضال الٰہی کا مذکور تھا۔اسمیں عام انسانوں اور عمل صالح کرکے ترقی کرنے والوں کے انعام کا ذکر ہے۔

اقرأ۔ اسمیں انسان پر افضال کا ذکر اور اسکی ترقیات اور سرکشی کا مذکور ہے۔

قدر۔ اسمیں انسان پر اس فضل کا ذکر ہے جو سورت سابقہ میں علم الانسان مالم یعلم کے عنوان سے مذکور ہے یعنی کتاب ہدایت اس کو دی گئی۔

بینہ۔ سورۃ قدر میں کتاب ہدایت کے نزول کا ذکر ہے جس کے اہل کتاب منتظر تھے۔اس سورۃ میں اُن سے مطالبہ ہے۔کہ اب باطل کو چھوڑ کر اس پر ایمان لاؤ۔اور اہل ایمان کی جزا کا ذکر ہے۔

زلزال۔ پہلی سورت کا خاتمہ اہل ایمان کی جزا کے ذکر پر ہے اسمیں اُس جزا کے ملنے کا وقت

www.ahnafmedia.com

بتایا گیا ہے ۔ اور نیکی اور بدی کے انجام کا مذکور ہے ۔

عادیات ۔ سورۃ سابقہ میں نیکی بدی کا انجام اس طرح بتایا گیا ہے کہ جس کو قبول کرنے میں کسی سلیم الطبع کو تامل نہیں ہو سکتا ۔ اسمیں نہ قبول کرنے والوں کی ہٹ دھرمی اور سرکشی اور ان پر اہل ایمان غازیوں کی تاخت کا ذکر ہے پھر قبروں سے اُٹھنے اور خدا کے حضور میں حاضر ہونے کا مذکور ہے ۔

قارعہ ۔ سورۃ سابقہ میں خدا کے حضور میں حاضر ہونے کا ذکر تھا ۔ اسمیں اسوقت کا بیان ہے یعنی قیامت اور اس کے ہولناک حوادث کی خبر دی گئی ہے ۔

تکاثر ۔ سورۃ سابقہ میں انسان کو ہولناک وقت سے خبردار کیا گیا تھا ۔ اسمیں بتایا گیا ہے کہ حرص دنیاوی نے تجھ کو غافل کر دیا ہے ۔ تم سے خدا کی نعمتوں کے متعلق سوال ہو گا ۔

عصر ۔ سورۃ سابقہ میں حرص اموال وغیرہ سے انسان کی غفلت کا ذکر اور ہونے والے سوال کا ذکر تھا ۔ کہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ حصول اموال وجاہ ہی ہے جو کچھ ہے ۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ ان کا حاصل کرنا کامیابی نہیں بلکہ ان پر حرص موجب خسارہ ہے ۔

ھُمزۃ ۔ سورۃ عصر میں کہا گیا تھا کہ انسان خسارہ میں ہے ۔ یہاں خسارہ میں پڑنے کے اسباب کا بیان ہے ۔

فیل ۔ سورۂ ہمزہ میں جو اخلاق رذیلہ بیان ہوئے ہیں وہ قریش میں بہت رائج تھے ۔ اس کے بیان کے بعد اُس ہولناک واقعہ کا ذکر ہے جس سے قریش کو بچایا گیا ۔ ورنہ وہ بالکل برباد ہو جاتے ۔

قریش ۔ اسمیں قریش سے مطالبہ ہے کہ جیسا سورت سابقہ میں مذکور ہے کہ ہمنے تم کو اصحٰب فیل سے بچایا جو تمہارے معبد کو ڈہانے آئے ۔ اب تم بُت پرستی کو چھوڑ کر اس گھر کے رب پر ایمان لاؤ ۔

ماعون ۔ پہلی سورۃ میں قریش کو اپنا انعام یاد دلایا ہے ۔ اسمیں ان امراض روحانیہ کا ذکر ہے جو انسان کی ظاہری وباطنی خرابی کا باعث ہوتے ہیں اور یہ امراض قریش میں پھیلے ہوئے تھے ۔ بعض بدنصیب ایسے امراض میں مُبتلا تھے کہ جو دنیا میں اپنا ذکر خیر چھوڑ جانے کا کوئی سامان نہیں کرتے تھے ۔

کوثر ۔ پہلی سورۃ میں ایسے بدنصیبوں کا ذکر تھا جو اپنا ذکر خیر چھوڑنے کا کوئی سامان نہیں کرتے اسمیں یہ مذکور ہے کہ ایسے بھی خوش نصیب ہیں کہ جن کے سینوں میں حکمت کی نہریں جاری ہیں اور وہ اپنے ذکر خیر کی وجہ سے ہمیشہ رہیں گے ، ان بدنصیبوں کی طرح بے نشان نہوں گے اور رسول کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کامیاب ہیں

کافرون ۔ سورۃ سابقہ میں بتایا گیا ہے کہ اے رسول تمہارے لئے ہر قسم کی کامیابی ہے اور تمہاری عظمت وشوکت قرار پا چکی ہے ۔ اسمیں کہا جاتا ہے کہ تم علی الاعلان ان کافروں سے کہدو کہ میں تمہارے معبودوں

کی پرستش نہیں کرسکتا۔ خواہ تم کیسی ہی سعی کرو۔ کتنا ہی لالچ دو۔ اور مجھے تم سے بھی اُمید نہیں کہ تم میرے معبود کی پرستش کروگے۔

نصر۔ سابقہ سورتوں میں جو رسول کو اشارۃً کامیابی کی بشارت دی گئی تھی۔ اسمیں اسکو شرح کے ساتھ بیان کیا ہے اور دنیا میں بھی خدا کا حکم قبول کرنے والوں کیلئے نصرت ہے۔

لہب۔ سابقہ سورت میں بتایا گیا ہے کہ دنیا میں بھی خدا کا حکم قبول کرنے والوں کیلئے نصرت ہے اسمیں بتایا گیا ہے۔ کہ اس کے حکم سے سرتابی کرنے والوں کیلئے دونوں جہاں میں خسارہ ہے۔ اور مشرکین بڑے ہی خسارے میں ہیں۔

اخلاص۔ سورۂ سابقہ میں ابولہب وغیرہ مشرکین کا بوجہ شرک خسارے میں ہونے کا مذکور تھا اس میں توحید خالص بتائی گئی کہ اسپر ایمان لاؤ۔ نفع کی راہ یہ ہے۔

فلق وناس۔ انمیں سورۂ اخلاص کے مضمون توحید کی دوسرے طرز پر تکمیل کی گئی ہے۔

قرآن عہد خلافت دوم میں

پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ بعض لکھنے والوں نے اپنی یادداشت کیلئے آیات قرآنی کے ساتھ تفسیری جملے بھی لکھے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس قسم کی تحریرات کو طلب کرکے تلف کرادیا۔ تعلیم قرآن کیلئے مدارس قایم کئے تعلیم و معلمین و متعلمین کیلئے قواعد وضوابط بنائے، وظائف مقرر کئے۔ قرآن کی تعلیم جبری قرار دی فامر عمر بن الخطاب ان لا یقرأ القرآن الا عالم بالعربیۃ وامر ابا الاسود فوضع النحو یعنی عمر نے حکم دیا کہ قرآن کو کوئی شخص سوائے عربی کے عالم کے نہ پڑھے اور ابوالاسود کو حکم دیا کہ قواعد نحو وضع کرے (التذکار فی افضل الاذکار لابی عبداللہ محمد بن احمد القرطبی)

ایک یہ روایت بھی ہے کہ ابوالاسود کو حکم دیا کہ اعراب ونقاط قایم کریں۔ لیکن وضع نحو اور اعراب ونقاط کا کام اس عہد میں نہیں ہوا کیونکہ حضرت عمرؓ شہید ہوگئے۔ اور ابوالاسود ایک عرصہ تک اس کام کی طرف متوجہ نہ ہوسکے۔

اس عہد میں قرآنوں کی یہ کثرت تھی کہ مصر، عراق، شام، یمن میں ایک لاکھ نسخے قرآن کے تھے۔ حجاز وغیرہ دیگر ممالک کا مذکور نہیں (کتاب الفصل)

حضرت اُبی بن کعبؓ قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔ اس تفسیر سے امام احمد بن حنبل نے مسند میں ابن جریر طبری نے تفسیر میں، امام حاکم نے مستدرک میں بہت کچھ لیا ہے۔ حاکم کی وفات ۴۰۵ھ میں ہوئی اس لئے

یہ تفسیر پانچویں صدی تک موجود تھی۔ (رسالہ مبادی التفسیر شیخ محمد خضری دمیاطی)

حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ تراویح میں فی رکعت تیس آیتیں پڑھی جائیں تاکہ رمضان میں تین قرآن ختم ہوں (۳۰ × ۲۰ = ۶۰۰) (۶۰۰ × ۱۰ = ۶۰۰۰) (شرح احیاء العلوم)

اور کل تعداد آیات بموجب اقوال عامہ ۲۶ ۶۶) ہے باقی (۶۶۶) اہل علم میں پوری کی جاتی تھیں اس طرح تیس دن میں تین ختم ہوتے تھے۔ اس عمل سے خیال ہوتا ہے کہ آیات کا شمار ان کے عہد میں ہوا۔ اسلئے ضرورت ہوئی کہ آیات کی تخمیس و تعشیر کی جائے۔ یعنی پانچ پانچ دس دس آیتوں پر نشان لگا دئے جائیں لیکن بعض اصحاب اس عمل کو مکروہ جانتے تھے۔ عن مسروق کان عبداللہ بن مسعودؓ یکرہ التعشیر فی القرآن یعنی عبداللہ تعشیر کو قرآن میں مکروہ جانتے تھے۔ (کتاب المصاحف ابی داؤد)

امام دانی رحمہ اللہ نے کتاب البیان میں لکھا ہے کہ فواتح السور۔ رؤس الآیات تخمیس و تعشیر کو بعض اصحاب مکروہ جانتے تھے اور مٹا دیتے تھے۔ صحابہ کی تقلید پر بعض تابعی اور تبع تابعی بھی اسکو ناپسند کرتے تھے۔ اشہب سے روایت ہے کہ امام مالک قرآن مجید میں جو سرخ یا دوسری روشنائی سے عشرات کے نشانات بنائے جاتے تھے ناپسند کرتے تھے۔ (کتاب البیان)

تخمیس و تعشیر کے متعلق بعض نے لکھا ہے کہ یہ کام حجاج بن یوسف نے کرایا۔ بعض نے لکھا ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے کرایا۔ مگر روایات و بیانات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شمار آیات، رکوع، اجزاء، تخمیس و تعشیر، فواتح السور یہ سب کام صحابہ کر چکے تھے۔ چونکہ اسمیں اختلاف تھا کہ نشانات لگائے جائیں یا نہیں اور بعض جلیل القدر اصحاب اس کے مخالف تھے۔ اسلئے تابعین و تبع تابعین میں بھی اختلاف رہا۔ اور یہ عام طور پر رائج نہ ہو سکے۔ حجاج اور خلیفہ ہارون رشید نے اس کو رائج کرایا۔

امام دانی نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تخمیس و تعشیر فواتح سور صحابہ نے کر دئے تھے۔ (جامع الاحکام القرآن)

حضرت عثمانؓ کے عہد کا لکھا ہوا قرآن جو کتب خانہ انڈیا آفس لندن میں ہے اسمیں ہر سورۃ پر سورۃ کا نام اور دس آیتوں کے بعد حاشیہ پر نشان ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ یہ تمام کام صحابہ کے عہد میں ہوا ہے۔

قرآن عہد خلافت سوم میں

حضرت عثمانؓ خلیفہ ثالث کے عہد میں اسلامی فتوحات کی تکمیل ہوئی۔ اور بہت سے نئے ممالک و بلاد قبضے میں آئے۔ اسلام و قرآن تمام ہی ممالک و اقوام میں پھیل گیا تھا۔ رسول کریم کے صحابی قریب قریب سبھی جگہ پھیل چکے تھے۔ اور تابعین کی کثرت ہو گئی تھی۔ حفظ قرآن کرنے والے، ناظرہ پڑھنے والے، لکھنے والے،

کروڑوں ہو گئے تھے۔ اس عہد کے لکھے ہوئے قرآنوں کا شمار نہیں بتایا جا سکتا۔

ملک عرب کے حصص اور قبائل کی زبان میں مثل دیگر ممالک السنہ کی بعض الفاظ و محاورات میں اختلاف تھا۔ یہ اختلاف یہ تھا کہ معنی و مفہوم میں فرق نہیں آتا تھا۔ جیسے دہلی لکھنؤ کی اُردو میں (نہیں) بولتے ہیں۔ حیدرآباد کی اُردو میں اسکی جگہ (نکو) دہلی میں (کیل) کہتے ہیں۔ حیدرآباد والے کیلا بولتے ہیں۔ اسی طرح قبائلِ عرب کے لب و لہجہ میں اب بھی اختلاف ہے۔ بنو تمیم ہمزۂ ابتدا کو (ع) بولتے تھے اسلم کی جگہ عسلم بولتے تھے۔ بعض قبائل مضارع کو مفتوح پڑھتے تھے، بعض مکسور

قریش اور بنو اسد مضارع کی (ی) کو ضمہ یا فتحہ کے ساتھ تلفظ کرتے تھے۔ جیسے یَفعل یُفعل دوسرے قبیلے والے کسرہ کے ساتھ یِفعل کہتے تھے۔ بنو اسد (ع) کو (ن) کر دیتے تھے جیسے اعطیٰ کو انطیٰ کہتے تھے (الافراد مطبوعہ بیروت ص۵۶)۔ اس سے اختلاف سے معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ہمارے پنجابی بھائی ق کی جگہ ک بولتے ہیں۔ قلم کو کلم کہتے ہیں مگر لکھتے قلم ہی ہیں۔ اہل دکن ق کو خ اور خ کو ق بولتے ہیں۔ یعنی قلم کو خلم۔ خزانہ کو قزانہ بولتے ہیں مگر لکھتے قلم اور خزانہ ہی ہیں۔ لیکن بعض دفعہ ہوا جو حروف زبان سے نکلتے ہیں وہ تحریر میں بھی آجاتے ہیں۔ مکرمی جناب مولوی فیض الدین صاحب ایڈوکیٹ حیدرآباد دکن نے محلہ جوبلی ہل حیدرآباد میں ایک کوٹھی خرید کی۔ کبھی وہاں رہتے، کبھی محلہ عابد شاپ کی کوٹھی میں۔ جب جوبلی ہل میں رہتے ہیں تو وہاں سے ضروری اشیاء کی فہرست آجاتی ہے۔ یہاں سے منشی صاحب اشیاء خرید کر بھیجدیتے ہیں۔ ایک دفعہ جو فہرست آئی اسمیں پان، سپاری، مصالحہ۔ سبزی، فروٹ وغیرہ اشیاء لکھی ہوئی تھیں انہی میں خیمہ بھی لکھا ہوا تھا۔ ہمارے دوست مسٹر ریاض الحق صاحب علیگ سہارنپوری (مولوی صاحب کے سکرٹری) پرچہ دیکھکر متحیر ہوئے کہ خیمے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ اور کس قسم کا خیمہ درکار ہے۔ آخر فون کیا تو جواب طلب دوسیر جب سمجھ میں آیا کہ یہ (قیمہ) کی خرابی ہے۔

عربی اختلاف کا نمونہ خود حدیث میں مذکور ہے۔ اہل قریش (تابوت) کہتے تھے۔ زید بن ثابت (تابوہ) معنی و مطلب دونوں کا ایک، لیکن یہ خیال ضرور ہوتا تھا کہ یہ اختلاف غیر ممالک و اقوام میں پہونچکر جو رنگ لائے گا وہ کتاب اور معنی مطلب دونوں میں تحریف کا باعث ہوگا۔ اس قسم کا اختلاف شام وغیرہ میں زیادہ پھیلتا جاتا تھا۔ حضرت حذیفہ بن الیمان جب ۲۵ھ میں غزوۂ آرمینا و آذربیجان سے لوٹے تو انہوں نے حضرت عثمان سے اس اختلاف کا تذکرہ کیا۔ یہ حدیث ترمذی میں ہے:۔

عن انس ان حذیفة قدم علیٰ عثمان وکان یغازی اهل الشام فی فتح ارمینیة و آذربیجان

مع اهل العراق فرأی حذیفة اختلافہم فی القرآن فقال لعثمان بن عفان یا امیر المومنین ادرك هذه الامة قبل ان یختلفوا فی الکتاب کما اختلف الیهود والنصاری فارسل الی حفصة ان ارسلی الینا بالصحف ننسخها فی المصاحف ثم نردها الیك فارسلت حفصة الی عثمان بالصحف فارسل عثمان الی زید بن ثابت وسعید بن العاص وعبدالرحمن الحارث بن هشام وعبدالله بن الزبیر ان انسخوا الصحف فی المصاحف وقال للرهط القرشیین الثلاثة ما اختلفتم انتم وزید بن ثابت فاکتبوه بلسان قریش فانما نزل بلسانہم حتی نسخوا الصحف فی المصاحف وبعث عثمان الی کل افق بمصحف من تلك المصاحف التی نسخوا، قال الزهری وحدثنی خارجة بن زید انی فقدت اٰیة من سورة الاحزاب کنت اسمع رسول الله صلی الله علیہ وسلم یقرأها من المومنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه فمنهم من قضی نحبه ومنهم من ینتظر فالتمستها فوجدتها مع خزیمة بن ثابت او ابی خزیمة فالحقتها فی سورتها۔ هذا حدیث حسن صحیح وهو حدیث الزهری ولا نعرفه الا من حدیثه،

یعنی انس کہتے ہیں کہ حذیفہ آذربیجان کے غزوہ سے واپس ہو کر خلیفہ کے پاس آئے اور کہا کہ لوگوں میں قرآن کی قراءت میں بہت اختلاف ہے۔ قبل اس کے کہ لوگ یہود ونصاریٰ کی طرح گمراہ ہوں، آپ اس کا انتظام کر دیجئے۔ خلیفہ نے ام المومنین حفصہ سے وہ صحیفے طلب کئے (جو حضرت ابوبکر نے جمع کرائے تھے) اور کہا کہ وہ بھیجدو۔ میں ان کی نقلیں کرا کر تم کو واپس بھیجدوں گا اور حضرت عثمان نے زید، سعید، عبدالرحمٰن عبداللہ کو نقل کرنے پر مامور کیا۔ اور فرمایا کہ اگر باہم اختلاف ہو تو لغت قریش پر لکھو۔ ان لوگوں نے نقلیں کیں جن کو حضرت عثمان نے اطراف میں بھیجدیا۔ زہری کہتے ہیں کہ مجھ سے زید کے بیٹے خارجہ نے بیان کیا کہ سورہ احزاب کی اُس آیت کو جسے میں نے آنحضرت کو پڑھتے سُنا نہیں پایا۔ تلاش کی تو خزیمہ کے پاس سے ملی۔ میں نے اسکو اپنی جگہ پر رکھدیا۔

اختلاف کے متعلق پہلے لکھا جاچکا ہے کہ کس قسم کا اختلاف تھا۔ جمع عثمانی کی کیفیت اس طرح مذکور ہے

فقام عثمان فقال من کان عندہ من کتاب الله شئ فلیأتنا به وکان لا یقبل من ذلك شئ حتی یشهد علیه شاهدان یعنی حضرت عثمان نے اپنے عہد خلافت میں اعلان کیا کہ جس کسی کے پاس کچھ قرآن لکھا ہو وہ ہمارے پاس لائے اور وہ نہیں قبول کرتے تھے بغیر دو گواہوں کے (کنز العمال کتاب الاذکار باب جمع القرآن)

مولانا عبدالحق حقانی دہلوی نے اس کو ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ عثمان نے پھر

www.ahnafmedia.com

زید بن ثابت کو اس (نسخۂ ابوبکر) سے نقل کرانے پر مامور فرمایا۔ زید بن ثابت نے پھر ویسا ہی اہتمام کیا جیسا عہد ابوبکر میں کیا تھا) پھر وہ اجزاء جمع کئے اور حفاظ کو بھی شریک کیا۔ اور وہ نسخہ (ابوبکر والا) بھی سامنے رکھا اور مسجد کے دروازے پر دو شخص بٹھا دئے ان میں ابی بن کعب بھی تھے (تاریخ الحدیث) کہ آتے جاتے نمازیوں سے کہیں کہ جس کے پاس جس قدر قرآن ہو دو گواہوں کی شہادت سے پیش کرے (ایک کتابت اور دوسرا حفظ) اور اپنے ساتھ اہتمام میں عبد اللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبد الرحمن بن الحارث ابن ہشام و عبد اللہ بن عمرو بن العاص و عبد اللہ بن عباس کو بھی شامل کیا۔ بعض نے لکھا ہے کہ بارہ صحابہ اس کام پر مامور کئے گئے تھے۔ اس طرح قرآن لکھا۔ ابوبکر والا نسخہ حضرت حفصہ کے گھر بھیج دیا گیا۔ چونکہ عثمان کے عہد میں پھر از سر نو اہتمام کیا گیا تھا۔ اسلئے جامع القرآن مشہور ہوئے (البیان فی علوم القرآن)

علامہ بدر الدین عینی نے اس روایت کا دوسرا طریق بیان کیا ہے جو ابراہیم بن اسمٰعیل بن مجمع عن ابن شہاب سے ہے اسمیں اس آیت کے نہ ملنے کے واقعہ کو حضرت ابوبکر کے عہد خلافت کا واقعہ بتایا ہے جس کا ذکر بیان جمع قرآن عہد خلافت اول میں آچکا ہے (عمدۃ القاری باب جمع القرآن)

ایسا ہی علامہ ابن کثیر نے فضائل القرآن میں لکھا ہے۔ اس جمع سے اس فقرے کا تعلق نہیں۔

غرض لغت قریش کی موافق زید بن ثابت وغیرہ نے ایک نسخہ طیار کیا۔ اس زمانہ تک قرآن ایسی قراتوں پر تھے جن پر سبعۃ احرف کا اطلاق ہوتا تھا (اتقان نوع ۱۰) اب سب ایک لغت پر متفق ہو گئے، اس نسخہ کا نام مصحف الامام ہوا جس کو حضرت عثمان نے اپنے لئے رکھا (نشر جلد اول)۔ اس پر لکھا گیا ہذا ما جمع علیہ جماعۃ من اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منہم زید بن ثابت و عبد اللہ بن الزبیر و سعید بن العاص آگے اور اصحاب کے نام ہیں۔ (نفح الطیب مصری جلد اول ص ۲۴۳)

ابن خلدون نے لکھا ہے کہ یہ قرآن ۳۰ھ میں لکھا گیا لیکن امام ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ ۲۵ھ میں لکھا گیا (فتح الباری) یہی صحیح ہے کیونکہ غزوۂ آذربیجان جس کا ذکر حدیث میں ہے ۲۵ھ میں ہوا۔

اس عہد میں بھی قرآن خط حجری میں لکھا گیا۔ اس عہد کے مرقومہ قرآن اب تک موجود ہیں۔

چونکہ عبد اللہ بن عمر صحابی سے رسول کریم نے فرمایا تھا کہ قرآن ایک مہینے میں ختم کیا کرو۔ گویا یہ زیادہ سے زیادہ مدت ختم قرآن کی آپ نے مقرر فرمائی تھی۔ اور رمضان میں بھی کم سے کم ایک قرآن کا ختم ہونا ضروری ہے۔ اسلئے حضرت عثمان نے جو قرآن لکھائے وہ تیس جزو پر تھے (اس زمانہ میں جزو دس ورق کا مانا جاتا تھا) اعراب و نقاط کا رواج لکھنے میں اس عہد تک نہیں ہوا تھا۔ اسماء سور اور تخمیس و تعشیر کے نشانات لکھے جاتے تھے۔ رکوع کی تقسیم بھی حضرت عثمان نے کی۔ قرآن لکھانے میں اس درجہ احتیاط کی گئی کہ ایک حرف

www.ahnafmedia.com

بھی اِدھر سے اُدھر نہ ہو سکا۔ اور وہی رسم الخط رہا جو جبریل نے حضور کو تعلیم کیا تھا۔

قال ابن الزبیر قلت لعثمان بن عفان وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ الایۃ قال قد نسختھا الایۃ الاخری فلم تکتبھا او تدعھا قال یا ابن اخی لا اغیر شیئاً منہ من مکانہ یعنی عبداللہ بن زبیر جب قرآن لکھ رہے تھے حضرت عثمان سے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے اس کو نہ لکھوں حضرت عثمان نے کہا کہ میں اسمیں کچھ بھی تغیر نہیں کر سکتا (بخاری کتاب المغازی)

چونکہ رمضان میں ایک قرآن کا سننا مسنون ہے اور رسول کریم نے ختم قرآن کی مدت زیادہ سے زیادہ ایک ماہ فرمائی ہے۔ اسلئے حضرت عثمان نے تراویح میں دس آیت فی رکعت پڑھنے کا حکم دیا تاکہ ایک مہینے میں قرآن ختم ہو سکے (شرح احیاء العلوم)

(۱۰×۲۰×۳۰=۶۰۰۰) (۶۰۰۰ = ۳۰ × ۲۰۰) اور کل آیات کی تعداد (۶۶۶۶) ہے باقی آیات کو انہیں ایام میں پورا کیا جاتا تھا۔

بعض لوگ کہدیتے ہیں کہ اختلاف قرات تو آج تک موجود ہے۔ حضرت عثمان نے کونسا اختلاف مٹایا۔ ان کو معلوم نہیں کہ صحابہ کی قراتیں کتابوں میں موجود ہیں اور اکثر قراتیں جاری ہیں۔ یہ اختلاف قراۃ مقصود نہیں بلکہ اختلاف لغت سے جو اختلاف قرات واقع ہوتا تھا وہ مراد ہے جسکی نظیریں پیش کیجا چکی ہیں جیسے بنو سعد ع کو ن پڑھتے تھے اور اعطی کو انطی کہتے تھے۔ یہ اختلاف مٹایا گیا ہے۔

حضرت عثمان سے جب لوگوں نے بغاوت کی تو ان پر بعض معاملات میں الزامات تراشے گئے بعض فقہی مسایل کے اختلاف کو بناء فساد بنایا گیا اور طعن کئے گئے لیکن قرآن کے معاملہ میں ان کو کوئی کچھ نہ کہہ سکا۔ اس کا باعث صرف یہ ہے کہ انہوں نے اسمیں کوئی تصرف نہیں کیا اور نہایت احتیاط سے کام کرایا۔

غرض جب ایک نسخہ قرآن کا مرتب ہو گیا۔ پھر اسکی سات نقلیں کرائی گئیں۔ ایک مدینہ میں رکھی گئی اور چھ مکہ، بصرہ، کوفہ، یمن، شام اور بحرین کو بھیجی گئیں۔ عبداللہ بن سائب مکہ کو، مغیرہ بن شہاب شام کو، ابو عبدالرحمن سلمی کوفہ کو عامر بن قیس بصرہ کو لیگئے۔ یمن و بحرین کے متعلق مجکو پتہ نہیں چلا کہ کون بزرگ لے گئے۔ جب یہ قرآن مکمل ہو گئے تو اصل نسخہ حضرت حفصہ کو واپس کر دیا گیا۔ متفرق تحریرات تلف کر دی گئیں تاکہ آئندہ کسی کو جعل سازی اور فتنہ پردازی کا موقع نہ ملے۔

یہ قرآن کی تیسری تدوین تھی۔ حاکم نے مستدرک میں روایت کی ہے کہ قرآن تین مرتبہ مدون ہوا۔ ایک دفعہ عہد رسول میں، دوسری دفعہ عہد خلافت ابوبکر میں، تیسری دفعہ عہد عثمانی میں۔ حضرت عثمان کے عہد کے جو نسخے موجود ہیں۔ ان میں سورتوں کے نام اور دس آیتوں کے بعد حاشیہ پر نشانی ہے۔

اس عہد میں حضرت عبداللہ بن مسعود نے ایک مصحف مطلا دیکھکر فرمایا کہ قرآن کی زینت اسکی تلاوت ہے (کنز العمال جلد اول ص۲۲۱)

اختلاف مصاحف

مصحف ابن مسعود

حضرت عبداللہ بن مسعود کا مصحف اس مصحف کے خلاف تھا۔ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ عبداللہ بن مسعود نے چار مرتبہ قرآن لکھا، اول عہد رسول میں، دوسرے مختلف سور میں، پھر مکمل قرآن جو اپنی معلومات کے مطابق ترتیب نزول لکھا تھا۔ تیسری بار عہد صدیقی میں۔ یہ بیان عہد صدیقی کے قرآن کے متلق ہے۔ اس مصحف میں اور اسمیں کیا اختلاف تھا۔ نہ تعداد سور میں اختلاف تھا۔ نہ آیات میں نہ ترتیب میں چونکہ رسول کریم نے فرمایا تھا کہ قرآن سبعہ احرف پر نازل ہوا ہے اسلئے انہوں نے قرآن اپنے قبیلہ کے لغت پر لکھا تھا۔ امام ابن حزم نے لکھا ہے مصحف ابن مسعود انما فیہ قراءتہ یعنی ابن مسعود کا مصحف اُن کی قرات پر تھا (کتاب الفصل جلد ثانی ص۷۷) اور یہ قرآن لغت قریش پر ہے۔ عہد عثمانی میں جب باجماع صحابہ قرآن لغت قریش پر جمع کیا گیا تو ان کو اختلاف ہوا لیکن پھر انہوں نے رجوع کر کے قرآن لغت قریش ہی پر لکھا جو آج تک موجود ہے۔

اختلاف لغات کے متعلق لکھا جا چکا ہے کہ یہ صرف ادائے حروف میں تھا۔ اس سے معنی و مطلب پر کچھ اثر نہیں پڑتا تھا۔ اہل یمن س کو تا سے بدل دیتے تھے، بجائے الناس کے النات بولتے تھے۔ معنی وہی تھے۔ آدمی۔ اور ک کو ش سے بدلتے تھے۔ بجائے کلام کے شلام بولتے تھے۔

قبیلہ ہذیل ح کو ع سے بدلدیتے تھے حتی کو عتی بولتے تھے۔

قبیلہ حمیر لام تعریف کو میم سے بدلدیتے تھے بجائے الشمس والقمر کے امشمس وامقمر بولتے تھے۔

قبیلہ قضاعہ (یائے شدہ یا مخففہ یا مفتوحہ) کو جیم سے بدلدیتے تھے۔ عشی کی جگہ عشج بولتے تھے

وہاں اس زمانہ میں اس اختلاف سے معنی میں کوئی تغیر نہیں ہوتا تھا جیسے ہندوستان میں دہلی والے قلم بولتے ہیں۔ پنجاب والے کلم حیدرآباد والے خلم معنی مطلب ایک ہی ہے۔ اس قسم کے الفاظ جن کے اختلاف کی مثالیں نقل کی ہیں۔ جب غیر ممالک واقوام میں پہنچتے اور کچھ زمانہ گذرجاتا تو کیا ہوتا۔ یہ صورت تھی مصحف عثمانی سے بعض صحابہ کے اس اختلاف کی مثال حدیث میں بھی بتائی گئی ہے۔ قریش تابوت بولتے تھے زید بن ثابت (تابوہ)

www.ahnafmedia.com

مصحف زید بن ثابتؓ

زید بن ثابت کے قبیلہ کا لغت قبیلہ قریش سے ملتا جلتا تھا۔ اس لئے اُن کے مصحف کے متعلق کہا گیا ہے۔ اقرب المصاحف من مصحفنا یعنی زید کا قرآن ہمارے قرآن سے قریب تھا۔

مصحف اُبی بن کعبؓ

یہ بھی قریشی نہ تھے۔ ان کا قرآن بھی ان کے قبیلے کی قراءت پر تھا۔ (قرآن کی دوسری صورتین فی الفور نابود نہیں ہوگئیں تھیں۔ خصوصیت سے ہمیں اُبی کے نسخہ کے متعلق کچھ اطلاعات ملتی ہیں۔ جو فہرست اسکی سورتوں کی دی گئی ہے اگر وہ صحیح ہے تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ ابی کے نسخے میں وہی کچھ تھا جو موجودہ قرآن میں ہے۔ اس صورت میں ماننا پڑے گا کہ ابی کے مصحف کی بنا بھی اسی اصل مصحف پر ہوگی جو زید نے جمع کیا تھا۔ یہی بات ابن مسعود کے مصحف پر بھی صادق آتی ہے اور اسکی فہرست مضامین سے بھی جو ہم تک پہونچی ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ لمبی سورتوں یعنی طوال کو پہلے رکھنے میں ابن مسعود نے زید سے بھی بڑھکر عمل کیا ہے۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا)

مصحف علیؓ

پڑھے لکھے تمام اصحاب رسول کریم نے حضور کے عہد میں قرآن لکھا۔ مگر اسکی وہی چند سورتیں تھیں جو ہم نے بیان کتابت میں لکھی ہیں۔ حضرت علی نے بھی حضور کی حیات میں اپنی معلومات کے موافق ترتیب نزول لکھا جب حضور کی وفات ہوگئی اور معلوم ہوگیا کہ اب کلام ختم ہوگیا۔ اب اسمیں ناسخ ومنسوخ بھی نہیں ہوگا۔ اسمیں اور بھی نہیں آئے گا۔ اسوقت صحابہ نے اس ترتیب پر قرآن لکھا جس ترتیب پر حضور پڑھتے تھے اور وہی ترتیب اب تک جاری ہے۔ اسکے متعلق کسی صحابی کا اختلاف کرنا صحیح روایت سے ثابت نہیں۔ اختلاف قراۃ تھا، حضرت عثمانؓ نے سب کے اجماع سے سب کو لغت قریش پر جمع کردیا۔ اختلاف مصاحف کے متعلق جو روایات ہیں وہ عہد رسول کے لکھے ہوئے مجموعوں اور ترتیب سے قبل کی تحریرات سے متعلق ہیں۔ ترتیب کے بعد کوئی قرآن خلاف ترتیب نہیں لکھا گیا۔ ترتیب سے قبل جس جس قسم کے لکھنے والے تھے اُن کی تفصیل ہم نے کہیں لکھدی ہے۔

جامع قرآن

حضرت عثمان کو ہمیشہ سے جامع قرآن کہتے چلے آئے ہیں۔ نئے مصنفوں نے یہ لکھا ہے کہ یہ خطاب غلط مشہور ہوگیا۔ میرے نزدیک ان کا یہ خطاب صحیح ہے۔

جمع سے ایک تو یہ مطلب ہے کہ بہمہ وجوہ رسول کریم سے حاصل کیا ہو۔ حضرت عثمان قدیم الاسلام صحابی تھے

عقل تقاضا کرتی ہے کہ وہ اسمیں سے مقدم رہے ہوں گے۔ جمع سے مراد کتابت بھی ہے اسمیں بھی وہ سب مقدم رہے ہوں گے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں

وابن ابی داؤد در کتاب المصاحف ودیگر محدثان معتبر روایت کردہ اند کہ چون مصریان درخانہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ برائے کشتن در آمدند مصحف مجید پیش روئے ایشان بود ومیخواندند اول آن اشقیا بر ہر دو دست ایشان شمشیر زدند خون ایشان جاری شد وبر ہمیں آیت افتاد۔ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ ایشان بیک دست خود خون را از مصحف دور میکردند۔ وی فرمودند کہ قسم بخدا کہ این دست اول دستے است کہ نوشتہ مفصل قرآن را (فتح العزیز)

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اول کتابت وجمع قرآن سے حضرت عثمان فارغ ہوئے وفی الریاض من حدیث ابو ثور الفہمی عن عثمان ولقد جمعت القران علی عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

ازالۃ الخفا میں جو حدیث جمع قرآن کے متعلق بیان جمع قرآن میں نقل کیجا چکی ہے اسمیں قرآن جمع کرنے والوں میں پہلے حضرت عثمان کا نام ہے۔ قرآن کی سورتوں میں انفال و براءۃ کی ترتیب ان کی رائے کے موافق ہوئی ہے آخر میں یہ کہ انہوں نے ایک لغت پر سبکو جمع کر دیا اور قرآن مرتب کرایا۔

ان تمام امور پر نظر کرنے سے یہ خیال صحیح طور پر قایم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان کا یہ قدیم خطاب صحیح اور اُن کے لئے موزون ہے۔

قرآن عہد خلافت چہارم میں

حضرت علی کا عہد خلافت خانہ جنگی اور اضطراب میں گذرا۔ آپ کے عہد میں صرف اسقدر ہوا کہ کثرت سے قرآن لکھے گئے تعلیم عام رہی۔ صاحبزادگان والاشان نے بھی قرآن لکھے۔ خلیفہ نے اپنے شاگرد ابو الاسود کو چند ہدایات لکھکر دیں کہ ان کے موافق قواعد نحو مرتب کرے (حاشیہ اجرومیہ) تاکہ فہم قرآن میں سہولت ہو اور حفاظت قرآن کو تقویت ہو۔ آیندہ علوم قرآنی کا سنگ بنیاد یہی اصول ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس متوفی ۶۸ھ نے تفسیر لکھی۔ اس تفسیر کے متفرق نسخے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ حضرت علی اور صاحبزادگان کے لکھے ہوئے قرآن اور سیپارے اکثر کتب خانوں میں موجود ہیں اور یہی اس عہد کے قرآن ہیں۔ اس عہد تک بھی نقاط وحرکات کا طریقہ رواج نہیں ہوا تھا۔

قرآن اور خاندان رسالت

حضرت علی اور امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہم مشہور کاتبین قرآن و حفاظ و قراء میں سے تھے ان

حضرات کے لکھے ہوئے قرآن موجود ہیں۔

مفسرین قرآن میں حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عباس (رسول کریم کے چچازاد بھائی) سب سے بڑے مفسر مانے گئے ہیں۔ ابن عباسؓ کا لقب حبر الامۃ ترجمان القرآن تھا۔ ازواج مطہرات میں امہات المومنین حضرت عائشہؓ حضرت ام سلمہؓ حضرت حفصہؓ حافظ وقاری و مفسر تھیں۔ حضرت ام سلمہ قرآن بالکل رسول کریم کے طرز پر پڑھتی تھیں۔

ابوبکر عاصم بن ابی النجود (جو قراء سبعہ میں سے ہیں) کا سلسلۂ تلمذ حضرت علی سے بھی ملتا ہے کیونکہ یہ شاگرد تھے ابو عبدالرحمن بن حبیب السلمی کے اور ابو عبدالرحمن نے حضرت علی سے قراءت سیکھی۔

امام زین العابدینؒ بن امام حسینؓ قاری بھی تھے اور قرآن بھی لکھتے تھے۔

امام باقر بن امام زین العابدینؒ مشہور قراء میں سے تھے۔

امام جعفر صادق بن امام باقر بڑے مشہور قاری تھے۔ ابو عمارہ بن حبیب الزیات معروف حمزہ (جو قراء سبعہ میں سے ہیں) امام جعفر کے شاگرد تھے۔ اور امام جعفر کا سلسلہ سند اُن کے جدِ اعلیٰ حضرت علی اور حضرت ابی بن کعب سے ملتا ہے۔

عبداللہ بن عباس صاحب تفسیر ہیں، امام باقر بھی صاحب تفسیر ہیں۔ ان کے لکھے ہوئے قرآن موجود ہیں۔ مشہور قاری نافع بن عبدالرحمن شاگرد تھے شیبہ بن نصاح کے اور شیبہ شاگرد تھے ابن عباس کے۔

مشہور مفسرین امام مالکؒ سفیان ثوری امام جعفر کے شاگرد تھے۔

امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر قاری تھے اور قرآن لکھتے تھے۔

مشہور امام و مفسر و محدث و مجتہد و فقیہ امام حسن بصری نے ام المومنین ام سلمہ کا دودھ پیا تھا۔ صوفیا ان کو حضرت علی کا شاگرد کہتے ہیں۔ محدثین کو اس میں کلام ہے۔ مگر امام حسنؒ کے فیضیافتہ ہونے میں شک نہیں

حدیث قرآن ہی کی تفسیر ہے۔ اصطلاح محدثین میں اصح الاسانید اس روایت کو کہتے ہیں جسکو امام زین العابدین نے اپنے والد ماجد امام حسین اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت علی سے روایت کیا ہو۔

حضرت عائشہ اور حضرت علی نے قرآن کی آیتوں کا شمار کیا۔ امام جعفر نے آیات کی تقسیم بتائی کہ اسقدر آیات جہاد ہیں۔ اسقدر معاملات وغیرہ کی۔ اسکی تفصیل دوسرے موقعہ پر ہوگی۔

غرض ہر ملک اور ہر زمانہ میں خاندان رسالت سے قرآن کی خدمت ہوتی رہی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ قرآن کے اُن مشہور سات قراء میں ہیں جو صحابہ میں ممتاز تھے۔ قراء صحابہ میں ابی بن کعب کو اَقرَأکُم کا خطاب تھا۔ خاندان رسالت میں انہی کی قراءت رائج تھی۔

شیعہ مذہب کی مستند کتاب اصول کافی کی کتاب فضل القرآن باب النوادر میں امام جعفر صادق کی
حدیث ہے (اما نحن فنقرء علی قراءۃ أبی رض) یعنی ہم ابی بن کعب کی قراءت پر قرآن پڑھتے ہیں۔
مولوی سید محمد ہارون خان مجتہد اپنی کتاب علوم القرآن مطبوعہ یوسفی دہلی ۱۹۱۳ء میں لکھتے ہیں:۔
"قاریان قرآن جن کی قراءت پر اعتماد ہو سکتا ہے انمیں سے
ایک ابو جعفر یزید بن قعقاع ہے جو عبداللہ بن عباس کا شاگرد ہے اور وہ ابی بن کعب اور وہ رسول اللہ کا۔
دوسرا نافع بن عبدالرحمن ہے اس نے ابو جعفر سے پڑھا ہے۔ اور نیز شیبہ بن نصاح سے اور یہ شاگرد ہیں عبداللہ
ابن عباس رضی اللہ عنہما کے۔
تیسرا عاصم ہے جسکی دو روایتیں ہیں ایک روایت حفص بن سلیمان بزار سے، دوسری ابوبکر بن عیاش سے
چوتھا حفص ہے اسکی چار روایتیں ہیں۔
پانچواں حمزہ بن حبیب الزیات ہے، جسکی سات روایتیں ہیں
چھٹا ابوالحسن علی بن حمزہ کسائی ہے جسکی چھ روایتیں ہیں۔
ساتواں خلف بن ہشام بزار ہے۔
آٹھواں ابو عمرو بن علا ہے جسکی تین روایتیں ہیں۔
نواں یعقوب ہے جس کی تین روایتیں ہیں۔
دسواں عبداللہ بن عامر ہے "
جنمیں سے سات زیادہ مشہور ہیں۔ عاصم جن کا ذکر انہوں نے نمبر تین پر کیا ہے۔ ان کا سلسلہ تلمذ
حضرت علی سے بھی ہے کیونکہ عاصم نے ابو عبدالرحمن بن حبیب السلمی کی بھی شاگردی کی ہے اور ابو عبدالرحمن
حضرت علی کے شاگرد تھے۔ اور امام القراء حمزہ (جو قراء سبعہ میں ہیں) امام جعفر صادق کے شاگرد تھے۔

قراء صحابہ رض

عہد رسالت و زمانہ خلافت میں جو کوئی بھی قرآن سیکھتا تھا وہ باقاعدہ پڑھتا تھا۔ اس طرح سبھی
قاری تھے۔ اس جماعت میں جنہوں نے مکمل قرآن باقاعدہ حفظ کیا زیادہ مشہور اصحاب یہ تھے۔
ابوبکر بن صدیق۔ عمر بن الخطاب۔ عثمان بن عفان۔ علی ابن ابی طالب۔ ابی بن کعب۔ ابن مسعود
زید بن ثابت۔ ابو موسیٰ اشعری۔ ابوالدرداء۔ سالم۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد۔ حذیفہ۔ ابوہریرہ۔ عبداللہ بن عمر
عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن الزبیر۔ عمرو بن العاص۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص۔ عبدالرحمان بن عوف۔
ابو عبیدہ بن الجراح۔ خالد بن الولید۔ عبادہ بن الصامت۔ معاویہ بن ابی سفیان۔ عبداللہ بن السائب

www.ahnafmedia.com

ابوزید۔ مجمع بن جاریہ ۔ سلمہ بن مخلد ۔ تمیم الداری ۔ عقبہ بن عامر ۔ انس بن مالک ۔ عیاش ۔ ابوالحارث عبداللہ بن عباس قرشی ۔ فضالہ بن عبید انصاری ۔ واثلہ بن الاسقع ۔ امام حسن ۔ امام حسین ۔

صحابیات میں

حضرت عائشہ ۔ حضرت حفصہ ۔ حضرت ام سلمہ ۔ ام ورقہ بن نوفل ۔ (کتاب القراۃ ابوعبید و ابوداؤد)

ان مشاہیر میں سات اصحاب ایسے ہیں جنکی سند سب سے زیادہ مسلم ہے ۔ من جملتھم سبعۃ اعلام دارت علیھم اسانید القران وذکروا فی صدور الکتب والاجازات عثمان بن عفان وعلی ابن ابی طالب وابی بن کعب وعبداللہ بن مسعود وزید بن ثابت وابو موسی الاشعری و ابوالدرداء یعنی ان میں سات امام یہ ہیں ۔ عثمان ، علی ، ابی ، ابن مسعود ۔ زید ۔ ابو موسی ۔ ابوالدرداء (طبقات القراء)

انہیں ابی بن کعب کا خطاب اقرأ القوم تھا ۔ خاندان رسالت میں انہی کی قرات رائج تھی ۔

امام جعفر صادق کا قول ہے اما نحن فنقرأ علی قراءۃ ابی ۔ ہم ابی بن کعب کی قرات پر قرآن پڑھتے ہیں (اصول کافی کتاب فضل القرآن باب النوادر)

ام المومنین ام سلمہ قرآن مجید رسول کریم کے طرز پر پڑھتی تھیں ۔

قرآن خلافت راشدہ کے بعد قرن اول میں ۱۰۰ھ تک

امام حسن امام حسین نے قرآن لکھے جو اب تک موجود ہیں ۔ چونکہ حضرت عمر نے ابوالاسود کو وضع نحو کا حکم دیا تھا اور حضرت علی نے قواعد نحو لکھکر دئے تھے ۔ زمانہ خلافت امیر معاویہ تک ابوالاسود اس کام کو نہ کر سکے کیونکہ وہ جنگ و جہاد اور کاروبار حکومت میں مشغول رہے ۔ حکومت سے سبکدوش ہونے کے بعد انہوں نے ایک رسالہ قواعد نحو میں اور ایک اعراب قرآن کے متعلق لکھا ۔ اکثر مصنفین نے لکھا ہے کہ خلیفہ ولید بن عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو لکھا اور اس نے ابوالاسود کو حکم دیا کہ قرآن پر اعراب لگائے ۔ بعض نے لکھا ہے کہ زیاد بن سمیہ (ابن ابیہ یا ابن ابی سفیان بھی مشہور ہے) نے ابوالاسود کو یہ حکم دیا تھا ۔ لیکن بروئے واقعات یہ دونوں قول صحیح نہیں معلوم ہوتے ۔ ابوالاسود بنی امیہ کے مخالف تھے ۔ اس لئے نہ حجاج ان کو حکم دے سکتا تھا نہ وہ تعمیل کرتے ۔ زیاد ابوالاسود کو کیا حکم دیتا وہ تو بعہد خلافت حضرت علی ابوالاسود کا ماتحت تھا ۔ اور ان دونوں میں ہمیشہ ان بن رہی ۔ ابوالاسود نے زیاد کی ہجو لکھی تھی ۔ جو آج تک مشہور ہے ۔

ابوالاسود نے جو کچھ کیا وہ حضرت عمر اور حضرت علی کے ارشادات کی تعمیل میں کیا اور بطور خود کیا

اور عہد خلافت راشدہ کے بعد کیا۔ میرے خیال میں انہوں نے یہ کام ۴۲ھ کے بعد کیا ہے کیونکہ ۴۲ھ تک وہ کاروبار حکومت میں مشغول رہے۔ ۴۲ھ میں ان کو امیر معاویہ نے معزول کیا۔ اس کے بعد ۲۶-۲۷ برس فرصت میں رہے۔ ۶۹ھ میں وفات پائی۔ اس مدت میں انہوں نے یہ کام کیا۔

ابوالاسود نے نقاط نہیں لگائے بلکہ اعراب بشکل نقاط قائم کئے۔

خلیفہ عبدالملک بن مروان متوفی ۸۶ھ نے حضرت سعید بن جبیر تابعی ۹۵ھ سے تفسیر لکھائی جو خزانہ شاہی میں محفوظ رکھی گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ تفسیر عطاء بن دینار تابعی کے ہاتھ آگئی اور انہی کے نام سے مشہور ہوئی (میزان الاعتدال) اسی خلیفہ نے قرآن میں نقطے لگانے کا حکم دیا لیکن یہ کام اس کے بیٹے ولید کے عہد میں ہوا۔

خلیل بن احمد بصری ۱۷۰ھ نے خط حیری میں اصلاح کر کے مشہور خط کوفی ایجاد کیا۔ یہ اصلاح غالباً ۱۶۰ھ میں ہوئی۔ اس زمانہ سے قرآن خط کوفی میں لکھے جانے لگے۔

اس عہد کے مشہور کاتب اور معلم قرآن امام زین العابدین ۹۴ھ، امام باقر ۱۱۴ھ، امام جعفر ۱۴۸ھ تھے، امام باقر نے تفسیر لکھی، امام جعفر نے آیات کی تقسیم قرار دی کہ اسقدر آیات جہاد کے متعلق ہیں، اسقدر معاملات وغیرہ کے متعلق۔

قطبہ (بعہد عبدالملک بن مروان) مشہور کاتب قرآن تھا۔ سعد کاتب خلیفہ ولید بن عبدالملک نے قرآن سونے سے لکھا، خالد بن ابی الہیاج نے ایک طلاکار قرآن لکھکر خلیفہ عمر بن عبدالعزیز ۱۰۱ھ کے حضور میں پیش کیا۔

ابو یحییٰ مالک بن دینار نے بھی کئی قرآن لکھے۔ غلام سلمہ بن لوی بن غالب اُجرت پر قرآن لکھتے تھے۔ خدا جانے عمر میں کتنے قرآن لکھے ہوں گے۔ ضحاک بن عجلان ۱۵۴ھ بھی مشہور قرآن نویس تھے۔ سعید بن جبیر ۹۵ھ۔ ابی العالیہ ۹۰ھ۔ ابراہیم نخعی ۹۵ھ۔ امام باقر ۱۱۴ھ۔ حسن بصری ۱۱۰ھ۔ شعبہ بن الحجاج ۱۶۰ھ۔ سفیان ثوری ۱۶۱ھ۔ اس عہد کے مشہور مفسر ہوئے۔ اور بھی بڑے بڑے مفسر تھے اور بہت سی تفسیریں لکھی گئی۔ اس قرن کے قرآن پڑھنے والوں میں زیادہ مشہور امام اعظم ابوحنیفہ ۱۵۰ھ تھے کہ ایک رکعت میں قرآن ختم کرتے تھے۔

اس عہد میں ہر شہر و قریہ میں قاری تھے۔ مکہ۔ مدینہ۔ بصرہ، دمشق یہ خاص مرکز تھے۔ ان شہروں میں سینکڑوں قاری تھے۔ زیادہ مشہور

مدینہ میں امام زین العابدین ۹۴ھ۔ سعید بن المسیب ۱۰۱ھ۔ امام باقر ۱۱۴ھ امام جعفر ۱۴۸ھ

www.ahnafmedia.com

نافع بن عبدالرحمن سنہ ۱۶۹ھ۔

مکہ میں طاؤس سنہ ۱۰۶ھ۔ عطا بن ابی رباح سنہ ۱۱۴ھ۔ عبداللہ بن کثیر سنہ ۱۲۰ھ۔ مجاہد بن جبیر ۱۲۳ھ

کوفہ میں علقمہ بن قیس سنہ ۶۲ھ۔ اسود بن یزید سنہ ۹۵ھ۔ سعید بن جبیر سنہ ۹۵ھ۔ مجاہد بن جبیر سنہ ۹۵ھ

عاصم بن ابی النجود سنہ ۱۲۸ھ۔ سلیمان بن مہران الاعمش سنہ ۱۴۸ھ۔ ابو عمارہ حمزہ بن حبیب الزیات سنہ ۱۵۶ھ

بصرہ میں ابو الاسود دوئلی سنہ ۶۹ھ۔ یحییٰ بن یعمر سنہ ۸۹ھ۔ نصر بن عاصم سنہ ۹۰ھ۔ امام حسن بصری سنہ ۱۱۰ھ

امام محمد بن سیرین سنہ ۱۱۰ھ۔ قتادہ سنہ ۱۱۷ھ۔ ابو عمرو بن العلاء بن عمار بن العریان المازنی سنہ ۱۵۴ھ

دمشق میں عبداللہ بن عامر سنہ ۱۱۸ھ۔

اسی عہد سے علوم قرآن پر تصانیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ عکرمہ تابعی سنہ ۱۰۵ھ۔ علی بن ابی طلحہ ۱۴۳ مقاتل بن سلیمان سنہ ۱۵۰ نے علم وجوہ ونظایر پر رسائل لکھے۔

حنظلہ نے بیان کیا کہ میں طاؤس کے ہمراہ اس قوم پر گذرا جو قرآن فروخت کرتے تھے۔ اس پر طاؤس نے انا للہ پڑھا (طبقات ابن سعد جلد پنجم ص ۲۲)

قرآن قرن ثانی میں
سنہ ۱۷۱ھ سے سنہ ۲۲۰ھ تک

جس قدر اسلام اور سلطنت اسلام کو ترقی ہوتی گئی۔ قرآن پڑھنے والوں، قاریوں، کاتبوں، مصنفوں، مفسروں کی کثرت ہوتی گئی۔ ہر ملک و قوم میں بڑے بڑے ائمہ مشائخ نے علماء و مشاہیر و امراء نے کتابت قرآن کا شرف حاصل کیا۔ ابن الندیم نے اس عہد کے کاتبوں کی ایک طویل فہرست دی ہے یہ مختصر اس کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

امام کسائی مشہور قاری بھی تھے۔ نحو اور علم خط کے استاد بھی تھے۔ انہوں نے خلیل کے ایجاد کردہ خط کوفی میں اصلاح کی اور علم متشابہات پر تصنیف کی سنہ ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔

ابو محمد یحییٰ بن مغیرہ مقری المعروف یزیدی سنہ ۲۰۲ نے کتاب المقصور والممدود لکھی۔

امام شافعی سنہ ۲۰۴ھ نے علم احکام القرآن و علم فضایل قرآن پر تصانیف کیں۔

شیخ ابو فید مورج سنہ ۲۰۴ھ نے علم غریب القرآن پر تصنیف کی۔

شیخ ابوالحسن سعید بن مسعدۃ الاخفش الاوسط سنہ ۲۱۱ھ نے قرآن کے علم افراد و جمع پر تصنیف کی۔

تفاسیر بہت سی تصنیف ہوئیں۔ اس عہد کے مشہور مفسر امام مالک سنہ ۱۷۹ھ۔ وکیع بن الجراح سنہ ۱۹۷ھ

www.ahnafmedia.com

سفیان بن عنیہ سنہ ۱۹۸ھ - یزید بن ہارون سنہ ۲۰۶ھ - فریابی سنہ ۲۱۲ھ ہوئے ہیں۔

امام شافعی محدث فقیہ مفسر قاری تھے - ایسے ہی سنید بن داؤد سنہ ۲۲۰ھ بھی - اس عہد میں سب سے زیادہ قرآن کی تلاوت کرنے والے امام ابو بکر سنہ ۱۹۳ھ ہوئے ہیں - عمر بھر میں چوبیس ہزار قرآن ختم کئے۔

خلیفہ ہارون رشید کے عہد میں خشنام بصری - مہدی کوفی - اور خلیفہ مامون رشید کے عہد میں احمد بن ابی خالد - احمد الکلبی - عبداللہ بن شداد - عثمان بن زیاد - محمد بن عبداللہ مدنی - ابوالفضل صالح ابن عبدالملک مشہور کاتب تھے - خلیفہ ہارون رشید کے کاتب نے خلیفہ کے حضور میں ایک قرآن تخنی ورق پر لکھکر نذر کیا - خلیفہ اسی میں تلاوت کیا کرتا تھا۔

قرآن قرن ثالث میں

سنہ ۲۲۱ھ سے سنہ ۲۶۰ھ تک

روز بروز قرآن خوانوں، حافظوں، قاریوں، مفسروں، مصنفوں، کاتبوں کی ہر ملک و قوم میں کثرت ہوتی گئی۔

اس عہد کے مشہور کاتبوں میں ابو حدی کوفی احمد خلیفہ معتصم باللہ سنہ ۲۲۷ھ - المسحہ ابو عمیرہ - ابن ابوالفرج تھے - یہ سب کوفہ کے رہنے والے تھے - سنہ ۲۳۲ھ تک ان کا زمانہ ہے۔

اور مشہور قاریوں میں شیخ ابو حاتم سہل بن محمد سنہ ۲۴۲ھ - اور امام بخاری تھے

اور مشہور مفسرین میں شیخ ابن ابی شیبہ سنہ ۲۳۵ھ - شیخ ابن راہویہ سنہ ۲۳۳ھ - امام بخاری سنہ ۲۵۶ھ تھے علم ناسخ و منسوخ پر شیخ ابو عبیدہ بن قاسم بن سلام سنہ ۲۲۴ھ نے اور علم سبب نزول پر شیخ علی بن مدینی سنہ ۲۳۴ھ نے اور علم اعراب قرآن پر شیخ ابو مروان عبدالملک بن حبیب بن سلیمان مالکی قرطبی سنہ ۲۲۹ھ نے تصانیف کیں - سنہ ۲۱۲ھ میں خلیفہ عباسی کا یہ عقیدہ قائم ہوا کہ قرآن مجید مخلوق ہے - اس نے اس عقیدہ کو تسلیم کرانے کیلئے محدثین وائمہ علماء پر مظالم کئے - امام احمد بن حنبل پر بہت زیادہ سختی کی لیکن کسی نے اس عقیدہ کو تسلیم نکیا - آخر کچھ عرصہ کے بعد یہ غوغا فرو ہو گیا۔

قرآن عہد اختلافی میں

سنہ ۲۶۱ھ سے سنہ ۳۱۰ھ تک

کاتبوں، مصنفوں اور مفسروں کی تذکرے مفصل کتب تاریخ و فہرست ابن الندیم و کشف الظنون وغیرہ

www.ahnafmedia.com

میں ہیں۔ اس عہد کے کاتبوں میں ابو الحسن اسحٰق بن ابراہیم تمیمی - ابو القاسم اسمٰعیل - ابن منیر نفلی
روزآمدی نے خاص شہرت حاصل کی - اوّل الذکر خلیفہ المقتدر باللہ عباسی ۲۹۵ھ کا کاتب تھا - اس نے
رسم الخط پر ایک کتاب تحفۃ الموافق نام لکھی تھی -

اس عہد کے نامور مفسرین میں امام ابن ماجہ ۲۷۳ھ اور امام ابن جریر طبری ۳۱۰ھ اور شیخ ابوبکر
ابن محمد ۳۶۱ھ بھی تھے - طبری نے تیس ہزار ورق پر تفسیر لکھی تھی - اس کا خلاصہ تین ہزار ورق پر کیا -
اس زمانہ کے مشہور قراء میں قاضی ابو اسحاق اسمٰعیل ۲۸۲ھ و شیخ ابو العباس احمد ۲۹۱ھ تھے -
شیخ ابو محمد عبد اللہ بن مسلمہ بن قتیبہ دینوری ۲۷۶ھ نے غریب القرآن پر شیخ ابی علی احمد بن جعفر دینوری
۲۵۹ھ نے علم ضمائر پر - شیخ ابی العباس احمد بن یحییٰ معروف ثعلب ۲۹۱ھ نے علم شواذ فی القراءت پر
شیخ محمد بن یزید واسطی ۳۰۶ھ نے علم اعجاز قرآن پر - شیخ ابو اسحٰق ابراہیم بن سری نحوی ۳۱۱ھ نے علم وقف
وابتداء پر تصانیف کیں -

قرآن قرون ثلاثہ کے بعد
سنہ ۳۱۱ھ سے سنہ ۱۳۵۹ تک

کوئی قصبہ، کوئی قریہ ایسا کہ جسمیں مسلمانوں کی آبادی ہو دنیا میں نہ تھا - کہ جہاں قرآن کا کوئی لکھنے
والا نہو - چونکہ قرآن پنجگانہ نماز میں پڑھنا ضروری تھا - اس کے علاوہ تلاوت بھی کیجاتی تھی - پریس و مطابع
نہ تھے - اس لئے ہر جگہ لکھنے والے لکھتے تھے - اسی طرح علوم قرآن، تفسیر قرآن پر تصانیف کی کثرت ہوئی -
میری معلومات اس معاملہ میں ہندوستان کے متعلق بھی کافی نہیں - غیر ممالک کے اہل فن اور ان کے
کارناموں کا کیا ذکر کروں - میں نے مختصر معلومات حاصل کرنے کیلئے جو کتب سیر و تاریخ وغیرہ کی ورق گردانی
کی تو معلوم ہوا کہ اگر صرف ہندوستان ہی کے متعلق سواد فراہم کیا جائے تو ایک ضخیم جلد طیار ہو جائے - میری
اس کتاب میں اسقدر گنجائش نہیں -

علی بن حسن ۳۱۱ھ قرآن کا مشہور کاتب تھا - وزیر ابن مقلہ ۳۲۸ھ نے خط کوفی میں اصلاح کر کے
خط نسخ ایجاد کیا - یہ خط ایسا مقبول ہوا کہ قرآن کی کتابت اسی خط میں ہونے لگی - اور اس پر اجماع ہو گیا -
ابو عبد اللہ حسن ۳۳۸ھ وزیر ابن مقلہ کا بھائی اور ابن مقلہ کے دو شاگرد محمد بن الیمانی و محمد بن اسد
اور ابو الحسن علی بن ہلال معروف بہ بواب ۴۱۳ھ - اور ابن بواب کے شاگردوں شیخزادہ احمد سہروردی اور مولانا
یوسف مشہدی اور مولانا مبارک شاہ زرین قلم - ارغون کابلی - میر کیچی - میر حیدر - محمد بن عبد الملک یہ سب

ساتویں صدی ہجری کے آخر تک گذرے ہیں۔

محمد بن عبدالملک کی شاگرد ایک خاتون زینب نام معروف شہیدہ ان سب نے کتابت قرآن کا شرف حاصل کیا تھا۔ زینب کے شاگرد امین الدین یاقوت۔ ولی عجمی تلمیذ یاقوت۔ عفیف شاگرد عجمی۔ عماد بن عفیف شمس الدین ابی رقیبہ محتسب شاگرد عماد۔ شمس الدین محمد بن علی زفتاوی شاگرد ابن ابی رقیبہ۔ شیخ زین الدین شعبان بن محمد بن داؤد الآثاری محتسب۔ ان سب ماہران فن نے بھی کتابتِ قرآن میں نام پیدا کیا

یاقوت بن یاقوت بن عبداللہ رومی المستعصمی معروف ابوالمجد خواجہ عمادالدین رومی ۶۹۸ھ کا لکھا ہوا قرآن مجید نواب زادہ سعید الظفر خان بہادر آف بھوپال کے کتب خانہ میں ہے۔

اسداللہ کرانی۔ حمیداللہ بن شیخ الالیاسی۔ دودہ چلپی۔ ملا جلال۔ عبداللہ قرمی بھی قرآن کے مشہور کاتب تھے۔

مرزا بایسنغر خان بن شاہرخ مرزا (نبیرۂ امیر تیمور) ۸۳۷ھ خود بھی قرآن لکھتے تھے اور قرآن لکھانے کے اسقدر شائق تھے کہ چالیس خطاط اس خدمت پر مامور تھے۔ خدا جانے کتنے قرآن لکھے گئے ہوں گے۔

عبدالباقی حداد المعروف عبداللہ اورنگ زیب غازی کے اُستاد تھے۔ اُنہوں نے دو قرآن ایک تیس ورقوں پر، دوسرا جب قلم لکھکر شاہجہاں کے حضور میں پیش کیا۔ انعام کثیر اور یاقوت رقم خطاب پایا۔

شہنشاہ اورنگ زیب غازی نے بہت سے قرآن لکھے۔ ان کے لکھے ہوئے قرآن کے نسخے ہندوستان کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔

حداد کے شاگرد یاقوت رقم خان ثانی اور حداد کے بھتیجے اور تلمیذ مولانا عصمت اللہ ۱۱۰۷ھ نے کتابت قرآن میں خاص شہرت حاصل کی۔

راقم سطور کے جد اعلیٰ (پردادا) قاضی علی احمد کو بھی کتابت قرآن سے خاص ذوق تھا۔ بیس برس کی عمر سے یوم وفات تک چالیس برس برابر اسی کار خیر میں مشغول رہے۔ خدا جانے کتنے قرآن لکھے غرض ہر زمانہ میں ہر ملک میں قصبات و دیہات تک میں قرآن کے کاتب تھے اور قرآن لکھے جاتے تھے۔

قرآن اور علوم قرآنی پر بھی ہر ملک اور ہر زمانہ میں مصنفین نے تصانیف کیں، ان کی تعداد کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے۔ میری قلیل معلومات میں یہ ہے کہ تیرہویں صدی کے وسط تک (۱۱۶۱) مکمل تفسیرین لکھی گئی ہیں ان میں سو سوا اور ہزار ہزار جلد کی تفسیریں بھی ہیں۔ اور غیر مکمل تفاسیر کا شمار نہیں۔

اس عہد میں کثرت سے صاحب کمال قاری گذرے ہیں۔ میں کہاں تک فہرست طیار کرتا۔ دو چار نام تکمیل بیان کیلئے لکھتا ہوں۔ امام طحاوی ۳۲۱ھ۔ امام سعد زنجانی ۴۷۱ھ۔ نورالدین علی قاری ۱۰۱۴ھ۔

www.ahnafmedia.com

اور قرا کا ذکر دوسرے موقع پر ہوگا۔

مشہور مفسرین بھی سینکڑوں گذرے ہیں۔ امام ابوبکر محمد بن ابراہیم نیشاپوری سنہ ۳۱۰ھ۔ امام طحاوی سنہ ۳۲۱ھ شیخ محمد بن علی بن احمد سنہ ۳۸۸ھ۔ امام غزالی سنہ ۵۰۵ھ۔ علامہ زمخشری سنہ ۵۳۸ھ۔ امام رازی سنہ ۶۰۶ھ۔ شیخ قاضی بیضاوی سنہ ۶۸۵ھ۔ شیخ برہان الدین لبقاعی سنہ ۸۸۵ھ۔ مفتی ابوالسعود سنہ ۹۸۲ھ۔ محمود آلوسی سنہ ۱۲۷۰ھ حضرت استاذ الامام العلامہ طنطاوی جوہری سنہ ۱۳۵۸ھ۔

قرآن اور ہندوستان

ہندوستان میں اسلام رسول کریم کے عہد میں داخل ہوگیا تھا اس لئے زمانہ قدیم سے ہندوستان میں بڑے محدث اور مفسر ہوئے ہیں۔ تاریخ الحدیث اور تاریخ التفسیر میں تفصیل کے ساتھ ان بزرگوں کا ذکر کیا ہے۔ بڑے بڑے کامل الفن قرا گذرے ہیں۔ ہندوستان میں قرآن کے متعلق بہت سی تصانیف ہوئی ہیں۔ عربی۔ فارسی۔ اردو ہر زبان میں تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ تخمیناً کہتا ہوں کہ ہندوستان میں کم و بیش سو مکمل تفسیریں تصنیف ہوئی ہیں غیر مکمل کا شمار نہیں۔ زیادہ مشہور تفسیریں یہ ہیں۔

تفسیر محمدی شیخ حسن محمد گجراتی سنہ ۹۸۲ھ۔ سواطع الالہام علامہ فیضی سنہ ۱۰۰۴ھ۔ بیان القرآن عربی دو جلد قاضی عبدالشہید سہارنوی (دیکھو آبا و اجداد راقم سطور) تفسیر نظامی شیخ نظام الدین تھانیسری سنہ ۱۰۴۴ ہجری۔ تفسیر احمدی ملا جیون سنہ ۱۱۳۰ھ۔ تفسیر فتح الخبیر شاہ ولی اللہ دہلوی سنہ ۱۱۷۶ھ۔ تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی سنہ ۱۲۲۵ھ۔ تفسیر موضح القرآن شاہ عبدالقادر دہلوی سنہ ۱۲۳۰ھ تفسیر فتح العزیز شاہ عبدالعزیز دہلوی سنہ ۱۲۳۹ھ جامع التفاسیر نواب قطب الدین خان سنہ ۱۲۶۵ھ۔ فتح البیان نواب صدیق حسن خان سنہ ۱۳۰۷ھ۔ فتح المنان مولانا عبدالحق حقانی دہلوی (غالباً سنہ ۱۳۱۹ھ) تبجیل التنزیل امام فن مناظرہ مولانا سید ابوالمنصور دہلوی (سنہ ۱۹۰۰ء) اردو میں قرآن مجید کے بیس سے زیادہ ترجمے ہوئے ہیں۔ پشتو، ہندی۔ انگریزی میں بھی علماء ہند نے ترجمے کئے ہیں۔

مصطفٰے افغان بن سعید (استاذ شہزادہ اعظم بن سلطان اورنگ زیب غازی) نے قرآن کا ایسا لغت تیار کیا جس میں الفاظ مع حوالہ سپارہ و رکوع ہیں۔ اس کتاب کا نام نجوم الفرقان ہے سنہ ۱۶۹۱ء میں مکمل ہوئی۔

مفتاح القرآن مرزا قلیچ بیگ نے تصنیف کی۔ نثر المرجان فی رسم نظم القرآن مولانا محمد غوث ارکانی نے مفید القاری آغا محمد علی عرف قاری عبدالمنان ڈھاکوی نے۔ البیان بالجزیل مفتی عنایت احمد کاکوروی نے خلاصۃ النوادر مولوی سعد اللہ نے۔ شرح جزری قاری جونپوری نے۔ فوائد مکیہ قاری عبدالرحمن الہ آبادی نے

www.ahnafmedia.com

فوائد مرضیہ قاری محمد سلیمان دیوبندی نے۔ ہدیۃ الوحید قاری عبدالوحید الہ آبادی نے۔ معرفۃ الوقف قاری محب الدین احمد الہ آبادی نے۔ مقصود القاری قاری نورالدین نے۔ تحفۂ نذریہ قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی نے۔ تفصیل البیان فی مقاصد القرآن مولوی ممتاز علی دیوبندی نے۔ الاقتصاد فی العقائد مولانا رحیم اللہ بجنوری نے اقتباس الانوار من کلام اختار مولوی عبداللہ لاہوری نے۔ مشکلات القرآن مولانا سید انور شاہ محدث کشمیری دیوبندی نے۔ تجوید القرآن قاری غلام احمد بھیرا لوی نے تصنیف کیں۔ نیز کاظم بک ترکس نے الفاظ قرآن مجید کی فہرست مرتب کی جس کو کلید خزائن قرآنی کے نام سے سنہ ۱۹۰۶ء میں مالک اخبار وطن لاہور نے شائع کیا۔

اس کتاب کے آخر میں ایک ضمیمہ مولانا الحاج محمد یسین ابن مولانا عبدالہادی مرحوم شیر کوٹی نے شامل کیا ہے جو نہایت ہی مفید ہے۔

میری معلومات اس بارے میں نہایت محدود ہیں اس لئے میں اُن تصانیف کی جو علوم قرآن کے متعلق ہندوستان میں تصنیف و شائع ہوئی ہیں۔ کوئی اچھی فہرست مرتب نہ کر سکا۔

تراویح میں قرآن ہر ملک میں پڑھا جاتا ہے۔ ہندوستان میں دیہات میں بھی تراویح کا انتظام ہوتا ہے اکثر مقامات پر رمضان میں شبینہ ہوتا ہے یعنی ایک رات میں تراویح میں تمام قرآن ختم کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا سید شاہ احمد حسن محدث امروہوی اور حضرت حافظ عبدالرحمٰن توکلی مرادآبادی تہجد میں مہینے میں دس قرآن ختم کیا کرتے تھے۔

ایک غلطی کا اظہار

راقم سطور نے اپنی کتاب تاریخ التفسیر میں ص۳۴ پر علماء ہند کے تلمذ کا شجرہ لکھا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے شاگرد شاہ عبدالقادرؒ شاہ عبدالعزیزؒ۔ سید مرتضیٰ بلگرامیؒ۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔ قاضی غلام علی سیوہاروی (یکے از اجداد راقم سطور) شاہ عبدالغنی، شاہ رفیع الدین تھے (شاہ ولی اللہؒ کے اور بھی شاگرد تھے۔ مگر میں نے ان سات حضرات ہی کو لکھا ہے) شاہ عبدالعزیز کے شاگرد قاضی امین الدین سیوہاروی (یکے از اجداد راقم سطور) مرزا حسن علی شاہ محق نواسۂ شاہ عبدالعزیز تھے۔ (شاہ عبدالعزیزؒ کے بہت سے شاگرد ہیں مگر میں نے ان تین حضرات ہی کو لکھا ہے)

شجرۂ مذکور میں ان تینوں حضرات کے تلمذ کا نشان کاتب صاحب کی غلطی سے شاہ عبدالعزیز کی جگہ سید مرتضیٰ بلگرامی کے نام کے نیچے بن گیا ہے۔

ہندوستان کا دورِ حاضر

دورِ حاضر کے علماء و قراء و مصنفین کے حالات معلوم کرنے کیلئے میں نے دیوبند، بھوپال، سہارنپور دہلی، مرادآباد، بریلی، بدایوں، لکھنؤ، آگرہ، پانی پت کے بعض مشاہیر کو خطوط لکھے۔ مگر کسی بزرگ نے توجہ نہ فرمائی - البتہ مولوی حافظ غلام احمد خاں صاحب نے ٹونک سے چند قراء کے نام لکھکر بھیجے تھے۔

اب ناظرین خود اندازہ فرمالیں کہ میں فہرست مرتب تو کیا پیش کرسکتا ہوں غیر مرتب بھی نہیں پیش کرسکتا ہندوستان کے ہر بڑے چھوٹے شہر اور بڑے بڑے قصبات میں اسلامیہ مدارس قایم ہیں۔ ان مدارس میں حدیث، تفسیر اور قرآن کا درس ہوتا ہے۔ قرارت سکھائی جاتی ہے، ٹونک، پانی پت، کاندھلہ ضلع مظفرنگر۔ نگینہ ضلع بجنور میں حفاظ کثرت سے ہیں۔

ہز ہائنس نواب سعادت علی خاں بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ والی ٹونک عالم و فاضل حافظ و قاری ہیں ہز ہائنس کے چچا صاحبزادے محمد زمیق خان بہادر کتابت قرآن کے مقدس شغل میں مشغول ہیں۔

بھوپال علماء و قراء کا ماویٰ و ملجا رہا ہے۔ موجودہ فرمانروائے بھوپال ہز ہائنس نواب حاجی حمید اللہ خان بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ، کو علوم اسلامیہ سے خاص شغف ہے۔ قرآن و حدیث و قرارت کی تعلیم کے لئے حضور موصوف کے ممالک محروسہ میں مدارس قایم ہیں۔ ہز ہائنس کے سجھلے بھائی جنرل نواب حافظ حاجی عبید اللہ خاں مرحوم مشہور قاری تھے۔

راقم سطور کے وطن قصبہ سیوہارہ میں چالیس سال سے ایک مدرسہ قایم ہے جسمیں تمام علوم اسلامیہ اور قرارت و تجوید کی تعلیم ہوتی ہے۔

دیوبند، سہارنپور، مرادآباد، امروہہ کی درسگاہیں تو مشہور عالم ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے تفسیر لکھی ہے جس کا نام بیان القرآن ہے غالباً دس جلدیں ہیں اور قواعد تجوید کے متعلق مولانا کا ایک نظم رسالہ ہے۔ ایک رسالہ جمال القرآن بھی مولانا موصوف کا فن تجوید میں ہے۔

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رح کے ترجمہ قرآن پر اُن کے شاگرد خاص حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی نے فوائد لکھے ہیں۔

قاری محی الاسلام پانی پتی نے شرح سبعہ قرارت تصنیف کی ہے۔

علامہ عبداللہ العادی جونپوری نے کتاب مکملات تصنیف کی ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری کی دو تفسیریں ہیں - ایک اُردو میں - ایک عربی میں۔

www.ahnafmedia.com

مولانا احمد علی لاہوری نے چند مختصر تفسیریں تصنیف کر کے شائع کی ہیں
قاری محمد نظر امروہوی نے ایک رسالہ تسہیل البیان فی رسم نظم القرآن تصنیف کیا ہے۔
قاری ضیاء الدین معلم قرات مسلم یونیورسٹی نے ایک رسالہ ضیاء القرات تصنیف کیا ہے۔
ہندوستان کے مشہور عالم اور لیڈر مولانا ابوالکلام آزاد کی تفسیر ترجمان القرآن مشہور ہے
مسٹر محمد علی لاہوری نے جمع قرآن اور مولوی اشفاق الرحمن کاندھلوی و مولوی نذیر الحق نے
تاریخ القرآن شائع کی ہیں یہ دونوں رسالے قریب قریب ایک ہیں آخر الذکر کی کتاب میں مضامین زیادہ ہیں
انجمن اہل حدیث امرت سر نے ایک رسالہ جمع قرآن و احادیث شائع کیا ہے
پروفیسر محمد اسلم جیراجپوری نے تاریخ القرآن لکھی۔ مولوی بشیر الدین نے بینات نام فہرست مضامین قرآن لکھی۔ حکیم عبدالشکور صاحب نے تاریخ المصاحف، مولوی عنایت علی نے مصباح القرآن، ڈاکٹر مرزا ابوالفضل نے مشکلات القرآن۔ حکیم ابراہیم بہاری نے حیات المفسرین۔ مولوی حاجی سعید احمد صاحب ایم اے فاضل دیوبند نے فہم قرآن۔ خان محمد یوسف بی اے آنرز نے خصوصیات قرآن تصنیف کی ہیں
ڈاکٹر مرزا ابوالفضل و مسٹر عبداللہ یوسف علی اور مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی نے انگریزی قرآن کا ترجمہ کیا ہے۔
شیخ الہند ثانی مولانا سید شاہ حسین احمد صاحب رمضان میں علاوہ تراویح کے نوافل میں روزانہ دس سیپارے پڑھتے ہیں۔ معمولی دنوں میں سات دن میں قرآن ختم کرتے ہیں۔

البیان المستند فی اسانید عبدالصمد

میں نے یہ دیکھا ہے کہ حدیث و تفسیر و قرآن کے متعلق جن بزرگوں نے تصانیف کی ہیں انہوں نے اپنے سلاسل ضرور لکھے ہیں۔ انہی بزرگوں کی تقلید میں میں نے تاریخ التفسیر و تاریخ الحدیث میں اپنی اسناد نقل کی ہیں چونکہ اسلام میں سلسلہ روایت کا خصوصیت سے التزام ہے اور اس سلسلہ پر علوم کا بہت کچھ دار ہے اسلئے یہ امر بھی ضروری ہے کہ ہر لکھنے والا اپنے سلسلہ کو ظاہر کر دے تاکہ قارئین کو معلوم ہو سکے کہ کیسے سلسلہ سے تعلق رکھنے والا ہے۔ اور کس درجہ پر لائق اعتماد ہے۔ انہی خیالات نے مجھکو رغبت دلائی کہ میں اپنے سلاسل یہاں بھی نقل کر دوں۔

اسناد تجوید و قرات

(۱) عبدالصمد عن قاری اصغر علی سہنسپوری مدرس تجوید دارالعلوم دیوبند عن قاری عبداللہ

عن اللہ بندہ مرادآبادی عن قاری عبدالرحمن کی الہ آبادی عن قاری عبداللہ المکی (قاری عبداللہ کا مکمل سلسلہ دوسری جگہ مذکور ہے)

اسناد علوم حدیث و تفسیر و فقہ وغیرہ

(۱) عبدالصمد عن حضرت الامام العلامہ شیخ الہند ثانی مولانا سید حسین احمد مدنی عن شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی عن مولانا محمد قاسم نانوتوی۔

نیز حضرت الاستاذ کو سند ہے مولانا رشید احمد گنگوہیؒ و مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ و مولانا حسب اللہ الشافعی المکی و مولانا عبدالجلیل برادہ مدنی و شیخ عثمان عبدالسلام داغستانی مفتی احناف مدینہ منورہ سے۔

(۲) عبدالصمد عن مولانا اعزاز علی امروہوی عن شیخ الہند

(۳) عبدالصمد عن مولانا سید اصغر حسین عرف میاں صاحب عن شیخ الہند۔

(۴) عبدالصمد عن مولانا عبدالسمیع دیوبندی عن شیخ الہند

(۵) عبدالصمد عن مولانا محمد ابراہیم بلیاوی عن شیخ الہند

(۶) عبدالصمد عن مفتی محمد شفیع دیوبندی عن مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری عن شیخ الہند

(۷) عبدالصمد عن شیخ طنطاوی جوہری مصری۔

قرآن اور دکن

سلطان علاؤالدین بہمنی کے زمانہ میں (۷۴۸ھ) علامہ فضل اللہ انجو دکن آئے۔ یہ علامہ تفتازانی کے شاگرد تھے۔ بادشاہ نے ان کو اپنے شاہزادوں محمد۔ داؤد۔ محمود کی تعلیم پر مامور کیا۔ علامہ نے بادشاہ کیلئے ایک قرآن لکھا جو ہفت قرارت میں تھا یعنی جس قدر اختلافات قرارت ہیں وہ سب ایک جگہ معلوم ہو جاتے تھے۔ یہ قرآن سلطان ٹیپو کے کتب خانہ میں محفوظ تھا۔ پھر معلوم نہیں کہاں گیا۔

خدمت قرآن کی سعادت سب سے زیادہ سلطان محمود شاہ بہمنی المتوفی ۷۹۹ھ کے نصیب میں تھی اس نامور بادشاہ نے محدثین و مفسرین و قراء کے وظائف مقرر کئے۔ مدارس قائم کئے۔ اس کی قدردانی سے ایسے ایسے علماء ہوئے جن کی تصانیف کو علماء عالم نے سرآنکھوں پر رکھا۔

شیخ محمد علی کربلائی نے قرآن مجید کی تبویب پر ایک کتاب ہادیہ قطب شاہی تصنیف کر کے سلطان عبداللہ قطب شاہ والی گولکنڈہ کے نام پر معنون کی۔ یہ بیان کہ اب تک اس ملک میں کتنے قراء و محدثین و مفسرین گذرے ہیں۔ موجب طوالت ہوگا۔ میں یہاں صرف ایسی چند بزرگ ہستیوں کے نام لکھوں گا

www.ahnafmedia.com

جنکو اہل عرب وعجم نے سلطان المحدثین وامام المفسرین تسلیم کیا ہے۔

سید عبدالاول حسینی ۹۶۵ھ ۔ شیخ علی متقی ۹۷۵ھ ۔ شیخ عبدالوہاب متقی ۱۰۰۱ھ ۔ شیخ فضل اللہ ۱۰۰۹ھ ۔ شیخ طیب ۱۰۴۰ھ۔

بزرگان مندرجہ ذیل کی تفسیریں بہت مشہور ہیں۔

علامہ حسن بن محمد معروف نظام نیشا پوری ۷۷۲ھ ۔ خواجہ گیسو دراز ۸۲۵ھ ۔ شیخ علی مہائمی ۸۳۵ھ ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی ۸۴۹ھ ۔ ملا فتح اللہ شیرازی ۹۹۷ھ ۔ شیخ وجیہ الدین علوی ۹۹۸ھ ۔ مولوی عبدالصمد بن نواب شکوہ الملک نصیر الدولہ عبدالوہاب نصرت جنگ ۱۲۰۷ھ

قرآن مجید کی اُردو میں سب سے پہلی تفسیر دکن ہی میں لکھی گئی۔ یہ تفسیر مولوی عزیزاللہ ہمدانی نے لکھی اس کا نام چراغ ابدی ۱۲۲۱ھ ہے

مشہور امام فن قراءت جزری کے ایک شاگرد ابو عبداللہ نے سلطان حسن گنگو بہمنی ۷۵۹ھ کے حضور میں ایک قرآن مطابق ہفت قراءت میں لکھکر پیش کیا تھا۔ سلطان نے ان کو شاہزادوں کی تعلیم پر مقرر کیا

نواب میر قمر الدین خان سر سلسلہ خاندان آصفیہ ۱۱۶۱ھ کو تلاوت قرآن مجید سے خاص ذوق تھا۔

سلطان دکن میر نظام علی خان آصف جاہ خامس ۱۲۱۵ھ نے تین سو حفاظ کو ختم قرآن پر مامور کیا خود بھی ختم میں شریک ہوتے تھے۔

سید عمر نے ۱۲۳۳ھ میں شاطبی کا نظم میں ترجمہ کیا۔

قرآن اور سلطان العلوم

اعلیٰ حضرت جلالۃ الملک آصفجاہ سابع سلطان ابن سلطان میر عثمان علیخان بہادر سلطان العلوم شہنشاہ دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کی معارف نوازی نزدیک و دور میں مسلم و مشہور ہے۔ دکن اور تمام ہندوستان اور بیرون ہند تمام ممالک میں اہل علم اور علمی خدمت کرنے والوں کے حضور پُرنور نے وظائف مقرر فرمادئے ہیں تاکہ اطمینان کے ساتھ تصنیف و تالیف اور علمی تحقیقات میں مشغول رہیں۔ یہ کتاب قرآن مجید کے متعلق ہے۔ یہاں اس امر کی تفصیل کا موقع نہیں۔ ہم نے تاریخ الحدیث، اور تاریخ التفسیر وغیرہ میں کہانیاں میں مفصل بیان کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت کو قرآن مجید سے عشق ہے۔ حضور پُرنور کے خاص کتب خانہ میں عمدہ عمدہ اور قدیم سے قدیم نسخے قرآن مجید کے موجود ہیں۔ ہر جمعہ کو نماز کے بعد حضور والا اپنے قاری سے قراءت سماعت فرماتے ہیں

خاص بلدۂ حیدر آباد اور ممالک محروسہ میں تعلیم قرآن و قرات و دینیات کیلئے مدارس قائم ہیں ہندوستان و حجاز کے بڑے بڑے اسلامی مدارس کو امداد ملتی رہی ہے۔ دائرۃ المعارف کا ایک مستقل محکمہ اسلئے قائم ہے کہ ائمہ سلف کی تصانیف کو تلاش کر کے شائع کرے۔ چنانچہ اب تک حدیث کی وہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن کے نام ہی بڑے بڑے علماء نے سُنے تھے۔ دائرۃ المعارف کے مطبوعات کی فہرست دو جزو پر ہے۔ کنز العمال۔ مستدرک حاکم۔ مسند امام اعظم۔ جیسی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ دائرۃ المعارف کے مطبوعات بعض مدارس و علماء کو مفت عطا ہوتے ہیں۔ اور علم علما کیلئے ایک ثلث کی رعایت ہے۔ آجکل دائرۃ المعارف میں تفسیر بقاعی مصنفہ امام برہان الدین ابراہیم بن عمر البقاعی ۸۸۵ھ (جو قرآن کی لاجواب تفسیر ہے) کا اہتمام ہو رہا ہے۔

ایک ادارہ اشاعۃ العلوم ہے اس سے بھی کثیر التعداد کتابیں شائع ہوئی ہیں نواب فضیلت جنگ مولانا انوار اللہ صاحب مرحوم کی تصانیف اور نثر المرجان فی نظم رسم القرآن اور والد ماجد کی تصنیف تاریخ فقہ اسی ادارے نے شائع کی ہیں۔

ایک ادارہ مدرسہ نظامیہ حیدر آباد میں قائم ہے جو ائمہ سلف کی غیر مطبوعہ تصانیف کو تلاش کر کے شائع کرتا ہے۔ اسی ادارہ سے امام ابی یوسف وغیرہ کی تصانیف شائع ہو چکی ہیں۔

ایک ادارہ بنام ادارہ علمیہ پندرہ سولہ سال سے والد ماجد نے حیدر آباد میں قائم کیا ہے اس ادارے کی طرف سے چالیس پچاس کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ والد ماجد کی تصانیف بالخصوص اور مولانا عبد البصیر آزاد کی تصانیف اسرار التنزیل اور تاریخ القرآن اور "قرآن ایک معجز نما کتاب ہے" اور راقم سطور کی تمام تصانیف اربعین اعظم۔ الدر المکنون فی تفسیر سورۃ الماعون۔ تاریخ الحدیث۔ تاریخ التفسیر وغیرہ اسی ادارہ سے شائع ہوئی ہیں۔ الحمد للہ کہ یہ تصانیف بیرون ملک بھی پسند کی گئیں۔ والد ماجد کی دو کتابوں معجزات اسلام اور غازیان ہند کا ترجمہ گجراتی زبان میں ہوا۔ راقم سطور کی کتاب محمود اور فردوسی کا ترجمہ مورخین کابل نے فارسی میں کیا۔ تاریخ الحدیث اور تاریخ التفسیر کو علماء ازہر مصر نے پسند فرمایا اور علماء چین نے ان کا ترجمہ اپنی زبان کرنا شروع کیا۔ یہ تاریخ بھی اسی ادارہ کا کارنامہ ہے۔ اس ادارہ کی ایک خصوصیت ہے جو ہندوستان کے کسی ادارہ میں نہیں کہ ہر تصنیف کی ۲۵ جلدیں طلباء و علماء اور مدارس میں مفت تقسیم کیجاتی ہیں۔

تفسیر مظہری بھی بندگان عالی کے دستِ کرم سے شائع ہو رہی ہے۔ قرآن مجید کے سیپارے علیحدہ علیحدہ نہایت اہتمام سے محکمہ سرکار نے طبع کرائے ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ میں قرآن مجید کے نادر

www.ahnafmedia.com

نایاب نسخے موجود ہیں۔

مولوی وحید الزمان المخاطب نواب وقار نواز جنگ مرحوم کی تصانیف ترجمہ صحاح ستہ و تفسیر وحیدی تبویب القرآن اسی عہد سعادت مہد میں مکمل ہوئیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے قرآن ترجمہ شیخ الہند پر فوائد لکھے۔ صحیح مسلم شریف کی شرح لکھی۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے مشکات شریف کی شرح لکھی۔

مولانا عبد الماجد دریابادی انگریزی میں قرآن کا ترجمہ کر رہے ہیں۔ یہ تینوں حضرات وظیفہ خوار دولت آصفیہ ہیں۔ حافظ محمد محبوب خان نے کنز المتشابہات۔ قاضی اطہر حسن امروہوی نے اشعۃ الضیاء، مولانا مفتی عبد اللطیف صدر پروفیسر جامعہ عثمانیہ تاریخ القرآن لکھی۔

ڈاکٹر پکتھال نے انگریزی میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا۔ صوفی ہتور علی نے افصح الکلام تصنیف کی۔ مولوی ابو محمد مصلح نے بچوں کیلئے تفسیر لکھی۔ مولوی عبد الرحیم نے تعلیم القرآن کے نام سے چھوٹی چھوٹی تفسیریں لکھنی شروع کی ہیں۔

غرض اعلیٰ حضرت کی معارف نوازی علماء پروری خلفاء عباسیہ سے کسی طرح کم نہیں بلکہ اشاعت علوم اسلامیہ میں اُن سے زیادہ ہے۔ بندگان عالی نے خود تحصیل علوم فرمائی ہے اور شہزادگان والاشان کو بھی علوم وفنون سے بہرہ ور کرایا ہے۔

دعا گوئے این دولتم بندہ وار
خدایا تو این سایہ پائندہ دار

الباب الثانی فی المصاحف

مصاحفِ قرنِ اوّل

مصاحف عہد رسالت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن لکھایا تھا وہ متفرق اشیاء پر تھا۔ آپ نے ایک جلد میں ترتیب کے ساتھ کوئی قرآن جمع نہیں کرایا۔ صحابہ نے جو قرآن لکھے تھے اُن کی کئی صورتیں تھیں۔

(۱) ایک وہ جو کبھی آئے اور کوئی آیت یا چند آیات یا کوئی سورت سُنی وہ لکھ لی جیسے حضرت عمر کے بہنوئی نے مختلف آیات لکھ لی تھیں۔

(۲) ایک وہ جو یاد کرنے کیلئے یا دیکھنے کیلئے متفرق سورتیں لکھتے تھے۔

(۳) ایک وہ جنہوں نے تمام آیات و سور لکھی تھیں مگر سورتوں کی ترتیب نہ تھی۔

غرض رسول کریم کے عہد میں کوئی قرآن بالترتیب بین الدفتین جمع نہیں ہوا تھا۔ اس عہد والوں کی کوئی تحریر قرآن کے متعلق موجود نہیں۔

بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ حضور نے قرآن لکھے ہوئے دیکھے یا قرآن کو ارض عدو میں لیجانے سے منع فرمایا اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن بین الدفتین جمع تھا۔ بلکہ قرآن کا ہر جزو قرآن کہلاتا ہے۔ حضور کی وفات سے نو دن پہلے تک وحی آتی رہی۔ جب وحی ختم ہی نہیں ہوئی تھی تو ترتیب کیسی؟ کس کو معلوم تھا کہ کس قدر باقی ہے جو کوئی ترتیب سے تحریر کر لیتا۔ پڑھنے میں البتہ سور کی ترتیب صحابہ کو معلوم تھی۔ جس ترتیب سے حضور پڑھتے تھے اور جس ترتیب سے آپ نے عرصہ اخیرہ میں پڑھا اور سُنا۔

مصاحف عہد خلافت اوّل

بعد وفات رسول کریم حضرت ابوبکرؓ نے جو مصحف جمع کرایا تھا اسکو اُم کہتے تھے۔

مصحف اُم۔ یہ مصحف تا حیات حضرت ابوبکر کے پاس رہا۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب کے پھر ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کے۔ حضرت حفصہ کے وفات کے بعد مروان بن الحکم مدینہ کا حاکم تھا اُس نے یہ نسخہ لیلیا۔ سنہ ۴۶ ہجری میں ایک سفر میں یہ نسخہ اس کے پاس سے گم ہو گیا۔

www.ahnafmedia.com

امام ابن حزم نے لکھا ہے کہ خلیفہ اول کے عہد میں کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں لوگوں کے پاس بکثرت قرآن نہ ہوں (کتاب الفصل الملل والنحل جلد دوم)

اس عہد کے حسب ذیل مشہور مصاحف کا تذکرہ بخاری، نسائی، فتح الباری، مسند احمد بن حنبل، کنز العمال، جمہرۃ اللغۃ، تہذیب التہذیب، طبقات ابن سعد و خلاصۃ البیان احمد جودت آفندی میں ہے۔

(۱) مصحف عثمان بن عفان
(۲) مصحف علی بن ابی طالب
(۳) مصحف عبداللہ بن مسعود
(۴) مصحف ابی بن کعب
(۵) مصحف ابوزید
(۶) مصحف ابوالدرداء
(۷) مصحف معاذ بن جبل
(۸) مصحف زید بن ثابت
(۹) مصحف عبداللہ بن عمر
(۱۰) مصحف ابی موسی اشعری
(۱۱) مصحف عمرو بن العاص
(۱۲) مصحف سعد بن عبادہ
(۱۳) مصحف سالم
(۱۴) مصحف ابوایوب انصاری
(۱۵) مصحف عبادۃ بن الصامت
(۱۶) مصحف تمیم الداری
(۱۷) مصحف مجمع بن جاریہ
(۱۸) مصحف عبداللہ بن عمرو بن العاص
(۱۹) مصحف ابنۃ عبداللہ بن الحارث
(۲۰) مصحف لبید بن ربیعہ عامری
(۲۱) مصحف عقبہ بن عامر جہنی
(۲۲) مصحف قیس بن ابی صعصعۃ
(۲۳) مصحف سکن بن قیس
(۲۴) مصحف عمر فاروق
(۲۵) مصحف عائشہؓ
(۲۶) مصحف حفصہؓ
(۲۷) مصحف ام سلمہؓ
(۲۸) مصحف ام ورقہ بنت نوفل

مصحف عثمان ۔ یہ مصحف حضرت عثمان نے لکھا تھا۔ اس پر لکھا تھا۔ کتبہ عثمان ابن عفان۔ اسی مصحف میں آپ تلاوت فرما رہے تھے کہ حسب پیشگوئی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باغیوں نے آپ کے ہاتھ پر تلوار ماری اور خون آیت فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ پر گرا۔ (فتح العزیز)۔ حضرت عثمان کے بعد یہ خلفاء بنی امیہ کے پاس رہا۔ نافع بن نعیم ۱۶۹ھ نے اس کی زیارت کی تھی۔ (فتح العزیز) حافظ ابوعمر نے مقنع میں لکھا ہے کہ عبید قاسم بن سلام متوفی ۲۲۴ھ نے اس کی زیارت کی تھی۔ شیخ ابن بطوطہ سیاح نے آٹھویں صدی ہجری میں بصرہ میں دیکھا تھا۔

www.ahnafmedia.com

امیر تیمور کے عہد میں (امیر تیمور کی وفات دسویں صدی ہجری کے ابتدا میں ہوئی ہے) ابوبکر الشاشی نے حضرت عبداللہ کے مزار پر رکھ دیا تھا۔ جنگ عظیم کے بعد (جنگ عظیم ۱۹۱۴ء میں شروع ہوئی) جب روس میں بالشویک حکومت قائم ہوئی تو یہ نسخہ کہیں سے بالشویک کے ہاتھ لگ گیا۔ اب ماسکو میں ہے۔ مسلمانان ترکستان نے اس کو طلب کیا، جلسے وغیرہ کئے (روزنامہ خلافت جلد ۲ نمبر ۱۳۱ بحوالہ سبیل الرشاد)

مصحف علیؓ۔ (۱) ان کا ایک مصحف مشہد میں اب تک موجود ہے (تاریخ القرآن پروفیسر اسلم ص ۷۱)

(۲) دوسرا نسخہ جامع ایا صوفیہ قسطنطنیہ کے کتب خانہ میں تھا۔ اس کو سلطان صلاح الدین نے خزانہ شاہی میں محفوظ کرادیا تھا۔ اب تک موجود ہے۔

(۳) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے عہد خلافت اول میں حضرت علی نے ایک نسخہ اپنی یاد سے تین دن میں مرتب کیا تھا۔ اس کو سنہ ۳۷۸ھ میں ابن الندیم نے ابی یعلی حمزۃ الحسینی کے پاس دیکھا تھا۔ اس نے لکھا ہے کہ چند ورق تلف ہو چکے ہیں (الفہرست)

(۴) ایک نسخہ مدینہ میں امانات مقدسہ میں تھا۔ بوقت جنگ عظیم (سنہ ۱۹۱۸ء) جب امانات مقدسہ مدینہ سے قسطنطنیہ کو منتقل ہوئیں۔ اُن میں یہ مصحف بھی گیا۔ (روزنامہ خلافت جلد ۳ ص ۱۲۸ وکشاف الہدیٰ)

(۵) ایک نسخہ جامع سیدنا حسین میں قاہرہ (مصر) میں ہے

مصحف عبداللہ بن مسعود۔ اس اصل نسخہ کی نقل دوسری صدی ہجری میں کی گئی تھی۔ اس نقل کو ابن الندیم نے دیکھا تھا۔ اس طرح اس اصل مصحف کا سنہ ۲۰۰ ہجری تک اور نقل کا سنہ ۳۴۰ھ تک پتہ چلتا ہے۔

مصحف عقبہ بن عامرؓ۔ اس کو ابن یونس (متوفی سنہ ۳۰۳ھ) نے مصر میں دیکھا تھا

مصحف ابو زید۔ ابوزید کا لاولد انتقال ہوا۔ اِن کا ترکہ ان کے بھتیجے حضرت انس کو پہونچا۔ اُنہوں نے بیان کیا ہے کہ اس مصحف کا مالک میں ہوا۔ اسلئے یہ مصحف سنہ ۱۰۰ ہجری تک موجود تھا۔

مصحف اُبی بن کعب۔ علامہ ابن الندیم نے لکھا ہے کہ یہ مصحف بصرہ میں محمد بن عبدالملک انصاری کے پاس موجود تھا۔ گویا یہ مصحف سنہ ۳۷۷ھ تک موجود تھا۔

مصاحف عہد خلافت دویم

حضرت عمر نے زید بن ثابت سے اپنے لئے قرآن لکھایا۔ (معارف ابن قتیبہ)

اُمّ المؤمنین حضرت حفصہؓ کے پاس قرآن تھا۔ (طبقات ابن سعد)

www.ahnafmedia.com

حضرت ابوالدرداء کے ساتھ ایک جماعت آئی کہ اپنے لکھے ہوئے قرآن زید بن ثابت و اُبی بن کعب و علی مرتضیٰ وغیرہ اصحاب کو دکھائیں (کنز العمال جلد اوّل)

علامہ ابن حزم نے لکھا ہے کہ خلافت فاروقی میں مسلمانوں کے پاس لکھے ہوئے قرآن ایک لاکھ سے کم نہ تھے (کتاب الفصل جلد اوّل)

حضرت عمر نے دیکھا کہ ایک شخص کے پاس باریک خط میں لکھا ہوا قرآن ہے۔ آپ نے اُسے ہدایت فرمائی کہ قرآن کی عظمت چاہیئے یعنی واضح حروف لکھے جائیں۔

بعض لوگوں کے پاس پہلے سے قرآن کی بعض آیات و سور ایسی لکھی ہوئی بھی تھیں جن کے ساتھ انہوں نے بطور یادداشت تفسیری جملے لکھ لئے تھے۔ حضرت عمر نے اس قسم کی تحریرات کو تلف کرا دیا۔ مصر میں ایک شخص کے پاس اس عہد کا لکھا ہوا ایک جزو موجود ہے۔

مصاحف عہد خلافت سوم

سنہ ۲۵ ہجری میں حضرت عثمان نے ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس سے مصحف صدیقی منگا کر اسکی سات نقلیں کرائیں۔ ایک اپنے پاس رکھی بطور سرکاری جلد کے، اسی وجہ سے اسکو مصحف الامام کہتے ہیں اور چھ نقلیں مکہ، بصرہ، کوفہ، یمن، شام، بحرین کو بھیج دیں۔

مصحف الامام - اس مصحف پر لکھا ہوا ہے (ھذا ما اجمع علیہ جماعۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منھم زید بن ثابت و عبد اللہ بن الزبیر و سعید ابن العاص- آگے اور صحابہ کے نام ہیں (نفح الطیب مصری جلد اوّل ص ۲۸۳)۔ تاحیات حضرت عثمان کے پاس رہا پھر حضرت علی کے پاس رہا۔ پھر امام حسن کے پاس رہا- اور خلافت کے ساتھ امیر معاویہ کی سپرد ہوا وہاں سے اندلس چلا گیا- وہاں سے مراقش کے دارالسلطنت فاس میں پہونچا (تاریخ ادریسی تذکرۃ المصاحف) پھر کسی طرح مدینہ آ گیا- جنگ عظیم میں فخری پاشا ترکی گورنر دیگر تبرکات کے ساتھ قسطنطنیہ لے گیا- وہاں اب تک موجود ہے۔

مصحف مکی - حضرت عثمان نے جو نسخہ مکہ بھیجا تھا- سنہ ۶۵۷ھ تک تبار تراب میں تھا- محمد بن جبیر اندلسی سیاح نے سنہ ۵۷۹ھ میں اسکی مکہ میں زیارت کی تھی۔

ابوالقاسم احمد تجیبی (متوفی سنہ ۶۶۵ھ) نے بھی اسکی زیارت کی تھی- شیخ عبد الملک نے سنہ ۲۵ھ اسکی زیارت کی تھی- مولانا شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ جس زمانہ میں اُنہوں نے سیاحت کی تھی یہ نسخہ جامع دمشق

میں موجود تھا (تہذیب الاخلاق ماہ صفر ۱۳۲۹ھ) مولانا نے غالباً ۱۸۹۶ء میں سیاحت کی تھی۔
سلطان عبدالحمید خان کے عہد میں (سلطان ۱۸۷۶ء میں تخت نشین ہوا اور کم و بیش پچیس تیس برس حکومت کی) جب مسجد میں آگ لگی تو یہ مصحف بھی جل گیا۔ (کشاف الہدیٰ ص ۱۵۷)

مُصحف شامی - مورخ احمد مقری نے ۱۰۲۵ھ میں اسکی زیارت کی تھی۔ یہ نسخہ کوفہ سے سلاطین اندلس پھر سلاطین موحدین پھر امرا بنی مرین کے قبضہ میں آیا۔ اور جامع قرطبہ میں رہا۔ اہل قرطبہ نے اس کو سلطان عبدالمومن کے سپرد کر دیا۔ اس سلطان کے حکم سے ابن بشکوال نے شب شنبہ ۱۱ شوال ۵۵۲ھ میں قرطبہ سے دار السلطنت مراکش کو منتقل کیا۔ ۶۴۵ھ میں خلیفہ معتضد علی بن مامون کے پاس تھا۔ اسی سال خلیفہ مذکور نے تلمسان پر فوج کشی کی۔ اور مارا گیا۔ اسی ہنگامہ میں یہ مصحف گم ہو گیا۔ لیکن پھر تلمسان کے شاہی خزانہ میں پہونچ گیا۔ وہاں سے ایک تاجر خرید کر فاس لے آیا وہاں اب تک موجود ہے۔

مصحف مصری - یہ مصحف کتب خانہ خدیویہ مصر میں موجود ہے۔ اسکو سلطان صلاح الدین کے وزیر نے ۵۷۵ھ میں تیس ہزار اشرفی میں خرید کیا تھا (الخطط المقریزی)

مصحف یمنی - کتب خانہ جامع ازہر مصر میں ہے

مصحف بحرین - فرانس کے کتب خانہ میں ہے۔

مصحف کوفی - قسطنطنیہ کے کتب خانہ میں ہے۔

مصحف عثمانی (دوم) جامع سیدنا حسین قاہرہ مصر میں ہے

مصحف عثمانی (سوم) کتب خانہ جامعہ ملیہ دہلی میں ہے۔

مصحف عثمانی (چہارم) انڈیا آفس لندن کے کتب خانہ میں ہے۔ اس پر لکھا ہوا ہے (کتبہ عثمان بن عفان) یہ نسخہ شاہان سلیہ کے پاس تھا۔ اکبر بادشاہ کی اس پر مہر ہے۔ ۱۸۴۴ء میں یہ نسخہ میجر باونس کو ملا۔ اس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے کتب خانہ کو دیدیا۔ اب انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔ آہ ؎

غنی روز سیاہ پیر کنعان را تماشا کن ÷ کہ نور دیدہ اش روشن کند چشم زلیخا را

اس کے (۱۰۸) صفحات ہیں فی صفحہ (۱۲) سطر ہیں۔ سورتوں کے نام سرخ خط میں لکھے ہیں، اور دس آیتوں کے بعد ایک نشان ایسے حرف کی صورت میں ہے جو ایک قدیم مغربی زبان کے حرف کی طرح ہے اور دو سو آیتوں کے بعد حاشیہ پر ایک نشان ہے۔ طول و عرض $9\frac{1}{2} + 6\frac{3}{4}$ ہے۔

www.ahnafmedia.com

مصحف ابن مسعود - حضرت عبداللہ بن مسعود نے تین بار مصحف لکھا۔ چونکہ یہ قدیم الاسلام ہیں۔ اس لئے ابتداء میں انہوں نے جو آیتیں نازل ہوتیں وہ لکھیں اور طویل سورتیں لکھیں اس کے بعد ایک مکمل قرآن لکھا۔ چونکہ یہ قریشی نہ تھے۔ اس لئے یہ نسخہ اُن کا لغت قریش کے خلاف تھا۔ اس مصحف کا ذکر آچکا ہے۔

حضرت عثمان کے عہد میں جب قرآن لغت قریش پر لکھا گیا تو اول انہوں نے اختلاف کیا۔ پھر اس اختلاف سے رجوع کیا اور ایک قرآن لغت قریش کی موافق لکھا۔ یہ نسخہ کتب خانہ شیخ الاسلام (؟) مدینہ منورہ میں موجود ہے۔ ہرن کی جھلی پر لکھا ہوا ہے۔ شیخ ابراہیم حمدی مدیر کتب خانہ مذکور ۱۳۵۷ھ میں اسکو حیدر آباد دکن لائے تھے۔ راقم سطور بھی اسکی زیارت سے مشرف ہوا ہے۔

مصاحف عہد خلافت چہارم

حضرت علی نے کئی قرآن لکھے۔ حیات رسول میں بھی اور بعد وفات رسول بھی۔ ایک نسخہ حضرت کا لکھا ہوا جامع مسجد دہلی کے کتب خانہ میں ہے۔

چند اوراق حضرت کے رقم فرمودہ شاہی مسجد لاہور میں ہیں۔ چند سورتیں آپ کی مرقومہ امیر تیمور کے ہاتھ آگئیں۔ کسی طرح کسی زمانہ میں لاہور کے کتب خانہ میں رہیں۔ پھر پیرس کے کتب خانہ میں مابا انڈیا آفس لندن کے کتب خانہ میں ہیں۔ ان کے علاوہ اور چند سورتیں حضرت کی لکھی ہوئی اسی آفس کے کتبخانہ میں ہیں۔ ایک نسخہ حضرت کا لکھا ہوا تبرکات جامع مسجد دہلی میں ہے۔ یہ نسخہ فتح دمشق میں امیر تیمور کے ہاتھ لگا تھا۔ چار ورق حضرت کے لکھے ہوئے نواب صدر یار جنگ مولوی حبیب الرحمن خان شروانی کے کتب خانہ حبیب گنج ضلع علی گڈھ میں ہیں۔

خالد بن ہیاج حضرت علی کے خادم مشہور خوشنویس تھے۔ ان کا لکھا ہوا ایک نسخہ علامہ ابن ندیم نے محمد بن حسین بغدادی کے کتب خانہ میں چوتھی صدی ہجری میں دیکھا تھا۔

مصحف حسنی - امام حسن رضی اللہ عنہ کا مرقومہ نسخہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں ہے۔

مصحف حسنی (دوئم) تبرکات جامع مسجد دہلی میں ہے

مصحف حسنی (سوم) امام حسن رضی اللہ عنہ کا مرقومہ نسخہ کابل میں ہے۔ اس کے ایک ورق کا فوٹو محمد کابل نے سنہ ۱۳۱۱ ہجری میں شائع کیا تھا۔

مصحف حسینی - امام حسین رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا نسخہ تبرکات جامع مسجد دہلی میں ہے۔

www.ahnafmedia.com

رسول کریم کی وفات کے بعد اور عہد خلافت راشدہ میں اس کثرت سے قرآن لکھے گئے کہ ان کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ جنگ صفین میں امیر معاویہ کی طرف سے فوج نے نیزوں پر قرآن بلند کئے تو تعداد میں پانسو تھے۔ جب میدانِ جنگ میں یہ کثرت تھی تو گھروں اور شہروں کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔

مصاحف قرن اوّل خلافت راشدہ کے بعد

رسول کریم کے عہد سے لیکر اور اختتام زمانہ خلافت راشدہ تک لاکھوں قرآن لکھے گئے۔ صحابہ نے لکھے پھر اُن کے شاگردوں تابعین نے لکھے۔ تابعین کی تعداد کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ ایک ایک صحابی کے ہزاروں شاگرد تھے۔

امام زین العابدین بن امام حسین المتوفی سنہ ۹۴ھ کا مرقومہ نسخہ کتب خانہ جامعہ ملیہ دہلی میں ہے۔
اسی عہد کا ایک نسخہ کتب خانہ دارالعلوم دیوبند میں ہے۔
طاؤس بن کیسان تابعی المتوفی سنہ ۱۰۶ھ نے ایک قوم کو دیکھا جو قرآن لکھکر فروخت کرنے کا پیشہ کرتے تھے۔ (طبقات قسم ۲ جلد ۲)

مصاحف قرن دوم

ہر زمانے کے مصاحف دنیا کے مختلف مقامات پر ہیں۔ میری معلومات اس معاملہ میں بہت کم ہیں ہندوستان میں جو نسخے ہیں انہی کی پوری نشاندہی نہیں کر سکتا اور دیگر ممالک کے تو کیا بتا سکتا ہوں۔
امام جعفر صادق ابن امام باقر المتوفی سنہ ۱۴۸ھ کا مرقومہ قرآن مجید جامع مسجد دہلی کے تبرکات میں ہے
سنہ ۱۲۰ھ کا لکھا ہوا قرآن کا ایک نسخہ قاہرہ میں موجود ہے (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ص ۲۸۸)

مصاحف قرن سوم

امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم المتوفی سنہ ۲۰۳ھ کا لکھا ہوا قرآن مجید بڑودہ لائبریری میں موجود ہے (تاریخ مصحف سماوی) یہ نسخہ ایران سے کسی طرح سلاطین گجرات کے قبضہ میں آیا اور احمد آباد میں خزانہ شاہی میں محفوظ رہا۔ جب مرہٹوں نے احمد آباد لوٹا تو یہ نسخہ بھی لوٹ میں بڑودہ آیا۔
اسحاق بن مرار شیبانی المتوفی سنہ ۲۰۶ھ نے جامع مسجد کوفہ کے منبر پر ایک قرآن لکھکر رکھ دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پھر اُن کو فرمائشوں پر قرآن کے نوے نسخے لکھنے پڑے۔ اُن کے لکھے ہوئے نسخے بغداد اور

www.ahnafmedia.com

کوئٹے میں موجود ہیں۔

مصاحف قرون ثلاثہ کے بعد

اسلام جس قدر ترقی کرتا گیا اور فتوحات اسلامی اضافہ ہوتا رہا۔ مصاحف کی کتابت کا شوق بھی ترقی کرتا رہا۔ ہر ملک میں بڑے بڑے ائمہ وعلماء و بزرگوں وامراء واہل فن نے قرآن شریف لکھے، ہر ملک میں قدیم زمانے کے لکھے ہوئے نسخے کثرت سے موجود ہیں۔ ہندوستان کے مشہور شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر غازی کو کتابت قرآن کا بہت شوق تھا۔ اُن کے لکھے ہوئے نسخے ہندوستان کے اکثر کتب خانوں میں موجود ہیں۔

ابوالمجد خواجہ عمادالدین رومی ۶۹۸ھ المعروف یاقوت بن یاقوت بن عبداللہ رومی کاتب خلیفہ مستعصم باللہ کا لکھا ہوا قرآن مجید کتب خانہ بھوپال میں ہے۔

والد ماجد کو ایک خوشنما مطلّا حمایل زمانہ قدیم کی لکھی ہوئی کتب خانہ ریاست ٹونک میں الحاج جناب مرزا محمد بیگ صاحب نے دکھائی تھی۔

جب سے مطابع قایم ہوئے ہیں۔ ہر ملک میں قسم قسم کے تکلفات سے ہزاروں کی تعداد میں ہر سال قرآن شائع ہوتے رہتے ہیں۔

الباب الثالث فی الشتات

اصطلاحات

قرآن مجید اور علوم قرآن کے متعلق سینکڑوں اصطلاحیں ہیں۔ میں یہاں مجمل طور پر صرف اُن اصطلاحوں کو لکھوں گا جن کا ذکر اس کتاب میں آیا ہے اور جنکی کسی قدر وضاحت کی ضرورت ہے۔

(۱) آیت ۔ قرآن کے اُس جملہ کو کہتے ہیں جو اپنے ماقبل و مابعد سے منقطع ہو اس کا نشان یہ ۞ ہے یعنی یہاں جملہ قرآنی ختم ہوا۔ آیات کا علم توقیفی ہے۔ (اتقان نوع ۱۹)

(۲) سور ۔ حد کو کہتے ہیں ۔ اسلئے قرآن کے ہر محدود جزء کا نام سورۃ ہے۔ یعنی چند آیتوں کا مجموعہ

(۳) سیپارہ ۔ یہ فارسی لفظ ہے۔ عربی میں جزو کہتے ہیں۔ قرآن کے تیس حصّے ہیں۔ اس لئے ہر حصہ کو سیپارہ کہتے ہیں۔ عرب الجزء الاول، الجزء الثانی وغیرہ بولتے اور لکھتے ہیں۔

(۴) رُبع ۔ سیپارہ کا چوتھائی حصّہ۔

(۵) نصف - آدھا سیپارہ۔

(۶) ثلث - ایک سیپارہ کا تین چوتھائی حصّہ۔

(۷) حزب - مصر و مغرب میں بجائے سیپارہ کے نصف و ثلث کے ہر جزو یعنی سیپارہ کو دو حصوں پر منقسم کرتے ہیں اور ہر حصّہ کو حزب کہتے ہیں۔

(۸) مقرر - قراء و حفاظ اپنے شاگردوں کو حفظ کرانیکے لئے حزب کے جو حصّے مقرر کریں۔

(۹) رکوع - قرآن کی ہر بڑی سورت منقسم ہے، اوسکے ایک حصّہ کو رکوع کہتے ہیں۔ یعنی چند آیات کا مجموعہ۔

(۱۰) منزل - رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سات دن میں قرآن ختم فرمایا کرتے تھے۔ روزانہ ورد کیلئے آپ نے سورتیں تقسیم کرلی تھیں۔ آپ کے روزانہ ورد کو ایک حزب یا منزل کہتے ہیں۔ اسلئے قرآن میں سات منزل ہیں۔

(۱۱) سبع طوال - قرآن کی سات بڑی سورتیں - بقرہ - آل عمران - نساء - مائدہ - انعام - اعراف - انفال مع توبہ۔

(۱۲) سبع المئین وہ سورتیں جن میں کم و بیش سو آیتیں ہیں سورۂ یونس سے سورۂ فاطر تک

(۱۳) سبع المثانی - سورۂ یٰسین سے ق تک۔ مثانی اسلئے کہتے ہیں کہ ان میں قصص کو دہرایا گیا ہے۔ اور بار بار نصیحتیں کی گئی ہیں۔ یہ سو سے کم آیت والی سورتیں ہیں۔

(۱۴) مفصّل - سورۂ ق سے آخر قرآن تک کو کہتے ہیں۔ سورۂ ق چھبیسویں سیپارہ میں ثلث کے بعد ہے۔ اسلئے تقریباً ساڑھے چار سیپارے مفصل کے ہیں۔ مفصل اسلئے کہتے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی سورتیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ مفصل کی تین قسمیں ہیں۔

طوال مفصّل - ق سے مرسلات تک

اوساط مفصّل - سورۂ نبا سے ضحیٰ تک۔

قصار مفصّل - الم نشرح سے ناس تک۔

(۱۵) تعوذ و استعاذہ - اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

(۱۶) تسمیہ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱۷) صحابی - وہ لوگ جنہوں نے بحالت اسلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور اسلام ہی پر اُن کا خاتمہ ہوا۔

(۱۸) تابعی - وہ لوگ جنہوں نے بحالت اسلام کسی صحابی کو دیکھا اور اسلام ہی پر اُن کا خاتمہ ہوا۔

www.ahnafmedia.com

(۱۹) تبع تابعین۔ وہ لوگ جنہوں نے بحالت اسلام کسی تابعی کو دیکھا اور اسلام ہی پر ان کا خاتمہ ہوا۔

(۲۰) حدیث قول وفعل و تقریر رسول کریم۔ حدیث کو خبر بھی کہتے ہیں۔ اور وحی غیر متلو اور وحی خفی بھی کہتے ہیں۔ ان کا مطلب حضور کے قلب مبارک پر نازل ہوتا جس کو حضور اپنی عبارت میں بیان فرماتے تھے۔

(۲۱) تخریج۔ کسی حدیث کی تلاش کر کے صحیح سند نکالنا اور کسی حدیث کو مع سند ذکر کرنا۔

(۲۲) وحی متلو یا وحی جلی جس کے الفاظ وعبارت منجانب اللہ حضور پر نازل ہوتے تھے یہ قرآن ہے۔

(۲۳) تفسیر۔ قرآن کی شرح

(۲۴) سند۔ راویوں کا سلسلہ صاحب واقعہ تک

(۲۵) راوی روایت بیان کرنے والا۔

(۲۶) اصول الروایۃ وہ قواعد جن سے سند حدیث کی جانچ ہوتی ہے

(۲۷) اصول درایت وہ قواعد جن سے نفس حدیث کی جانچ ہوتی ہے۔

(۲۸) تعدیل۔ راوی کے اوصاف بیان کرنا۔

(۲۹) جرح۔ راوی کے نقائص بیان کرنا۔

(۳۰) حافظ۔ جس کو تمام قرآن زبانی یاد ہو

(۳۱) قاری جس نے قواعد تجوید کے موافق قرآن پڑھا ہو۔

(۳۲) تعامل۔ عملدرآمد

(۳۳) توارث۔ قدامت عمل

(۳۴) مُقرئ۔ پانچویں صدی ہجری تک علوم قرآن میں فن قراءت۔ تفسیر۔ علم ناسخ ومنسوخ وفن حدیث میں تھا (کتاب الناسخ والمنسوخ للابی جعفر النحاس) ان علوم کے اہل کمال کو مقری کہتے تھے مقری کا علوم دینیہ میں صاحب دستگاہ ہونا شرط تھا۔

(۳۵) حدیث متواتر۔ جس کو متعدد راویوں نے روایت کیا ہو کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہے

(۳۶) حدیث صحیح جس کی سند صحیح ہو اور مسلسل ہو اور اسمیں کسی قسم کی علت نہ ہو۔

(۳۷) اخبار احاد۔ جو حدیث متواتر نہ ہو۔

www.ahnafmedia.com

(۳۸) حدیث حسن - جس کے راوی حدیث صحیح کے راویوں سے صفت ضبط میں کم ہوں

(۳۹) مُدرج - جس حدیث کی سند یا متن میں صحابی یا تابعی کا قول مل گیا ہو۔

(۴۰) مضطرب - راوی سے اس طرح تبدیلی ہوئی ہو کہ ایک روایت کو دوسری روایت پر ترجیح دینا ممکن نہ ہو - یا راوی کو سلسلہ رواۃ یا عبارت میں حدیث مسلسل یاد نہ رہی ہو -

(۴۱) موضوع - گھڑی ہوئی حدیث -

(۴۲) ضعیف وہ حدیث جس کے راویوں میں کوئی راوی کم فہم یا بد حافظہ ہو -

(۴۳) مرفوع وہ حدیث جس کی سند رسول کریم پر منتہی ہو اور سب راوی ثقہ ہوں

(۴۴) اثر وہ حدیث جس میں راوی صحابی کے قول و فعل یا تقریر کو بیان کرے -

(۴۵) مرسل وہ جس کا تابعی کا اوپر کا راوی ساقط ہو -

(۴۶) طُرق - سلسلۂ روایت -

مکّی مدنی

بعثت کے بعد رسول کریم کا مستقل قیام دو جگہ رہا ہے - اوّل مکہ میں بارہ برس پانچ مہینے اکیس دن - اس کے بعد آپ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی - اور دس برس چھ مہینے نو دن گذرنے پر ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ ہجری کو وفات پائی - اس کل زمانہ میں جو سورتیں بحالت قیام مکہ نازل ہوئیں وہ مکی اور جو بحالت قیام مدینہ نازل ہوئیں وہ مدنی کہلاتی ہیں -

دوران قیام مکہ و مدینہ میں حضور نے سفر بھی کئے ہیں اور بحالت سفر وحی بھی نازل ہوئی ہے - [illegible] کی وحی اسی مقام سے متعلق ہے جہاں حضور کا مستقل قیام تھا -

بعض سورتوں کے مکی مدنی ہونے میں اختلاف ہے - اس کا باعث یہ ہے کہ بعض سورتوں کا نزول مکہ سے شروع ہوا - اور تکمیل مدینہ میں ہوئی - اس لئے ایسی سورتوں کے متعلق جنہوں نے ابتدائے نزول کا اعتبار کیا ہے اُن کو مکی قرار دیا ہے اور جنہوں نے اختتام کا اعتبار کیا ہے انہوں نے اُن کو مدنی ٹھہرایا ہے

سبعۃ احرف

رسول کریم کا ارشاد ہے (ان هذا القرآن انزل علی سبعۃ احرف فاقرؤا ما تیسر منہ) یہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے (بخاری و مسلم) یہ حدیث ثبوت کے اعتبار سے صحیح ہے مگر مدلول

www.ahnafmedia.com

کے اعتبار سے ظنی ہے۔ احرف کے معنی میں علماء کو اختلاف ہے۔ فتح الباری میں چالیس قول نقل کئے گئے ہیں۔ بعض نے سبع قرارت مُراد لی ہے لیکن انہوں نے لکھا ہے کہ یہ غلط ہے کیونکہ قرا سبعہ (نافع۔ عبداللہ بن کثیر۔ ابوعمرو۔ عبداللہ بن عامر۔ عاصم۔ حمزہ۔ کسائی) یہ حضور کے عہد میں موجود نہ تھے ان کا زمانہ زمانۂ رسالت سے کچھ کم ایک صدی بعد ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ صحابہ میں جو سات قاری مشہور تھے وہ مراد ہیں (من جملتهم سبعة ائمة اعلام دارت عليهم اسانيد القرآن وذكروا فى صدور الكتب والاجازة عثمان ابن عفان۔ على بن ابى طالب۔ ابى بن كعب۔ عبدالله بن مسعود۔ زيد بن ثابت، ابو موسى اشعري سا ابوالدرداء (طبقات القراء للذہبی)

لیکن یہاں یہ مشکل پیش آتی ہے کہ جب حضرت عثمان نے قرآن نقل کرائے تو ہدایت کی کہ لغت قریش پر لکھا جائے کیونکہ انہی کی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے اور ان قرا سبعہ میں کئی غیر قریشی ہیں۔ اگر یہ امر واقعی ہوتا تو صحابہ حضرت عثمان کے اس کو کبھی قبول نہ کرتے۔

بعض نے لکھا ہے کہ عرب کے سات فصیح قبائل مراد ہیں۔ قریش۔ بنو سعد۔ بنو تمیم۔ بنو ہذیل بنو اسد۔ بنو ربیعہ۔ بنو قضاعہ (اتقان)

علامہ دانی نے لکھا ہے کہ سبعہ احرف کا مقصد لغات مختلفہ ہیں۔ یہی قول اکثر محققین و جمہور اہل علم کا ہے (المقنع) علامہ دانی نے لغات مختلفہ کی تشریح بھی ہے کہ سبعہ قبائل فصیح عرب یعنی غیر زبانوں کے الفاظ نہیں۔

سبع قبائل کے لغات سے مطلب یہ ہے کہ جو محاورات ان قبائل میں رائج ہیں اور چونکہ یہ سب ایک ہی زبان کے فصیح قبائل ہیں۔ اسلئے ایک دوسرے کے فصیح محاورات کو استعمال کرتے رہتے ہیں جیسے اہل دہلی نے لکھنؤ والوں کے اور لکھنؤ والوں نے اہل دہلی کے بعض محاورات و الفاظ کو اختیار کر لیا ہے

حضرت عثمان کے اس حکم سے کہ لغت قریش پر لکھا جائے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ اگرچہ لغات دیگر قبائل کے بھی ہیں اور قریش میں مستعمل ہیں۔ قریش نے ان کو پسند کر کے اپنے محاورات میں شامل کر لیا ہے، مگر طرز تحریر ان کا اختیار نہیں کیا۔ اس لئے طرز تحریر اسی قبیلہ کا رہنا چاہیئے جس میں رسول کریم تھے۔

قرآن کو سات حرف پر قرارت کرنا امت پر واجب نہیں تھا بلکہ بنظر سہولت ان کو اجازت دیگئی تھی۔ (اتقان نوع ۱۶)۔

www.ahnafmedia.com

اسمائے سور

قرآن مجید کی اندرونی شہادت سے ثابت ہے کہ سورتوں کا تعیّن خداوند ذوالجلال کے حکم سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چنانچہ ارشاد ہے فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ (ایک سورت ایسی بنالاؤ) جب سورتوں کا تعیّن فرمایا تو نام بھی ضرور تجویز فرمائے ہوں گے۔ امام سیوطی فرماتے ہیں وقد ثبت جمیع اسماء السور بالتوقیف من الاحادیث والآثار یعنی تمام سورتوں کے نام احادیث و آثار سے ثابت ہیں کہ توقیفی ہیں (اتقان)

ایک شخص سے حضور نے دریافت فرمایا کہ تو قرآن پڑھ سکتا ہے اس نے کہا ہاں فلاں سورت (بخاری کتاب النکاح) اس حدیث سے بھی تعیین سور کی تائید ہوتی ہے۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان لکل شیٔ قلبًا وقلب القران یٰسٓ۔ یعنی رسول کریم نے فرمایا کہ ہر شے کا قلب ہے اور قرآن کا قلب یٰس ہے (ترمذی۔ مشکوٰۃ۔ دارمی)

عن علی قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول لکل شیٔ عروس وعروس القران الرحمٰن۔ حضرت علی سے مروی ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ ہر شے کی زینت ہے اور قرآن کی زینت رحمٰن ہے۔

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من قرأ سورۃ الواقعۃ فی کل لیلۃ لم تصبہ فاقۃ ابدًا۔ رسول کریم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو سورہ واقعہ پڑھے گا اسکو فاقہ نہ ہوگا (مشکوٰۃ)

واخرج الطبرانی فی الاوسط بسند حسن عن ابن مسعود عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لقد انزل علی ایات لم ینزل مثلهن المعوذتین۔ رسول کریم نے فرمایا کہ مجھ پر چند آیات بے مثل نازل ہوئی ہیں یعنی معوذتین (درمنثور جلد ششم)

واخرج الطبرانی فی الاوسط عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المنافق لا یحفظ سورۃ ھود وبراءۃ ویٰس والدخان وعم یتساءلون۔ رسول کریم نے فرمایا کہ منافق کو سورہ ہود، براءۃ، یٰسین، دخان، عم یتساءلون یاد نہیں ہو سکتی۔ (درمنثور)

عن عقبۃ بن عامر قال قلت یارسول اللہ اقرأ سورۃ ھود وسورۃ یوسف قال لن تقرأ شیئًا ابلغ عند اللہ من قل اعوذ برب الفلق۔ عقبہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا میں سورہ ہود اور سورہ یوسف پڑھا کروں، آپ نے فرمایا قل اعوذ برب الفلق ان سے بلیغ ہے (نسائی مشکوٰۃ۔ دارمی۔ مسند احمد بن حنبل)۔

www.ahnafmedia.com

عن البراء قال آخر سورة نزلت کاملة براءة وآخر سورة نزلت خاتمة سورة النساء یستفتونک الخ۔ براء کہتے ہیں کہ آخر میں کمل سورۃ برات نازل ہوئی اور سورۂ نساء کا خاتمہ نازل ہوا۔ بخاری)

رسول کریم نے فرمایا سورۂ بنی اسرائیل، کہف، مریم، طہٰ، انبیاء یہ میرا خزانہ ہیں (بخاری)

رسول کریم جب بستر پر تشریف لاتے تو اخلاص اور معوذتین پڑھتے۔ (بیہقی)

رسول کریم نے فرمایا سب سے افضل سورۂ الحمد ہے (بخاری)

رسول کریم نے فرمایا مجکو تمام سورتوں سے محبوب سورۂ فتح ہے (بخاری)

عن عقبة بن عامر انه سأل رسول الله صلے الله علیہ وسلم عن المعوذتین فامنا بھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صلوۃ الفجر یعنی رسول کریم نے صبح کی نماز میں معوذتین پڑھیں (مستدرک حاکم جلد اول)

روی ابن عباس عن ابی بن کعب ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا قرأ قل اعوذ برب الناس افتتح من الحمد ثم قرأ من البقرۃ الی اولئک ھم المفلحون ثم دعا بدعاء الختمۃ یعنی رسول کریم جب تلاوت میں سورۂ ناس پڑھتے تو پھر الحمد سے شروع کرتے اور سورۂ بقر کی ابتدائی آیات مفلحون تک پڑھکر دعائے ختم پڑھتے (دارمی)

ان کے علاوہ اور بہت سی روایات ہیں جن سے سورتوں کے نام حضور سے ثابت ہیں۔ ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سورتوں کے نام بھی خداوند ذوالجلال کی طرف سے ہیں۔

اسمائے اجزاء

قرآن مجید کے تیس سیپارے ہیں۔ ہر سیپارہ پر جزو اول و جزو ثانی وغیرہ لکھا ہوتا ہے۔ سیپاروں کے نام نہیں ہیں۔ ابتدائی آیت والفاظ کو جلی قلم سے اسلئے لکھتے ہیں کہ پڑھنے والے کو معلوم ہو جائے کہ یہاں سے سیپارہ شروع ہوا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ابتدائی حرف سیپارہ کا نام ہے۔

شمار

عہد خلافت اول میں جب قرآن جمع کیا گیا تو سورتوں کا شمار ہوا۔ زید بن ثابت نے سورتیں شمار کیں جو کل (۱۱۴) ہیں بعض سورتوں کی آیات کی تعداد حضور علیہ السلام سے منقول ہے۔ مثلاً آپ نے فاتحہ کے متعلق فرمایا کہ وہ سات آیتیں ہیں۔ سورۂ ملک کے متعلق فرمایا کہ وہ تیس آیتیں ہیں (اتقان)

www.ahnafmedia.com

ترتیب کے بیان میں ایک یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ جبریل نے حضور سے کہا کہ اس آیت کو بقرہ کی (۲۸۰) آیات کے بعد لکھو۔ ایک روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ حضور نے فرمایا جو کوئی سورہ کہف کی اول کی دس آیتیں پڑھے الخ۔ اور بھی اس قسم کی روایتیں ہیں لیکن مجھے باوجود تلاش کوئی صاف روایت ایسی نہیں ملی جس سے یہ معلوم ہوتا کہ آیات کا شمار حضور کے عہد میں ہوا ہے۔ اور غالباً سور و آیات کا شمار حضور کے عہد میں نہیں ہوا کیونکہ وحی کا سلسلہ آپ کی وفات سے نو دن پہلے تک جاری رہا۔

اور کوئی روایت ایسی بھی نظر سے نہیں گذری جس میں عہد خلافت اول میں شمار آیات کا ذکر ہو۔ آیتوں کا شمار غالباً حضرت عمر کے عہد میں ہوا کیونکہ انہوں نے حکم دیا تھا کہ تراویح میں فی رکعت (۳۰) آیتیں پڑھی جائیں۔

حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود۔ حضرت انس بن مالک۔ حضرت ابوالدرداء حضرت عبداللہ بن عباس۔ حضرت عبداللہ بن عمر۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے آیات کا شمار کیا ہے۔ یہ شمار یا تو صحابی کے شاگرد تابعی کی طرف منسوب ہے یا مقام کی طرف۔ حضرت عثمان کا شمار شامی مشہور ہے اور عبداللہ بن عامر الحصبی کی طرف منسوب ہے۔ حضرت علی کا شمار کوفی مشہور ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کا مدنی اول اور حضرت عائشہ کا مدنی دوم مشہور ہے (فنون الافنان فی عجائب القرآن لابن الجوزی اتقان و منار الہدیٰ)

آیات کی تعداد میں اختلاف ہے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ حضور علیہ السلام بعض دفعہ آیتوں کے سرے پر ٹھیرا کرتے تھے اور بعض دفعہ وصل بھی فرما دیا کرتے تھے۔ لہٰذا بعض نے فصل کا اعتبار کیا ہے بعض نے وصل کا

تعداد آیات

حضرت عائشہ کا شمار	۶۶۶۶	شامی	۶۲۵۰
ابن مسعود " "	۶۲۱۸	بصری	۶۲۱۶
اہل مکہ " "	۶۲۱۲	کوفی	۶۲۳۶
اسمٰعیل بن جعفر مدنی "	۶۲۱۴	عراقی	۶۲۱۴

اقوال عامہ ۶۶۶۶

اعشار۔ بصری ۶۲۳ کوفی ۴۳۳

اخماس " ۲۴۶ " ۸۶۶

حضرت عبداللہ بن مسعود نے حروف بھی شمار کئے ہیں۔ باقی شمار تابعین کے نام سے مشہور ہے

ابن مسعود کا شمار (۳۲۲۶۷۱) مجاہد کا شمار (۳۲۱۱۲۱) اقوال عامہ (۳۲۰۲۶۷)

صحابہ نے کلمات کا شمار بھی کیا ہوگا کیونکہ جب آیات و حروف گنے تو کلمات کیوں چھوڑے ہوں گے۔ لیکن کلمات کا شمار تابعین کے نام سے مشہور ہے۔ کلمات پر ہیں نے حروف کو اسی وجہ سے مقدم کیا ہے کہ اسمیں ایک صحابی کا بھی نام ہے۔

کلمات

حمید اعرج کا شمار	۷۶۴۳۰	عبدالعزیز بن عبداللہ کا شمار	۷۰۴۳۹
مجاہد ″	۷۶۲۵۰	اقوال عامہ	۸۶۴۳۰

جماعت قراء حجاج بن یوسف نے بھی جنمیں امام حسن بصری، یحییٰ بن یعمر۔ سعد بن عاصم وغیرہ تھے حروف کا شمار کیا۔ اور قرآن ادراجزاء واحزاب کا ربع، ثلث، نصف قائم کیا۔ اسی جماعت نے قسم وار حروف و حرکات کا شمار کیا۔ چونکہ شمار حروف میں اختلاف ہے۔ اسلئے کلمات و ربع و نصف و ثلث میں بھی اختلاف ہے۔ حروف میں اختلاف کا باعث اس قسم کے امور ہیں کہ کسی نے حرف مشدد کو ایک گنا ہے اور کسی نے دو۔

حرکات

فتحات ۴۵۳۱۴۳ کسرات ۳۹۵۸۴ تشدید ۱۲۷۴
ضمات ۸۸۰۴ مدات ۱۷۷۱ نقاط ۱۰۵۶۸۴

حروف

ا ۔ ۴۸۸۷۲	د ۔ ۵۶۰۲	ض ۔ ۱۲۰۷	ک ۔ ۹۵۰۰
ب ۔ ۱۱۴۲۸	ذ ۔ ۴۶۷۷	ط ۔ ۱۲۷۷	ل ۔ ۳۰۴۳۲
ت ۔ ۱۱۰۹۵	ر ۔ ۱۱۷۹۳	ظ ۔ ۸۴۲	م ۔ ۳۶۵۶۰
ث ۔ ۱۲۷۶	ز ۔ ۱۵۹۰	ع ۔ ۹۲۲۰	ن ۔ ۴۵۱۹۰
ج ۔ ۳۲۷۳	س ۔ ۵۸۹۱	غ ۔ ۲۲۰۸	و ۔ ۲۵۵۳۶
ح ۔ ۳۷۹۳	ش ۔ ۲۲۵۳	ف ۔ ۸۴۹۹	ہ ۔ ۱۹۰۷۰
خ ۔ ۲۴۱۶	ص ۔ ۲۰۱۲	ق ۔ ۶۸۱۳	ی ۔ ۲۵۹۱۹

امام جعفر صادق نے شمار کر کے آیات کی قسم وار تقسیم کی ہے۔

"منقول است از امام ناطق جعفر صادق علیہ السلام کہ جملہ آیات قرآن مجید کہ شش ہزار و ششصد

www.ahnafmedia.com

وشش اند۔ چہار صد آیت در تعویذات ویکہزار و دو صد در شرائع اسلام ویکہزار در ترتیب سلطنت و ششش صد در قصص و چہار صد در معاملات است ویکہزار در عذر جرائم ویکہزار در ضمان رزق و ہفت صد در جہاد و پانصد در حج و باقی در حکم طلاق ونکاح (مقصود القاری)

بعض بزرگوں سے اس طرح تقسیم وتفصیل کی ہے۔

آیات وعدہ	آیات وعید	نہی	امر	مثال	قصص	حلال
۱۰۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰	۲۵۰

حرام	تسبیح	منسوخ۔
۲۵۰	۱۰۰	۶۶

جن آیات میں صراحت سے احکام بیان ہوئے ہیں اُن کی تعداد (۱۵۰) ہے۔ اور استنباط کے لحاظ سے کل احکامی آیات کی تعداد (۵۰۰) ہے۔ وہ آیتیں جنہیں علوم کا ذکر آیا ہے یا ان کی طرف اشارہ ہے (۷۵۰) سے زیادہ ہیں۔ چونکہ نوع انسان کو باعتبار روحانیات کے مادیات سے زیادہ تعلق ہے اس لئے وہ آیتیں جو مادی علوم سے تعلق رکھتی ہیں۔ تعداد میں زیادہ ہیں۔

تجزیۂ قرآن

قرآن منزلوں، سیپاروں، ثلث، نصف، رُبع۔ سُورتوں، آیتوں۔ ان سات چیزوں پر تقسیم ہے منزل۔ سورۃ۔ آیات یہ تین تو حضور کے مقرر فرمودہ ہیں۔ سات منزلوں پر تقسیم حضور نے کی ہے۔ (اتحاف السّادہ شرح احیاء العلوم جلد سوم ص۴۷۳)

ہر سورت کے ابتداء میں بسم اللہ لکھی جاتی تھی۔ حضرت عثمان کے عہد سے سورتوں کے نام بھی لکھے جانے لگے۔ آیت کا نشان (۰:) یہ تھا جو آیت کے سرے پر ہوتا تھا۔ پھر تخمیس وتعشیر کے نشان مقرر ہوئے (اتقان) یہ سب حضرت عثمان کے زمانہ میں ہوا۔ کیونکہ تعشیر کے متعلق روایت لکھی جا چکی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود ان کو ناپسند کرتے تھے حضرت عبد اللہ بن مسعود نے حضرت عثمان رضہ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔ انڈیا آفس لندن کے کتب خانہ میں جو قرآن حضرت عثمان کے عہد کا لکھا ہوا ہے اسمیں دس آیتوں کے بعد نشان ہے اور دو سو آیتوں کے بعد حاشیہ پر نشان ہے

ابوالاسود نے آیت کا نشان گول دائرہ (O) مقرر کیا۔

سنن ابی داؤد وسنن ابن ماجہ ومسند احمد بن حنبل وطبقات ابن سعد میں روایت ہے کہ جب وفد ثقیف نبی کریم کے حضور میں حاضر ہوا تھا تو ایک دن حضور حجرہ سے دیر میں تشریف لائے اور فرمایا

www.ahnafmedia.com

مجھے آج اسوجہ سے دیر ہوگئی کہ قرآن کا روزانہ کا ورد رہگیا تھا اُس کو پُورا کیا۔ اوس شقفی نے آپ کے معمول کے متعلق دریافت کیا تو حسب ذیل جواب ملا۔

دن	تعداد سور	اسمار سور
۱	۳	بقر معہ فاتحہ - آل عمران - نسآء - فاتحہ چونکہ ابتدائی سورت بطور دعا کے ہے اسلئے اکثر ورد میں علیحدہ شمار نہیں کرتے
۲	۵	مائدہ - انعام - اعراف - انفال - برأت
۳	۷	یونس - ہود - یوسف - رعد - ابراہیم - حجر - نحل
۴	۹	بنی اسرائیل - کہف - مریم - طٰہٰ - انبیاء - حج - مؤمنون - نور - فرقان
۵	۱۱	شعرا - نمل - قصص - عنکبوت - روم - لقمان - سجدہ - احزاب - سبا - فاطر - یٰسین -
۶	۱۳	والصافات - صٓ - زمر - مؤمن - حم سجدہ - شوریٰ - زخرف - دخان - جاثیہ - احقاف - محمد - فتح - حجرات
۷		قٓ سے ناس تک

یہ ورد حضرت عثمان اور حضرت علی سے منقول ہے۔ قرا نے اِس کا نام (فمی بشوق) رکھا ہے اسی کو ختم الاحزاب کہتے ہیں۔ فمی بشوق کا ہر حرف حزب روزانہ کی پہلی سورت کے نام کا پہلا حرف ہے

بروز اوّل ابتدا فاتحہ سے ف	روز پنجم ابتدا شعراء سے ش
روز دوم ابتدار مائدہ سے م	روز ششم ابتداء والصافات سے و
روز سوم ابتدار یونس سے ی	روز ہفتم ابتدا قٓ سے ق
روز چہارم ابتدا بنی اسرائیل سے ب	یہی سات منزلیں ہیں۔

بعض نے (فمی بشوق) کی جگہ فمی بشوق کہا ہے۔ اور دوسری منزل کو نسآء سے شروع کیا ہے

حضرت عثمان سے ایک ختم ہفت روزہ اور بھی منقول ہے

دن	اسمار سور		
جمعہ کو	فاتحہ سے ختم مائدہ تک	دوشنبہ کو	طٰہٰ سے ختم قصص تک
شنبہ "	انعام سے ختم توبہ تک	سہ شنبہ "	عنکبوت سے ختم صٓ تک
یکشنبہ "	یونس سے ختم مریم تک	چہارشنبہ "	زمر سے ختم رحمٰن تک
		پنجشنبہ "	واقعہ سے ناس تک

www.ahnafmedia.com

رسول کریم نے قیس بن صعصعہ سے فرمایا تھا کہ سات دن میں ختم کیا کرو (استیعاب جلد اول ص۵۵)
بعض اصحاب تین منزل کرتے تھے۔ اس حد کا نام (فیل) رکھا گیا۔
روز اول شروع فاتحہ سے۔ روز دوم شروع یونس سے۔ روز سوم شروع لقمان سے (مفید القاری)
ایک ختم حضرت عبد اللہ بن مسعود کی طرف منسوب ہے اس کو (فایطاعزد) کہتے ہیں۔ یہ بھی ہفت روزہ ہے
فاتحہ تا انعام - انعام تا یونس - یونس تا طہ - طہ تا عنکبوت - عنکبوت تا زمر - زمر تا واقعہ - واقعہ تا ناس
حضرت عثمان نے اول تراویح میں دس آیتیں پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ بعد میں جس جگہ مطلب ختم ہو رکعت ختم کرتے تھے۔ اسی طرح ۵۴۰ رکوع ہوئے بعض نے (۵۵۱) کئے ہیں (مفید القاری) اور ختم قرآن ۲۷ ر رمضان کو ہونے لگا کیونکہ تیسویں تراویح کا ہمیشہ ہونا ممکن نہ تھا۔ اور اس صورت میں قرآن باقی رہجانے کا خطرہ تھا۔ وہر جاکہ آخر قصہ است یا سخن تمام شدہ و امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ در نماز آنجا رسیدہ برکوع رفتہ است این شکل (ع) نوشتہ اند (رسالہ وقف)

بعض نے اس عمل کو حضرت عمر کی طرف منسوب کیا ہے۔ بعض نے حضرت حذیفۃ الیمان کی طرف۔ بعض نے عبد الرحمن السلمی۔ بعض نے حسن بصری کی طرف لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ عمل حضرت عثمان کا ہے مگر تعلیم ہی میں تھا۔ تحریر میں نہ تھا۔ تحریر میں رکوع کا یہ (ع) نشان علماء کی ایجاد ہے (مبسوط سرخسی جلد ثانی ص۱۴۶ وفتاوی قاضیخان وفتاوائے عالمگیری)

یہ نشان امام ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن طیفور السجاوندی (متوفی آخر صدی ششم) کی ایجاد ہے۔

حضرت عثمان نے اپنے عہد میں جو قرآن لکھا ہے وہ تیس جزء پر تھا (مفید القاری) یہ تقسیم یا تو زمانہ رسالت سے مروج ہوگی یا رمضان کی تیس تراویح کی رعایت سے حضرت عثمان نے یہ تقسیم کی ہوگی۔ یا اس حدیث کی بموجب کہ رسول کریم نے عبد اللہ بن عمر سے فرمایا کہ قرآن ایک مہینے میں ختم کیا کرو۔ شرح احیاء العلوم سے بھی ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے۔

یہ تقسیم باعتبار حروف ہے۔ اسمیں یہ لحاظ بھی ہے کہ آیت پوری ہو جائے اور مطلب میں ایسی کمی نہ رہے جس سے تلاوت میں نقص واقع ہو۔ لیکن اس کے معلوم کرنے کیلئے قواعد رموز اوقاف اور بعض علوم میں دستگاہ کی ضرورت ہے۔ سیپارہ پنجم (والمحصنٰت) میں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آیت ختم نہیں ہوئی لیکن یہاں آیت بالاجماع ہے۔ چونکہ مابعد ماقبل سے لفظی ومعنوی تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے وقف تام نہیں وقف صالح ہے۔ اور مطلب بھی پورا ہے۔ چونکہ شمار حروف میں صحابہ میں اختلاف ہے۔ اس لئے بعض سیپارہ کی ابتداء اور انتہا میں اختلاف ہے۔ یہ اختلاف مصر ومغرب میں رائج ہے۔

www.ahnafmedia.com

(۱) جزو ہفتم جو مصر و مغرب میں رائج ہے آیت لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ سے شروع ہوتا ہے اور ہمارا ساتواں سیپارہ اس سے ایک آیت بعد وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ سے شروع ہوتا ہے۔

(۲) مصر و مغرب کا جزو چہاردہم آیت الٓرٰ تِلْكَ سے شروع ہوتا ہے۔ ہمارا چودہواں سیپارہ اس سے اگلی آیت رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ سے شروع ہوتا ہے۔

(۳) مصر و مغرب کا جزو بستم آیت فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ سے شروع ہوتا ہے ہمارا بیسواں سیپارہ اس آیت سے تین آیت بعد اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ سے شروع ہوتا ہے۔

(۴) مصر و مغرب کا جزو بست ویکم آیت وَلَا تُجَادِلُوْا اَهْلَ الْكِتٰبِ سے شروع ہوتا ہے ہمارا اکیسواں سیپارہ اس سے ایک آیت پہلے اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ سے شروع ہوتا ہے۔

(۵) مصر و مغرب کا جزو بست و سوم آیت وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ سے شروع ہوتا ہے ہمارا تیئیسواں پارہ اس سے چھ آیت قبل وَمَا لِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ سے شروع ہوتا ہے۔

(۶) بعض نے جزو نوزدہم کو آیت وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا سے شروع کیا ہے۔ ہمارا انیسواں سیپارہ وَقَالَ الَّذِیْنَ سے شروع ہوتا ہے۔

(۷) بعض نے جزو بست و ششم کو آیت وَبَدَا لَهُمْ سے شروع کیا ہے۔ ہمارا چھبیسواں سیپارہ حٰمٓ سے شروع ہوتا ہے

ہمارا ہر سیپارہ ربع۔ نصف۔ ثلث پر تقسیم ہے۔ مصر و مغرب کا ہر جزو دو حزبوں پر تقسیم ہے اور ہر حزب ربع۔ نصف، ثلث پر، حزب کے ان حصوں کو مقرا بھی کہتے ہیں۔ یہ دونوں تقسیمیں مجلس قرا، حجاج بن یوسف نے کی ہیں۔ یہ تقسیم بھی باعتبار حروف ہوئی ہے۔

قرآن مجید کے سیپاروں پر ہندوستان و ایران میں اکثر سیپارہ کا نمبر شمار لکھا جاتا ہے یعنی کونسا سیپارہ ہے۔ ۵ ہے یا ۸ ہے یا ۱۴ ہے وغیرہ وغیرہ۔ مصر و مغرب و ممالک عرب میں الجزء الاول و الجزء الثانی وغیرہ لکھتے ہیں۔

اعراب و نقاط

عرب میں اعراب و نقاط کا وجود لکھنے پڑھنے میں زمانہ قدیم سے تھا (ادب العرب جلد اول ص۵۹) یہ تحقیق نہیں ہو سکا کہ کتابت میں ان کو کس زمانہ سے ترک کیا گیا اور کیوں ترک کیا گیا۔ رسول کریم کے عہد سے پہلے سے لکھنے میں مطلق رواج نہ تھا۔ پڑھنے میں تھا۔ حضور نے بھی ارشاد فرمایا ہے عن ابی ہریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعربوا القرآن رواہ البیہقی و ابو یعلی۔ جامع صغیر۔ منتخب کنز العمال

(تاریخ خطیب بغدادی، بغیۃ الوعاۃ - فضائل ابن کثیر)

اس ارشاد سے یہ مطلب تھا کہ قرآن کو صحیح اعراب سے پڑھو - اگر تحریر کا ارشاد ہوتا تو صحابہ ضرور تعمیل کرتے

عن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ القرآن فأعربہ کان لہ لکل حرف اربعون حسنۃ - یعنی جس نے اعراب سے قرآن پڑھا اُس کو فی حرف چالیس نیکیاں ملیں گی (بیہقی)

خلافت راشدہ کے زمانہ تک قرآن میں اعراب و نقاط کا وجود تھا - پڑھنے میں اعراب و نقاط محفوظ تھے یعنی ش ش ہی پڑھا جاتا تھا - س س ہی پڑھا جاتا تھا - ظ ظ ہی پڑھی جاتی تھی - ط ط ہی پڑھی جاتی تھی - فتحہ فتحہ ہی ادا کیا جاتا تھا - کسرہ نہیں پڑھا جاتا تھا - عرب اس پر قادر تھے ولکن ملکۃ الاعراب الموجودۃ فی نفوسہم قبل اختلاطہم بالاعاجم العجمیۃ صانت لسانہم عن اللحن یعنی ان کے نفوس میں اعراب کا ملکہ موجود تھا - اُس نے اُن کی زبان کو اغلاط سے محفوظ رکھا تھا - (اتقان)

اوّل ابوالاسود دؤلی نے ۴۲ھ کے بعد کتابت میں حرکات کا اظہار نقاط کے ذریعہ کیا کیونکہ انہوں نے ایک شخص کو غلط قرآن پڑھتے سُنا - امام ابوعمرو عثمان بن سعید الدانی نے لکھا ہے کہ ابوالاسود نے ایک آدمی سے کہا کہ قرآن تھام لے اور ایک رنگ روشنائی کے خلاف لیا اور اُس سے کہا کہ اگر میں اپنا منہ کھولوں تو حرف کے اوپر ایک نقطہ لگانا (زبر) اور اگر منہ کو نیچے کی طرف مائل کردوں تو نیچے ایک نقطہ لگانا (زیر) - اور اگر اپنے منہ کو ملا دوں تو ایک نقطہ حرف کے آگے لگانا (پیش) اور اگر ان حرکات کے ساتھ غنہ بھی ہو تو دو نقطے لگانا (تنوین) اُس نے ایسا ہی کیا (کتاب التنقیط)

امام ابوطاہر اسماعیل بن ظافر بن عبداللہ العقیلی نے لکھا ہے کہ خلیل وغیرہ علماء نے ان حرکات کو پسند کیا اور باقی علامات مشدّد وغیرہ کی ایجاد کیں (رسوم المصحف و کتاب الطبقات)

ابوالاسود جعل الحرکات والتنوین یعنی ابوالاسود نے حرکات اور تنوین وغیرہ بنائے - رسالہ فائدہ مخطوطہ کتب خانہ خدیویہ مصر)

ان اول من امر بہ عبد الملک بن مروان (یعنی خلیفہ عبد الملک بن مروان نے ۸۶ھ) حکم دیا کہ قرآن پر نقاط لگائے جائیں (فضائل القرآن للحافظ ابی الفداء اسمٰعیل بن کثیر القرشی الدمشقی ۷۷۴ھ)

واما شکل المصحف و نقطہ فروی ان عبد الملک بن مروان امر بہ و عملہ فتجرد لذلک الحجاج - عبد الملک نے حجاج کو نقطوں وغیرہ کا حکم دیا - (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی)

یہ حکم اُس نے غالباً اپنے آخر سال میں دیا کیونکہ اس کے عہد میں یہ کام نہیں ہوا - اس کے بیٹے خلیفہ ولید نے حجاج بن یوسف کو تاکید کی - حجاج خود بھی بڑا قاری اور ادیب تھا - امام حسن بصری - مالک بن دینار

ابی العالیہ السریحی۔ راشد الحمادی۔ ابی نصر محمد بن عاصم اللیثی۔ عاصم بن میمون الجحدری۔ یحیی بن یعمر کی ایک مجلس قائم کی۔ ان لوگوں نے حروف شمار کئے اور ربع، نصف، ثلث وغیرہ قائم کیا (فنون الافنان فی عجائب القرآن والجامع لاحکام القرآن وکتاب المصاحف)

یہ کام غالباً ۷۵ھ کے بعد ہوا کیونکہ خلیفہ کو حجاز وغیرہ کی جنگ و معاملات سے اسی سال اطمینان ہوا۔ ابوالاسود کے دو شاگردوں نصر بن عاصم و یحیی بن یعمر نے اپنے استاد کے نقاط میں اصلاح کر کے زیر زبر پیش ایجاد کئے اور نقاط سے لفظوں کا کام لیا۔

اول من نقط المصاحف یحیی بن یعمر (یعنی سب سے پہلے قرآن پر نقطے یحیی بن یعمر نے لگائے۔ (نقط القرآن)۔ ان ابن سیرین کان لہ مصحف نقطہ یحیی بن یعمر (یعنی امام ابن سیرین کے پاس ایک قرآن تھا جس پر یحیی بن یعمر نے نقطے لگائے تھے (الجامع لاحکام القرآن) یہ کام ۸۶ھ میں یا اس سے اگلے سال ہوا۔

خلیل بن احمد بصری ۱۷۰ھ نے ہمزہ کے لئے سر عین (ء) تشدید کیلئے سر سین (ّ) جزم کیلئے سر جیم (ْ) مد کیلئے ایک خط ایجاد کیا (ٓ)۔ اول من وضع الھمزۃ والتشدید والروم والاشمام الخلیل یعنی ہمزہ وغیرہ خلیل کی ایجاد ہیں (نثر المرجان جلد اول و خزینۃ الاسرار و جلیلۃ الاذکار مصنفہ سید محمد حقی النازلی طبع ثانیہ مطبعہ خیریہ بمصر القاہرہ ۱۳۰۶ہجری ص۱۵)

رموز و اوقاف

بوقت نزول وحی جبریل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو موقع آیت پر وقوف کی ہدایت کرتے تھے۔ حضور اصحاب کو اوقاف کی تعلیم فرماتے تھے حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ سے ان مقامات کو معلوم کرتے تھے۔ جہاں قرات میں ٹھہرنا سزاوار ہے۔ (اتقان)

جہاں ٹھہرنا چاہیئے اور جہاں ملا کر پڑھنا چاہیئے۔ یہ سب حضور کا ارشاد ہے۔ لیکن زبانی تعلیم تھی تحریر میں کوئی نشان نہ تھا۔ صحابہ کے عہد میں آیت کی علامت (∴) نقطے قرار پائے۔ جو آیت کے شروع پر لگائے جاتے تھے (اتقان نوع ۷۶) حضرت عثمان کے عہد میں دس آیتوں کے بعد ۵ کا نشان لگایا گیا اور آیتوں کے آخر میں نقطے دئے گئے ابوالاسود نے آیت کا نشان (○) گول دائرہ مقرر کیا۔

○ ۔ جملہ تمام ہونے کی علامت ہے۔ ذرا ٹھہرنا چاہیئے اس کو آیت کہتے ہیں۔ اگر ○ کے اوپر لا لکھا ہو تو یہ مطلب ہے کہ یہاں ٹھہرنے کا اختیار ہے۔

مؔ - لفظ لازم کا مختصر ہے۔ یہاں ٹھیرنا ضروری ہے۔

طؔ - مطلق کا مخفف ہے مطلب یہ ہے کہ بات تو پوری ہو گئی۔

جؔ - جائز کا مخفف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ٹھیرنا بہتر ہے۔ نہ ٹھیرنے میں کچھ حرج نہیں۔

زؔ - لفظ تجاوز کا مخفف ہے مطلب یہ ہے کہ یہاں سے گذرنا چاہیئے۔

صؔ - علامت وقف رخص کی ہے۔ یعنی ملا کر پڑھنا چاہیئے۔ ٹھیر گیا تو کچھ حرج نہیں۔

قؔ - علامت قیل علیہ الوقف کی ہے یعنی قول مرجوح یہ ہے کہ یہاں ٹھیرنا چاہیئے۔ مگر نہ ٹھیرنا بہتر ہے۔

صلیؔ - علامت قد یوصل کی ہے یعنی یہاں ترک وصل اولیٰ ہے۔

قفؔ - صیغہ امر ہے یعنی ٹھیر جا۔

کؔ - علامت کذالک کی ہے یعنی جو رمز پہلے ہے وہی یہاں بھی ہے۔

سؔ - علامت سکتہ کی ہے۔ یعنی یہاں پر اس قدر کم ٹھیرے کہ سانس نہ ٹوٹے۔

وقفہ - علامت سکتہ طویلہ کی ہے یعنی جتنی دیر میں سانس لیتے ہیں۔ اس سے کم ٹھیرے۔

وقفہ اور سکتہ میں فرق یہ ہے کہ سکتہ اقرب بوصل ہے اور وقفہ اقرب بوقف ہے۔

لاؔ - بغیر ٥ گول آیت کے علامت ہے کہ یہاں ٹھیرنا جائز ہے۔

جہاں دو علامتیں لکھی ہوں وہاں اوپر کی علامت کا اعتبار ہے۔ قرآن مجید کے حاشیہ پر لکھا ہوتا ہے کہ (ع) اسی طرح مسلسل (ع) علامت رکوع کی ہے۔ عین کے اوپر کا ہندسہ سورت کے رکوع کا نمبر اور عین کے نیچے کا ہندسہ سیپارہ کے رکوع کا نمبر اور عین کے درمیان کا ہندسہ تعداد آیات رکوع ہے۔ بعض جگہ حاشیہ پر (مع) لکھا ہوتا ہے۔ یہ علامت معانقہ کی ہے۔ رموز اوقاف تو قدیم سے ہیں لیکن ان کی تعلیم زبانی تھی۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے گول دائرہ ٥ آیت کا نشان ابوالاسود کی ایجاد ہے باقی اکثر علامات سجاوندی کی ایجاد ہیں۔

قرارت و تجوید

علم تجوید کہ جس میں طرز تلفظ قرآن سے بحث ہوتی ہے۔ اس علم میں آنحضرت کے لب و لہجہ کو جو آئے قرآن سے متعلق ہے محصور کر لیا گیا ہے۔ چونکہ بعض قبائل کے لب و لہجہ میں کچھ فرق تھا۔ اس لئے آپ نے اُن کے طریق پر بھی پڑھنے کی اجازت دی تھی۔

حضرت عمر نے فرمایا ہے کہ میں نے ہشام بن حکیم کو سورہ فرقان اپنے طرز کے خلاف پڑھتے دیکھا تو اُن کو رسول کریم کے پاس لے گیا۔ حضور نے سُن کر دونوں کو صحیح فرمایا۔

حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے کہ ایک شخص نے مسجد میں آکر سورہ نحل اس طرز کے خلاف پڑھا جس طرح میں پڑھتا تھا۔ میں نے اُس سے دریافت کیا کہ تم کو یہ سورت کس نے پڑھائی اُس نے کہا۔ رسول کریم نے پھر ایک اور شخص آیا اُس نے بھی یہ سورت پڑھی مگر ہم دونوں کے خلاف، میں نے اُس سے بھی دریافت کیا۔ اُس نے بھی وہی جواب دیا۔ میں دونوں کو حضور کے سامنے لیگیا۔ حضور نے ان دونوں سے سُنکر احسنت فرمایا۔ اور میرے سینہ پر ہاتھ رکھکر فرمایا اعیذك بالله یا اُبیّ (شرح سبعہ قرات ص ۶۳)

چونکہ عرب میں بہت سے قبائل آباد تھے اور اُن کے لب و لہجہ میں اختلاف تھا۔ اس لئے بہت سی قراتیں تھیں۔ متأخرین سب کو محفوظ نہ کر سکے۔ اس لئے سبعہ قرات پر قناعت کی۔ علامہ اسماعیل بن ابراہیم بن محمد القراب شافی نے لکھا ہے کہ قرا سبعہ کی قرات سے تمسک اور دیگر قراتوں کے ترک پر کوئی حدیث یا اثر نہیں بلکہ یہ متأخرین کا فعل ہے جنہوں نے سبعہ کے سوا کوئی قرات نہیں پڑھی۔

علامہ ابو محمد مکی کا قول ہے کہ کتابوں میں ستر ائمہ صاحب اختیار قرات کی قراتیں مذکور ہیں جو قرا سبعہ سے مقدم ہیں۔ دوسری صدی کے آخر تک وجوہ قرات لکھنے کا رواج نہ تھا۔ جب ہمتیں پست ہو گئیں اور حافظے کمزور ہو گئے اور تمام دنیا کے آدمی قرآن پڑھنے لگے تب قرا نے علم قرات کی تدوین شروع کی۔

اس فن میں سب سے پہلی تصنیف ابو منصور محمد بن احمد الازہری سنہ ۳۷۰ھ (تلمیذ امام شافعی) کی ہے۔ قاضی ابو عبید قاسم بن سلام بغدادی نحوی سنہ ۲۲۴ھ کی کتاب القرات میں پچیس قراتیں ہیں۔ امام ابو حاتم سہل بن محمد ابن عثمان سجستانی نحوی مقری بصری سنہ ۲۵۵ھ نے بھی کتاب القراۃ میں پچیس قراتیں بیان کی ہیں جو قرا سبعہ سے مقدم ہیں۔ امام ابن جریر طبری نے سنہ ۳۱۰ھ کتاب الجامع میں بیس سے زیادہ قراتیں لکھی ہیں۔ شاہ ولی اللہ ؒ نے لکھا ہے کہ قراتیں بہت تھیں۔ جب ہمتیں پست ہو گئیں تو سبعہ قرات کا رواج رہ گیا۔ قراتیں بھی بہت تھیں۔ وہ قرا جنہوں نے اپنے کمال اپنے علم اپنے تقدس اور کثرت تلامذہ سے نام پایا اُن کی تعداد بھی اتنی کثیر ہے کہ میں اُن کی فہرست بھی مرتب کرنے کے لئے طیار نہیں۔ قرا کے علماء سلف نے دو گروہ قرار دئے ہیں۔

ایک بدور جنکی قراتیں رواج پاکر کچھ عرصہ کے بعد معدوم ہو گئیں۔ صرف قدیم ضخیم کتابوں میں رہ گئیں۔ اس جماعت میں بھی صدہا بزرگ تھے۔ میں صرف دو چار کے نام لکھتا ہوں:۔

ابو جعفر مدنی۔ ابن محیص مکی۔ یعقوب بصری۔ حسن بصری۔ سلیمان اعمش کوفی۔ خلف کوفی۔ یحییٰ یزیدی
دوسرے شموس اس گروہ کی قراتیں رائج ہیں۔ مشہور قرا سبعہ اسی جماعت میں سے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں

(۱) عبداللہ بن عامر سنہ ۱۱۸ھ (۲) عبداللہ بن کثیر سنہ ۱۲۰ھ (۳) عاصم سنہ ۱۲۸ھ (۴) ابو عمرو بن العلاء سنہ ۱۵۴ھ
(۵) ابو عمارہ حمزہ سنہ ۱۵۸ھ (۶) نافع سنہ ۱۶۹ھ (۷) کسائی سنہ ۱۸۹ھ

اختلاف قرات کا ایک خاص سبب یہ بھی ہے کہ قرآن مجید کے کلمات کی دو قسمیں ہیں ایک متفق علیہ دوسرے مختلف فیہ۔ متفق علیہ وہ آیات جنکو صحابہ نے ایک ہی طرح پڑھا۔ ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ مختلف فیہ وہ جن کو صحابہ کرام نے لغوی اختلاف یا نحوی وجوہ کی بنا پر مختلف طور پر پڑھا ہے۔ دونوں قسم کے الفاظ منزل من اللہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم کردہ ہیں۔ مثلاً ایک صحابی نے صلہ۔ اظہار۔ تسہیل اور رفع سیکھا دوسرے نے بغیر صلہ، اظہار، تسہیل اور فتح سیکھا، تیسرے نے بغیر صلہ ادغام تسہیل اور امالہ سیکھا۔ چونکہ ان اختلافات کی کوئی ترتیب لعینہ واجب نہ تھی۔ نہ اس سے کوئی ظاہری و معنوی نقص عائد ہوتا تھا۔ لہذا تابعین و تبع تابعین نے اپنے اساتذہ صحابہ کی قرات سے پابندی شرائط نئی ترتیب سے قرات اختیار کی اسی وجہ سے صدر اول کی قراتوں کا شمار نہیں ہے۔ اور بعض الفاظ حضور کے سامنے مختلف قراتوں سے پڑھے گئے۔ بعض کو حضور نے بھی بلحاظ وسعت کلام مختلف طریق سے پڑھا ہے تاکہ سب معانی کا احاطہ ہو جائے۔ اس اختلاف کو قرات سبعہ متواترہ کہتے ہیں۔

حفاظتِ قرآن

خداوند ذوالجلال نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (یعنی ہم نے یہ قرآن اتارا ہے اور ہم ہی اسکی حفاظت کریں گے۔

خدا کی طرف سے حفاظت

رب العزۃ نے کلام ایسا فصیح و بلیغ و جامع نازل کیا ہے کہ اسکی ایک آیت کی مثل آیت کا بنانا تمام مخلوق کی قدرت سے باہر ہے جس زمانہ میں قرآن نازل ہوا عرب کی فصاحت و بلاغت معراج کمال پر تھی عرب کے مغرور فصحا، اپنے سوا تمام دنیا کو عجم (گونگا) کہتے تھے۔ جب قرآن نازل ہوا اور اس نے ان تمام اخلاق ذمیمہ کی برائی ظاہر کی جو ان کی طبیعت ثانیہ ہوگئے تھے اور جن کو وہ مستحسن سمجھکر عمل میں لاتے تھے اور ان کو اپنے معبودوں، بتوں اور اپنے کیش کا بطلان نظر آیا۔ تو آگ بگولا ہوگئے ہر طرح مخالفت کرنے لگے، ہر طرح تکالیف پہونچانے لگے جس سے جو کچھ بن پڑا۔ اس نے اپنی کرنی میں کسر نہ کی۔ لڑے، مرے، خون کے دریا بہائے، یہ کیوں؟ قرآن کے مٹانے کیلئے، کیونکہ قرآن ان کو ان کے قدیم رسم و آئین کے خلاف عقائد مشرکانہ اور غیر مہذب اعمال و اخلاق سے بچنے کی تعلیم دیتا تھا۔ اور توحید الٰہی کی جس

اُس زمانہ میں دنیا کے کان آشنا نہ تھے تلقین کرتا تھا۔ اور یہ رہنما قرآن کا منزل علیہ کون تھا؟ ایک یتیم ایک غریب، بے زر و بے پر۔ بیکس و بے بس، ایک اُمّی جو نہ نثر سے آشنا نہ نظم سے واقف، ایسے مسکین کا یہ حوصلہ کہ بڑے بڑے اُمراء، شہور جنگجوؤں اور نامور فصحاء کے آگے اُن کے دین و آئین کیخلاف لب کشائی کرے۔ اس عجیب و غریب کلام کے مٹانیکے لئے اُنہوں نے سب ہی کچھ کیا۔ مجنون و ساحر کہہ کر بدنام کیا۔ گالی گلوچ، مار پیٹ سے پیش آئے، لالچ دیا، برادری سے خارج کیا۔ غرض سب کچھ کیا۔ جب کوئی تدبیر کارگر نہوئی تو دیس نکالا دیا۔ اِس سے بھی کام نہ چلا تو جنگ و جدل برپا کی۔

لیکن صاحب قرآن نے اُن کے سامنے ایک آسان صورت فیصلہ پیش کی اور للکارا کہ تم سب مل کر ایک ہی سورت بنالاؤ۔ یہ سُنکر سب کو سانپ سونگھ گیا۔ مقابلہ پر نہ آئے۔ کیا اُن سے ممکن نہ ہوتا تو نہ کرتے؟ ضرور کرتے مگر ہو ہی نہ سکتا تھا۔

اہل عرب جو اپنی فصاحت و بلاغت کے زعم میں تمام دنیا کو عجم (یعنی گونگا) کہتے تھے۔ جب آیات قرآن اُن پر پیش کی گئیں تو اس کے سوا کچھ نہ کہہ سکے هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (یہ تو کھلا ہوا جادو ہے)

عرب کے علاوہ دیگر ممالک کے کفار بھی اسلام کی خلاف جد و جہد میں کفار عرب کی طرح سرگرم رہے اور زور و زر سے ہر طرح مخالفت کی لیکن باوجود ماہر علوم و فنون ہونے کے اس مقابلہ کا بھولے سے بھی ارادہ نہ کیا۔

فصحاء بلغاء عالم کے کلام میں خواہ وہ کسی ملک کسی قوم کسی زبان، کسی مذہب کے ہوں، اگر کسی جگہ فصاحت نمودار ہے تو بلاغت مفقود ہے۔ پھر یہ کہ ایک عبارت، ایک شعر، ایک مصرع ایکدو مطالب کا حامل ہوتا ہے۔ علم جامعیت نہیں، کلام میں یکسانیت نہیں۔ اگر ابتدا میں زور ہے تو آگے کو مدہم پڑتا چلا گیا۔ بعض کی ابتدا معمولی اور زور بڑھتے بڑھتے آخر میں زور پیدا ہوتا ہے، تمام کلام یکساں دلچسپ نہیں ہوتا۔ کچھ آگے کچھ پیچھے قابل و لو ہوتا ہے، بیچ میں بھرتی ہوتی ہے۔ غرض کوئی کلام ایسا نہیں جسمیں تمام لوازم فصاحت و بلاغت باحسن وجوہ موجود ہوں۔ یکسانیت و دلچسپی و جامعیت ہو۔

فصیح وہ کلام کہلاتا ہے جو کم از کم ان پانچ عیوب سے پاک ہو

(۱) غیر مانوس الفاظ نہوں۔ (۲) کلمات کے حروف میں تنافر نہو یعنی اہل زبان کی زبان پر ثقیل نہوں (۳) الفاظ خلاف قواعد و لغت نہوں (۴) ضعف تالیف نہو یعنی کلمات کا جوڑ بے قاعدہ نہ ہو۔ (۵) تعقید لفظی و معنوی نہو یعنی الفاظ و معانی میں ایچ پیچ نہ ہو۔

کسی مخالف ماہر لسان نے قرآن میں ان عیوب میں سے کوئی ایک عیب بھی ثابت نہیں کیا۔

www.ahnafmedia.com

اسباب بلاغت میں سو قسم کے بدائع ہیں ۔ مجاز ۔ استعارہ ۔ کنایہ ۔ ارداف ۔ تمثیل ۔ تشبیہ ایجاز ۔ استطراد ۔ حسن التخلص ۔ تضمین ۔ تجنیس ۔ تکرار ۔ انسجام ۔ ایہام ۔ مبالغہ ۔ مطابقہ ۔ مقابلہ ۔ تعریف ۔ اطناب وغیرہ وغیرہ

قرآن مجید تمام بدائع سے پُر ہے ۔ قرآن مجید کا طرز بیان اور طریق استدلال ایسا عجیب و غریب ہے، کہ جس سے اہل علم و بے علم دونوں مستفید ہوتے ہیں، کلام میں اول سے آخر تک یکساں زور و دلچسپی ہے فصحاء، بلغاء، شعراء کا بڑا میدان سخن محسوسات کی کیفیات ہیں ۔ اس کے ساتھ کذب و مبالغہ جزو بلاغت ہے اور وہ کسی مضمون کے تابع نہیں رہتے ۔ لفاظی کیلئے جو مضمون سوجھ گیا جو قافیہ ہاتھ آگیا اسکو باندھ لیا اگر کسی فصیح و بلیغ کو مضمون کا پابند کر کے لفاظی اور قافیہ پیمائی سے منع کر دیا جائے اور کسی سادہ مضمون حسن اخلاق یا میراث وغیرہ کے متعلق فرمائش کیجائے تو فصاحت و بلاغت کی ساری ترکی تمام ہو جائے اگر کوئی شعر کوئی فقرہ ایسا طلب کیا جائے جو تمام لوازم فصاحت و بلاغت سے مملو ہو تو ساری شیخی کرکری ہو جائے ۔

قرآن مجید میراث، صدقات، عصمت وغیرہ وغیرہ تمام مضامین کو کمال فصاحت و بلاغت اور زور کے ساتھ ادا کرتا ہے اور ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف ایسی خوبی سے منتقل ہوتا ہے، کہ پڑھنے والے کو پتہ بھی نہیں چلتا ۔ اہل علم حیران رہجاتے ہیں ۔ قرآن سے جس قدر مسائل و علوم کا استنباط ہوتا ہے اسکی نظیر ملنا ناممکن ہے ۔ یہ موقع اسکی تفصیل کا نہیں ۔ کسی دوسری جگہ انشاء اللہ اس پر کچھ لکھا جائیگا

غرض خداوند علام نے کلام کو اس شان پر رکھا ہے کہ کیا باعتبار عبارت کیا باعتبار معانی، کیا باعتبار مطالب تمام مخلوق اس کا مثل بنانے سے عاجز ہے ۔ اسلئے اسمیں کوئی کلام نہیں مل سکتا ۔ اور کسی کا کلام کیا مثلاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں مل سکتا ۔ جس جگہ حدیث میں آیت کا کوئی جملہ آگیا ہے وہاں دونوں کلام علیحدہ علیحدہ معلوم ہوتے ہیں ۔

دوسرا طریق خدائے کریم نے حفاظت کا یہ قرار دیا ہے کہ پنجگانہ نماز میں قرآن کا پڑھنا فرض کیا ہے تراویح میں قرآن سننا ۔ قرآن کی تلاوت کا بڑا اجر مقرر کیا ہے ۔

نبی کی طرف سے حفاظت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی یہ حفاظت کی کہ کثیر التعداد لوگوں کو لکھا دیا ۔ لاکھ سے زیادہ نفوس کو پڑھا دیا ۔ ہزاروں کو حفظ کرا دیا ۔ اور اس کے لکھنے پڑھنے، حفظ کرنے کا بڑا اجر بیان فرمادیا تاکہ لوگوں کو رغبت ہو ۔

www.ahnafmedia.com

صحابہ کی طرف سے حفاظت

صحابہ نے ہر طرح حفاظت کی، لکھا پڑھا۔ حفظ کیا، اشاعت کی۔ لکھایا پڑھایا حفظ کرایا۔ سورتیں آیتیں، کلمات، حروف شمار کر دئے کہ کم و بیش کا وہم بھی نہ رہے۔ مدارس قایم کئے۔ معلمین و متعلمین کے وظائف مقرر کئے۔ علم تفسیر کی بنیاد قایم کی۔

تابعین و تبع تابعین کی طرف سے حفاظت

اس مقدس گروہ نے تعلیم و کتابت میں اپنے اساتذہ کی پوری پوری پیروی کی، مدارس قایم کئے حفاظ و قرا، کی ہر طرح اعانت و قدر کی۔ اعراب و نقاط قایم کئے۔ اور اُن کو شمار کر کے بتا دیا تاکہ غلطی کا احتمال نہ ہے تفاسیر تصنیف کی اور بعض علوم متعلقہ قرآن پر تصانیف کیں۔

علما رامت کی طرف سے حفاظت

حضرات ائمہ و علما نے تعلیم و کتابت میں بے نظیر سعی کی، کثرت سے تفاسیر اور دیگر علوم قرآن پر تصانیف کیں مسائل کے ستنباط کے اصول قایم کئے۔

عام اُمت کی طرف سے حفاظت

عوام نے رغبت کے پڑھا اور لکھا۔ نمازیں سب قرآن پڑھتے ہیں۔ ماہ رمضان میں تراویح میں سنتے ہیں پڑھے لکھے تلاوت کرتے ہیں۔ ناظرہ پڑھتے ہیں۔ حفظ کرتے ہیں۔

غرض اس کتاب کی ابتدا سے آج تک ایسی حفاظت ہوئی ہے کہ اُس سے زیادہ خیال و قیاس میں نہیں آسکتی۔ اور وہ آج تک بعینہ محفوظ ہے۔

"جس حفاظت سے قرآن ہم تک پہونچا ہے۔ اسکی نظیر دنیا میں نہیں (انسائیکلوپیڈیا)

علوم القرآن

قرآن مجید علوم کا مخزن و معدن ہے۔ بڑے بڑے علمار و ائمہ نے یہ کام سرانجام کیا ہے۔

قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف ابن العربی ۵۴۳ھ نے لکھا ہے کہ "قرآن میں ستر ہزار علوم ہیں" ائمہ و علمار کی تصانیف و تفاسیر کو جو شخص مطالعہ کرے گا وہ اس قول کی صداقت کو تسلیم کرے گا۔

یہ تو اپنوں کی رائے ہے۔ اغیار سے سنئے۔

ڈاکٹر موریس فرانسیسی نے لکھا ہے کہ: "یہ کتاب (قرآن) تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے، بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کیلئے جو کتابیں طیار کی ہیں انیں سب سے بہترین

کتاب ہے۔ اس کے نغمے انسان کی خیر و فلاح کیلئے فلاسفہ یونان کے نغموں سے کہیں اچھے ہیں۔ خدا کی عظمت سے اس کا حرف حرف لبریز ہے۔ قرآن علماء کیلئے ایک علمی کتاب، شائقین علم لغت کیلئے ذخیرہ لغات شعراء کیلئے عروض کا مجموعہ اور شرائع و قوانین کا عام انسائیکلوپیڈیا ہے۔ مسلمانوں کو اس کتاب کے ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں۔ اسکی فصاحت و بلاغت انہیں سارے جہان کی فصاحت و بلاغت سے بے نیاز کئے ہوئے ہے۔ یہ واقعی بات ہے اور اسکی واقعیت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ بڑے بڑے انشاپردازوں اور شاعروں کے سر اس کتاب کے آگے جھک جاتے ہیں اس کے عجائب ہیں جو روز بروز نئے نئے نکلتے رہتے ہیں اور اس کے اسرار ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوتے ( )

پروفیسر ڈیوزٹ لکھتے ہیں۔ ہم پر واجب ہے کہ اس امر کا اعتراف کریں کہ علوم طبیہ، فلکیہ، فلسفہ ریاضات وغیرہ جو قرن دہم میں یورپ تک پہنچے۔ وہ قرآن سے مقتبس ہیں۔ اور اسلام کی بدولت ہیں (صوت الحجاز ذی قعدہ سنہ ۱۳۵۲ ہجری)

میرا کیا منہ ہے جو قرآن کے متعلق کچھ لکھ سکوں۔ یہ کام متبحر فضلا بھی مشکل سے سرانجام دے سکتے ہیں۔ اس قسم کی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ کہ قرآن مجید سے کس کس طرح کن کن علوم کا استنباط کیا جاتا ہے، اور کون کون سے علوم موجود ہیں۔ میری تحقیقات و معلومات اس معاملہ میں بمنزلہ صفر کے ہے۔ میں بطور نمونہ اشارۃً چند علوم کا ذکر کرتا ہوں۔

علم الحساب

اس علم کے اصول میں دو چیزیں ہیں۔ عدد صحیح۔ عدد مکسر۔ جو عدد صحیح ہیں وہ حساب میں یا جمع کی صورت میں ہیں یا تفریق کی یا ضرب کی، یا تقسیم یا تنصیف یا تضعیف کی۔ باقی قواعد انہیں کی فروع ہیں۔

تفریق۔ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا۔

ضرب۔ مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ الخ

تقسیم۔ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ الخ

علم تعبیر رؤیا

إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا الخ۔ لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا الخ

علم بدیع

صنعت مراعاۃ النظیر۔ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ الخ

صنعت عکس۔ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ۔

علم عروض

بحر رمل۔ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ (فاعلاتن فاعلاتن فاعلان)

بحر متقارب۔ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ۔ (فعلن فعلن فعولن فعولن)

علم الامثال

اِنَّ اَوْهَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ الآیۃ

علم القیافہ

فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَیْتَهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ نَظَرَ الْمَغْشِیِّ الخ

علم الصرف

قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا۔ دَسّٰهَا کی اصل دَسَّسَ ہے۔ جب کئی حرف ایک صورت کے جمع ہوں تو تخفیفاً ایک کو بدلنا کسی دوسرے حرف سے منجملہ حروف ابدال کے بہتر ہوتا ہے لہٰذا ایک سین کو الف سے بدلا

علم الرجال

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ، مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ

علم الاخلاق

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُکُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ۔ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝

یہ علم ایسی وسعت کے ساتھ قرآن مجید میں ہے کہ یہ مختصرا اسکے مجمل بیان کی بھی متحمل نہیں ہو سکتی۔ ڈاکٹر آرنلڈ نے لکھا ہے۔ اخلاقی احکام جو قرآن میں ہیں اپنی جگہ پر کامل ہیں (پریچنگ آف اسلام)

علم التشریح

فَاِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ الخ

علم النفس

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا الخ۔

جغرافیہ

وَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الخ

ہیئت

تَبٰرَکَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا الآیۃ

علم التاریخ

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ الخ

علم المعیشت

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ الخ

علم درایت

إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ الخ

علم تجوید

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا۔

غرض کثیر التعداد علوم ہیں جو قرآن سے لئے گئے ہیں۔ اگر کوئی بنظر انصاف تاریخ وفقہ اسلام پر نظر کرے تو یہ امر اُس پر کماحقہٗ ظاہر و باہر ہو جائے گا۔

علوم التفسیر

قرآن مجید کے سمجھنے کے لئے اور اسکی تفسیر کیلئے جن علوم کی ضرورت ہے ائمہ نے ان کی تعداد تین سو سے زیادہ مقرر کی ہے ہر علم پر مختلف زبانوں میں ضخیم مجلدات تصنیف ہوتی رہی ہیں۔ مسلمانوں نے قرآن اور قرآن کے متعلق علوم اور قرآن کی تفسیر اور اُس کے متعلق علوم کی بے نظیر حفاظت کی ہے۔

میں ان علوم میں سے کم وبیش سو کا ذکر تاریخ التفسیر میں کر چکا ہوں۔ یہاں زیادہ تفصیل کی ضرورت اور موقع نہیں۔ نمونہ کے طور پر چند علوم کے نام لکھے جاتے ہیں۔

علم آیات متشابہات۔ علم مدنی مکی۔ علم سبب نزول۔ علم موافقات صحابہ۔ علم اسمار قرآن و سور۔ علم جمع و ترتیب قرآن۔ علم وقف وابتداء۔ علم آداب تلاوت، علم غریب۔ علم ضمائر۔ علم افراد و جمع۔ علم محکم و متشابہ۔ علم بدیع۔ علم فواصل آیات۔ علم فواتح۔ علم مناسبت۔ علم استنباط علوم۔ علم ناسخ و منسوخ۔ علم آیات محکمہ۔ علم تشبیہ استعارات۔ علم امثال القرآن۔ علم قرات وغیرہ وغیرہ۔ ان علوم پر پانسو سے زیادہ تصانیف ہیں

تفاسیر قرآن

قرآن کلام الٰہی ہے جو رسول کریم پر نازل ہوا۔ قرآن میں انسان کی تمام دنیوی و اُخروی ضروریات کیلئے ہدایات ہیں اور تمام علوم و فنون موجود ہیں۔ چونکہ ہدایات و ضروریات کی انتہا نہ تھی اور کلام حد تحمل بشری سے

باہر گرنا نہ تھا۔ اسلئے قرآن میں صرف اصول مذکور ہیں اور بعض امور بالاجمال ہیں۔ اسلئے اُن کے سمجھانے کی ضرورت تھی۔ خداوند ذوالجلال نے رسول کریم میں ایسی قابلیت پیدا کر دی تھی کہ آپ منشائے الٰہی کو سمجھ جاتے تھے اور وحی خفی کے ذریعہ سے بھی آپ کو آگاہ کر دیا جاتا تھا۔ اسلئے جو آیت آپ پر نازل ہوتی تھی۔ آپ مسلمانوں کو پڑھا دیتے۔ حفظ کرا دیتے۔ سمجھا دیتے۔ جو کچھ آپ فرماتے وہ قرآن کی تفسیر تھی۔ آپ کے اس ارشاد کو حدیث کہتے ہیں۔ اسلئے قرآن کے سب سے پہلے مفسر رسول کریم اور سب سے پہلی تفسیر حدیث ہے بعض صحابہ آیات کے ساتھ حضور کے تفسیری جملے بھی لکھ لیتے تھے۔ آپ کے عہد میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے ایک ہزار حدیث کا ایک مجموعہ مرتب کر کے صادقہ نام رکھا تھا۔ یہ کتاب دوسری صدی ہجری تک موجود تھی (تاریخ الحدیث ص۹۹)۔ باقی تفسیر کے نام سے حضور کے عہد میں کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ ایک تفسیر النبی مشہور ہے۔ اسمیں حضور کی فرمودہ تفسیر کو بیان کیا گیا ہے مگر یہ کئی صدی بعد شیخ ابوالحسن محمد بن قاسم الفقیہ نے مرتب کی ہے۔ عہد خلافت راشدہ میں دو تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ ایک حضرت ابی بن کعب کی تفسیر یہ پانچویں صدی ہجری تک موجود تھی (تاریخ التفسیر ص۱۲)

دوسری تفسیر عباسی حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر اس کے متفرق نسخے متفرق کتب خانوں میں اب تک موجود ہیں، خلافت راشدہ کے بعد بہت سی تفسیریں تصنیف ہوئی ہیں۔ راقم السطور نے پانسو تفاسیر کا تذکرہ تاریخ التفسیر میں کیا ہے۔ تیرھویں صدی ہجری کے وسط تک مکمل تفسیر کی تعداد (۱۱۶۱) تھی قرآن کی تفاسیر و تراجم سے کوئی ملک کوئی قوم کوئی زبان کوئی زمانہ خالی نہیں رہا۔

یہ پچاس پچاس چالیس چالیس جلدوں کی بہت تفسیریں ہیں اور اس سے کم تعداد کی اور بھی زیادہ لیکن اس سے زیادہ تعداد کی تفسیریں بھی ہیں۔

تفسیر انوار الفجر قاضی ابوبکر بن العربی ۵۴۳ھ (۸۰ جلد)

تفسیر الانوی شیخ محمود بن علی ۳۵۵ھ (۱۲۰ جلد)

تفسیر علائی شیخ محمد بن عبدالرحمن بخاری ۵۴۶ھ (۱۰۰۰ جلد)

تفسیر الاستغنا شیخ ابوبکر محمد ۳۰۸ھ (۱۰۰ جلد)

تفسیر الشیرازی شیخ ابو محمد عبدالوہاب ۵۰۰ھ (ایک لاکھ اشعار)

تفسیر امام ابن جریر ۳۱۰ھ (تین ہزار ورق)

اس زمانہ میں بھی علامہ جوہری طنطاوی ۱۳۵۸ھ نے پچیس جلدوں میں تفسیر لکھی ہے

تفسیر میں چونکہ مفسر کے علم و رائے کا زیادہ دخل ہوتا ہے اسلئے کسی تفسیر کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا

www.ahnafmedia.com

کہ یہ بالکل صحیح ہے۔ اکثریت کے اعتبار پر تفاسیر و تراجم کو مستند اور غیر مستند کہا جاتا ہے۔ تخمیناً ستر سے زیادہ مکمل تفسیریں عربی، فارسی، اُردو میں ہندوستان میں لکھی گئی ہیں۔ اکثر کا ذکر میں نے تاریخ التفسیر میں کیا ہے۔ اصل تفسیر اور صحیح تفسیر وہ ہے جو کتب صحاح ستہ میں ہے یا جو روایات صحیحہ سے ثابت ہے حضرت ابی بن کعب کی تفسیر سے امام احمد بن حنبل نے مسند میں، امام ابن جریر طبری نے تفسیر میں، حاکم نے مستدرک میں بہت کچھ لیا ہے۔ وہ بشرط صحت روایت مسلّم ہے۔

تفسیر عباسی یعنی حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر کے جو نسخے موجود ہیں۔ اُن میں زیادہ معتبر وہ ہیں جو معاویہ بن ابی صالح نے علی بن طلحہ سے اور اُنہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ اس کے علاوہ عکرمہ، طاؤس، قیس بن سلم کے طریق بھی صحیح ہیں۔

ہندوستان والوں کیلئے تفسیر کا اچھا ذخیرہ یہ ہے کہ وہ توضیح القرآن شاہ عبدالقادر دہلوی تفسیر فتح العزیز شاہ عبدالعزیز دہلوی۔ جامع التفاسیر نواب قطب الدین خان دہلوی۔ تفسیر نواب صدیق حسن خان ترجمان القرآن مولانا ابوالکلام آزاد۔ بیان القرآن مولانا اشرف علی تھانوی۔ تفسیر حقانی مولانا عبدالحق حقانی دہلوی کا مطالعہ کریں۔

تراجم قرآن

قرآن مجید کے ترجمے ہر ملک و ہر زبان میں ہوئے ہیں اور ان کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔ مسلمانوں نے ترجمے کئے ہیں اور غیر مسلموں نے بھی کئے ہیں۔ تمام تراجم کی صحیح تعداد بتانا مشکل ہے۔ تراجم کی ایک فہرست تاریخ القرآن میں حافظ اسلم جیراجپوری نے دی ہے لیکن اسمیں بہت کم تراجم درج ہیں۔ ایک فہرست رسالہ برہان دہلی فروری ۱۹۴۰ء میں شائع ہوئی ہے۔ یہ فہرست مفصل ہے۔ اور اس میں تراجم کی خاصی تعداد درج ہے لیکن یہ فہرست بھی مکمل نہیں۔ برہان والی فہرست میں سو سے کم تراجم ہیں۔ جو فہرست خاکسار نے مرتب کی ہے۔ وہ درج ذیل ہے اسمیں ایک سو چالیس کے قریب تراجم درج ہیں۔ لیکن اسکو بھی مکمل نہیں کہا جا سکتا۔

انگریزی زبان میں تراجم

(۱) ترجمہ سکندر روس۔ ۱۶۴۹ء میں شایع ہوا۔ پھر ایک مرتبہ لندن سے اور ایک بار امریکہ سے شایع ہوا

(۲) ترجمہ جارج سیل معہ مقدمہ ۱۷۳۴ء۔ چھتیس مرتبہ شائع ہوا۔ آخری ایڈیشن ۱۹۱۳ء میں شایع ہوا۔ اسپر سرولسن روس کا مقدمہ بھی ہے۔ یہ ترجمہ امریکہ میں آٹھ مرتبہ شائع ہوا۔

(۳) ترجمہ روڈول ۱۸۶۱ء - آٹھ مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ امریکہ میں بھی شائع ہوا ہے۔

(۴) ترجمہ ای۔ایچ پامر ۱۸۸۰ء - تین مرتبہ شائع ہوا۔ ایک مرتبہ امریکہ میں شائع ہوا۔

(۵) ترجمہ عبدالحکیم خان ۱۹۰۵ء

(۶) ترجمہ مرزا ابوالفضل ۱۹۱۳ء

(۷) ترجمہ محمد علی ۱۹۱۶ء - تین مرتبہ شائع ہوا۔ اور ہالینڈ کی زبان میں بھی منتقل کیا گیا۔

(۸) ترجمہ غلام سرور ۱۹۳۰ء میں آکسفورڈ سے شائع ہوا۔

(۹) ترجمہ پکھتال - ۱۹۳۰ء یہ ترجمہ حضور نظام خلد اللہ ملکہ کے حکم سے کیا گیا۔ ۱۹۳۱ء میں نیو یارک (امریکہ) سے شائع ہوا

(۱۰) ترجمہ ڈاکٹر بل۔

(۱۱) ترجمہ لین - منتخب ترجمہ۔

(۱۲) ترجمہ مارگولیس - سولہ سیپارے کا ہے۔

(۱۳) ترجمہ نواب عماد الملک

(۱۴) ترجمہ مدرسہ الواعظین لکھنؤ

(۱۵) ترجمہ عبداللہ یوسف علی ۱۹۳۵ء

(۱۶) ترجمہ مولوی عبدالماجد دریابادی - ابھی مکمل شائع نہیں ہوا

فرانسیسی زبان میں تراجم

(۱) ترجمہ داروئیر - ۱۶۴۷ء میں پیرس میں چار مرتبہ شائع ہوا۔ لاہی میں چار مرتبہ شائع ہوا۔ امسٹرڈم میں تین مرتبہ شائع ہوا۔ پھر اس کو انگریزی میں سسٹر روس نے اور ہالینڈ کی زبان میں گلاسیا کو نے ۱۶۵۸ء میں منتقل کیا۔ پھر ہالینڈ کی زبان سے جرمنی میں کولانگی نے منتقل کیا۔ پھر اس ترجمہ کا ترجمہ ۱۷۱۶ء میں روسی زبان میں ڈیمبرلوس کا ئیز نے کیا۔ ۱۷۹۰ء میں روسی زبان میں فرنکین نے بھی کیا۔

(۲) ترجمہ سیوری ۱۷۸۳ء - آٹھ مرتبہ - ایک مرتبہ امسٹرڈم میں اس کا ترجمہ ۱۸۴۷ء میں اطالوی زبان میں ہوا۔ اور ۱۹۱۳ء میں قسطلانی زبان میں ہوا۔ اور ۱۹۱۱ء میں ارمنی زبان میں ہوا۔

(۳) ترجمہ کشمیرسکی ۱۸۵۲ء - بائیں مرتبہ شائع ہوا۔ اس کا ترجمہ ۱۸۴۴ء میں قسطلانی زبان میں اور گلزمہ نے اطالوی میں ۱۸۴۷ء - پھر دوبارہ اطالوی میں اس کا ترجمہ ۱۹۱۳ء میں ہوا۔ نیکولف نے ۱۸۶۴ء میں اسکو روسی میں منتقل کیا۔ کونٹش نے ۱۹۱۱ء میں ارمنی میں منتقل کیا۔

www.ahnafmedia.com

(۴) ترجمہ ایڈورڈ مونبر۔ سنہ ۱۹۲۶ء۔ اس کا ترجمہ اطالوی میں ہوا۔

(۵) مزد روس۔ سنہ ۱۹۳۶ء۔

(۶) ترجمہ لامیش سنہ ۱۹۳۱ء۔

(۷) ترجمہ فاطمہ زاہدہ سنہ ۱۸۶۱ء

جرمنی میں تراجم

(۱) ترجمہ شویکر سنہ ۱۶۱۶ء چار مرتبہ شائع ہوا۔

(۲) ترجمہ ڈیوڈ نارٹر سنہ ۱۷۰۳ء

(۳) ترجمہ مگرلین سنہ ۱۷۷۲ء

(۴) ترجمہ بولیس سنہ ۱۷۷۳ء۔ اسکو سنہ ۱۸۲۸ء میں دول نے بعد تنقیح و تہذیب دوبارہ شائع کیا۔

(۵) ترجمہ المان سنہ ۱۸۴۰ء۔ آٹھ مرتبہ شائع ہوا۔

(۶) ترجمہ ہیننگ سنہ ۱۹۰۶ء

(۷) ترجمہ گری گول سنہ ۱۹۰۱ء

(۸) ترجمہ رودگرٹ سنہ ۱۸۸۰ء

(۹) ترجمہ گرم سنہ ۱۹۲۳ء۔

(۱۰) ترجمہ گولڈ اسمتھ سنہ ۱۹۱۶ء۔ دو مرتبہ شائع ہوا

(۱۱) ترجمہ لنگی سنہ ۱۷۸۸ء۔

(۱۲) ترجمہ آرنلڈ سنہ ۱۷۴۶ء۔

(۱۳) ترجمہ گلاروٹ سنہ ۱۹۱۰ء۔

یونانی

(۱) ترجمہ نیشائی سنہ ۱۸۸۰ء تین مرتبہ شائع ہوا

لاطینی

(۱) ترجمہ بلیانڈر سنہ ۱۵۴۳ء۔

(۲) ترجمہ ماروس سنہ ۱۶۹۸ء۔

پولینڈ

(۱) ترجمہ پوشکیف سنہ ۱۸۵۹ء۔

www.ahnafmedia.com

اٹالین

(۱) ترجمہ اریفاس سنہ ۱۵۴۷ء

(۲) ترجمہ گلزہ سنہ ۱۸۴۷ء

(۳) ترجمہ تبریری سنہ ۱۸۸۲ء۔ تین مرتبہ شائع ہوا۔

(۴) ترجمہ دیلولائی سنہ ۱۹۱۲ء

(۵) ترجمہ برانسی سنہ ۱۹۱۳ء

(۶) ترجمہ فراقاسی سنہ ۱۹۱۴ء

(۷) ترجمہ فرحو سنہ ۱۹۲۷ء

(۸) ترجمہ بونکی سنہ ۱۹۲۹ء

پرتگالی

(۱) اس زبان میں صرف ایک ترجمہ ہے جو فرانسیسی سے ترجمہ ہوا ہے

اسپینی

(۱) ترجمہ ڈی رولس سنہ ۱۸۴۴ء

(۲) ترجمہ اورٹنز سنہ ۱۸۷۲ء

(۳) ترجمہ رگیوندو سنہ ۱۸۷۵ء

(۴) ترجمہ برادو سنہ ۱۹۰۷ء

(۵) ترجمہ کاٹو سنہ ۱۹۱۳ء۔ تین مرتبہ شائع ہوا۔

(۶) ترجمہ ہرنن ڈز سنہ ۱۸۸۳ء

ہنگری

(۱) ترجمہ زوباپروکذیون سنہ ۱۸۵۴ء

(۲) ترجمہ غرسون

سروی

(۱) ترجمہ میکولوبیاشن سنہ ۱۸۹۵ء

ہالینڈ

(۲) ترجمہ شویگر سنہ ۱۶۴۱ء

(۲) ترجمہ گلامینز ۱۸۵۵ء۔ دوبارہ شائع ہوا

(۳) ترجمہ زولینس ۱۸۵۹ء

(۴) ترجمہ کیبزو ۱۸۶۰ء۔ چار مرتبہ شائع ہوا

(۵) ترجمہ احمدیہ کا ترجمہ آئلینڈ کی زبان میں کیا گیا۔

البانی

(۱) اس زبان میں ایک ترجمہ ایک مسلمان نے کیا ہے جس نے اپنا نام ا۔ م۔ ق لکھا ہے۔

عبرانی

(۱) ترجمہ رکنڈرف ۱۸۵۷ء

(۲) ترجمہ رولین ۱۹۲۳ء

انڈوچائنا کی زبان

(۱) ترجمہ احمد شاہ کوینور ۱۹۱۶ء

ڈنمارک

(۱) ترجمہ پڈرسن ۱۹۱۹ء

(۲) ترجمہ بُول ۱۹۲۱ء

ارمنی

(۱) ترجمہ امیر چینگیز ۱۹۰۹ء۔ دو مرتبہ شائع ہوا

(۲) ترجمہ سورتی ۱۹۱۱ء

(۳) ترجمہ کو پیٹیان ۱۹۱۲ء

رومانی

(۱) ترجمہ الیوبکل ۱۹۱۲ء

آسٹریا

(۱) ترجمہ زوبا بروگدیلوں

(۲) ترجمہ گرسون

جاپانی

(۱) ترجمہ سکاموٹو

لوہمی

(۱) ترجمہ ولسیلی ۔ ۱۹۲۵ء

(۲) ترجمہ نیکل ۔ ۱۹۲۳ء

بلغاری

(۱) ترجمہ سوٹوموف ۱۹۲۳ء

(۲) ترجمہ سکولف ۱۹۲۳ء

چینی

(۱) ترجمہ پاؤسن چنچنگ ۱۹۲۵ء

(۲) ترجمہ لوین جودہاجوجز ۱۹۲۳ء

(۳) ترجمہ جیخوگ می ۱۹۳۱ء

(۴) ترجمہ جی چشنگ ۱۹۲۷ء۔

سویڈن

(۱) ترجمہ کروسشٹوپ ۱۸۴۳ء

(۲) ترجمہ نور نبرگ ۱۹۲۷ء

(۳) زٹرسٹین ۱۹۱۷ء

افغانی

(۱) اس زبان میں صرف ایک ترجمہ کا پتہ چلا ہے جو ۱۳۱۹ ہجری میں شائع ہوا ہے۔

سواہیل زبان

(۱) ترجمہ ڈی لٹ ۱۹۲۳ء

بنگالی

(۱) اُردو ترجمہ شاہ رفیع الدین کو بنگالی میں ۱۳۴۹ھ میں منتقل کیا گیا۔

(۲) ترجمہ مدہو بیان ۱۹۰۱ء

(۳) ترجمہ نعیم الدین ۱۸۹۹ء

(۴) ترجمہ مجلس علمار بنگال ۱۸۵۲ء

(۵) ترجمہ گولڈساک ۱۹۰۸ء۔ دو مرتبہ شائع ہوا۔

www.ahnafmedia.com

پنجابی

(۱) ترجمہ بارک اللہ سنہ ۱۲۹۶ھ - دو مرتبہ شائع ہوا
(۲) ترجمہ ہدایت اللہ غلزئی سنہ ۱۳۰۵ھ۔
(۳) ترجمہ شمس الدین بخاری سنہ ۱۳۱۲ھ
(۴) ترجمہ فیروز الدین سنہ ۱۹۰۳ء

سندھی

(۱) ترجمہ عزیز اللہ المتعلوی سنہ ۱۲۹۳ھ
(۲) ترجمہ محمد صدیق عبد الرحمن سنہ ۱۲۹۶ھ

گجراتی

(۱) ترجمہ عبد القادر بن لقمان سنہ ۱۸۷۹ء
(۲) ترجمہ حافظ عبد الرشید سنہ ۱۳۱۱ھ دو مرتبہ شائع ہوا
(۳) ترجمہ محمد اصفہانی سنہ ۱۹۰۰ء
(۴) ترجمہ غلام علی سنہ ۱۹۰۳ء

جاوی زبان

(۱) ترجمہ نیاو پاہ سنہ ۱۹۰۳ء

پشتو

(۱) ایک ترجمہ پشتو میں مولوی جمال الدین خان وزیر ریاست بھوپال نے بعہد شاہجہان بیگم کرایا۔

ترکی

(۱) ترجمہ حسین حسیب آفندی۔
(۲) ترجمہ علامہ جمال۔
(۳) ایک ترجمہ ترکی زبان میں نواب سکندر بیگم صاحبہ والیہ بھوپال متوفیہ سنہ ۱۲۸۵ھ نے کرایا۔

ہندی

(۱) ایک ترجمہ ہندی میں رئیس التجار خان بہادر احمد الدین اقبال اے سکندر آباد دکن نے کرایا
یہ غالباً سنہ ۱۳۵۰ ہجری میں شائع ہوا ہے

تلنگی میں ایک ترجمہ ہے تفصیل معلوم نہیں۔ مرہٹی میں بھی علی ہذا القیاس۔

فارسی

(۱) ترجمہ شیخ سعدی شیرازی (ساتویں صدی ہجری)

(۲) ترجمہ آقا نعمت اللہ طہرانی۔

(۳) ترجمہ مرزا خلیل اصفہانی۔

(۴) ترجمہ شاہ ولی اللہ دہلوی۔

(۵) ترجمہ شاہ عبد العزیز دہلوی۔

(۶) ترجمہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔

ہندوستانی قدیم

(۱) ہندوستانی زبان میں سب سے پہلا ترجمہ راجہ مہروگ بن رایگ فرمانروائے حصہ شمالی پنجاب نے ۲۷۰ھ ہجری میں کرایا۔ پروفیسر گھوشال ایم اے، ایم آر۔ اے۔ ایس، ایف۔ آر۔ ایس۔ اے لندن لکھتے ہیں۔ "اسی صدی (نویں صدی عیسوی) میں قرآن شریف کا ہندو راجہ کی تحریک پر ہندی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ (رسالہ ترقی زبان ص۳۵)

اُردو زبان

(۱) اُردو میں پہلا ترجمہ مولوی عزیز اللہ ہمرنگ اورنگ آبادی (دکن) کا ہے اس کا نام چراغ ابدی ہے (۱۲۱۰ھ ہجری) لیکن یہ صرف تیسویں پارہ کا ہے۔

(۲) سب سے پہلا مکمل اُردو ترجمہ حکیم شریف خان دہلوی متوفی ۱۲۲۲ھ کا ہے۔ لیکن یہ اب تک شائع نہیں ہوا اور اُن کے خاندان میں محفوظ ہے۔

(۳) ترجمہ شاہ عبد القادر دہلوی ۱۲۰۵ھ۔ یہ نہایت معتبر و مستند اور مقبول ترجمہ ہے اور بعد کے تمام اُردو ترجمہ کرنے والوں نے اس سے مدد لی ہے۔ یہ ترجمہ اتنی مرتبہ مختلف سنین اور مختلف مطابع میں شائع ہوا ہے کہ اس کا صحیح شمار نہیں بتایا جا سکتا۔ اور اب تک اسکی اشاعت برابر جاری ہے۔

(۴) ترجمہ شاہ رفیع الدین دہلوی (۱۲۰۰ھ) یہ بھی مقبول و مستند ترجمہ ہے۔ بارہا شائع ہو چکا ہے اور اب تک برابر اشاعت جاری ہے۔

(۵) ترجمہ مولوی فتح محمد جالندھری۔

(۶) ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد خان دہلوی

(۷) ترجمہ سر سید احمد خان دہلوی

(۸) ترجمہ مرزا حیرت دہلوی۔

(۹) ترجمہ مسٹر محمد علی لاہوری۔

(۱۰) ترجمہ مولوی فتح محمد تائب لکھنوی۔

(۱۱) ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری۔

(۱۲) ترجمہ ڈاکٹر عبد الحکیم۔

(۱۳) ترجمہ مولوی احمد رضا خان بریلوی۔

(۱۴) ترجمہ نواب وقار نواز جنگ۔

(۱۵) ترجمہ خواجہ حسن نظامی دہلوی۔

(۱۶) ترجمہ مولانا عبد الحق حقانی دہلوی۔ متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔

(۱۷) ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی۔ متعدد مرتبہ شائع ہو چکا ہے اور ابتک برابر اشاعت جاری ہے

(۱۸) ترجمہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی۔ بارہا شائع ہو چکا ہے۔

(۱۹) ترجمہ مولانا ابو الکلام آزاد۔

(۲۰) ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی۔ کئی بار چھپ چکا ہے۔

(۲۱) ترجمہ مولوی ابو محمد مصلح۔

(۲۲) ترجمہ مولوی عبد الرحیم۔

اِن اُردو تراجم میں ترجمہ نمبر ۳ و ۴ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ زیادہ معتبر ہیں۔

یہ میں نے کل (۲۲) تراجم کی فہرست دی ہے جو برہان کی پیش کردہ فہرست سے دو چند کے قریب ہے۔

قرآن اور الفاظ دخیلہ

دنیا کی پہلی زبان، دنیا کی سب زبانوں میں سب سے زیادہ باقاعدہ زبان، السنۂ عالم میں سب سے زیادہ سرمایہ رکھنے والی زبان عربی ہے اور یہی تمام زبانوں کی اصل ہے۔ اور تمام زبانوں میں کثیر سرمایہ اسی کا دیا ہوا ہے۔ اس لئے کسی لفظ کے متعلق یہ کہنا کہ یہ فلاں زبان سے عربی میں آیا ہے مشکل ہے۔ بالخصوص اُس زمانہ میں جبکہ دنیا میں نہ ایسا قابل فخر تمدن تھا، نہ علوم فنون کا سمندر موجزن تھا۔ اس عہد میں تو ہر زبان اس قابل ہو گی کہ اپنی ہی پونجی سے اپنا کام چلا سکے۔ اور عربی زبان تو ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ اسکو دوسروں کی طرف نظر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور قرآن مجید کی عبارت میں دوسری زبانوں کے الفاظ

www.ahnafmedia.com

کا کیا کام تھا؟ کیا عربی ایسی نادار اور کم مایہ زبان تھی کہ قرآن کی سیدھی سادی عبارت کیلئے اُس کے پاس الفاظ نہ تھے! جو مصنفین اس قابل ہوئے ہیں انہوں نے محنت سے لغتِ عرب میں تو جستجو کی نہیں دیگر اَلسنہ میں کسی لفظ کا استعمال دیکھکر سمجھ گئے کہ یہ فلاں زبان کا لفظ ہے۔ اس قسم کے الفاظ کے متعلق بعض بے سوچی باتیں بھی لکھ گئے۔ کسی نے لکھا طوبیٰ ہندی لفظ ہے حالانکہ ہندی لغت میں کوئی لفظ طوبیٰ نہیں۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنی کتاب "عرب و ہند کے تعلقات" میں اس قسم کے الفاظ کے متعلق جو بعض متقدمین نے اَلسنہ غیر کے قرار دئے ہیں لکھا ہے کہ یہ لغو اور غلط ہے۔

اسی طرح سک (مسک) زنجبیل اور کافور کے متعلق کہنا کہ یہ ہندی لفظ ہیں غلط ہے۔ کیونکہ سک کو اوّل سنسکرت میں مرگ مدہ، پھر مرگ نابیہ، پھر کستوری کہا گیا ہے۔ اور کافور کو گھنسارہ پھر چیندرہ پھر ستابہرہ کہا گیا ہے۔ اور زنجبیل کو وشوبھیشم، پھر مہوشدم، پھر ناگرم، پھر ستہنی کہا گیا ہے۔

موسکا۔ زرنجبرا۔ کرپورم، یہ الفاظ کتب طب سنسکرت میں سنہ ۹۰۰ء کے بعد آئے ہیں جب سندھ پر اسلامی پرچم لہرا رہا تھا۔ اور حکمائے ہند دربار خلافت میں باریاب ہو چکے تھے۔ اس لئے موسکا مسک کی زرنجبرا زنجبیل کی، کرپورم کافور کی خرابی ہے۔

زرنجبرا ہندی لفظ نہیں، فرانسیسی لفظ ہے (ام الالسنہ خواجہ کمال الدین صفحہ ۵۴)۔ ڈاکٹر لیبان فرانسیسی نے اقبال کیا ہے کہ فرانسیسی میں ادویہ کے نام عربی سے آئے ہیں اسلئے زرنجبرا ضرور زنجبیل کی خرابی اور زنجبیل عربی لفظ ہے۔ زنجبیل اور کافور جنت کے چشموں کے نام ہیں۔ جنت کی زبان عربی ہے اور جنت دنیا سے پہلے پیدا ہوئی ہے۔ زنجبیل عرب میں عمان میں پیدا ہوتا ہے۔ کافور عرب میں ایک خوشبو کا بھی نام تھا جو کیلے کے خوشے سے بنائی جاتی تھی۔ مسک خطا و ختن کا مشہور ہے اسلئے ان الفاظ اور خوشبوؤں کو ہندوستان سے مخصوص کرنا صحیح نہیں۔

قرآن ہفت قبائل عرب کی فصیح زبان ہے۔ امام دانی نے سبعۃ احرف کی تشریح میں صرف ہفت فصیح قبائل قریش کو لکھا ہے۔ اگر محققین کے نزدیک غیر زبانوں کے الفاظ بھی ہوتے تو امام موصوف ضرور ظاہر فرما دیتے۔ کہا جا سکتا ہے کہ ان ہفت قبائل عرب نے کسی زبان کا لفظ لیکر استعمال کر لیا ہو تو اس کے جواب میں میں صرف دو باتیں عرض کروں گا۔ یہ ممکن ہے مگر الفاظ مذکورہ اور دیگر قرآنی الفاظ ایسے اہم اور خاص الفاظ و محاورات نہیں ہیں جن سے ایک عظیم الشان زبان خالی ہو عظیم الشان کیا معمولی زبان بھی خالی نہیں ہو سکتی۔

قرآن مجید میں جس جگہ قرآن کے متعلق کچھ بیان کیا ہے، عربی کی خصوصیت کی گئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے

کہ یہ خالص عربی زبان ہے اسمیں الفاظ دخیلہ وغیرہ کا قائل ہونا غلطی ہے۔ عربی قدیم کے بعض متروک اسماء آئے ہیں جن کو بعض نے غلطی سے دخیلہ کہا ہے۔

امام شافعیؒ جیسے فصیح و بلیغ و ماہر لسان کا قول ہے کہ عربی ایسی وسیع زبان ہے کہ اس کا احاطہ نبی کے سوا کسی سے ممکن نہیں۔ یہ کیسی بیجا جرأت ہے کہ اس زبان کے قدیم الفاظ کو دخیل کہا جائے۔

خلیل بصری نے عربی الفاظ کی تعداد ایک کروڑ چوبیس لاکھ کے قریب بیان کی ہے۔ اس لئے قدیم عربی الفاظ میں سے کسی لفظ کو دخیلہ کہنے کا وہ شخص حق رکھتا ہے جو سوا کروڑ الفاظ کا علم رکھتا ہو۔ اور تمام شاد اور متروک الفاظ پر حاوی ہو کیونکہ بعض عربی الفاظ ایسے بھی ہیں جن کو علمائے لغت نے غیر فصیح قرار دیکر درج لغت نہیں کیا اور بعض الفاظ ایسے ہیں جو عربی قدیم سے دوسری زبانوں میں گئے جیسے بعض اسماء اور پھر وہ لوٹ کر عربی میں آ گئے۔ اس لئے اس قسم کے الفاظ سے بعض کو گمان ہو گیا ہے کہ قرآن میں الفاظ دخیلہ بھی ہیں۔

عرب کے معنی خالص اور فصیح کے ہیں چونکہ اس خطہ کی زبان اور نسل خالص بھی اور زبان طاقتور بھی، اس لئے نام عرب ہو گیا تھا۔ الفاظ دخیلہ پر ہم نے مفصل بحث رسالہ زبان و قلم میں کی ہے۔

تواتر

کسی چیز کو اس قدر آدمی بیان کریں کہ اُن کا جھوٹ پر متفق و مجتمع ہونا محال ہو۔ تواتر کہلاتا ہے

تواتر کی چار قسمیں ہیں۔ تواتر اسنادی۔ تواتر طبقہ۔ تواتر قدر مشترک۔ تواتر توارث

تواتر اسنادی جو بسند صحیح مسلسل مذکور ہو۔

تواتر طبقہ۔ یہ نہ معلوم ہو کہ کس نے کس سے لیا بلکہ یہ تحقیق ہو کہ پچھلے طبقہ نے پہلے طبقہ سے لیا

تواتر قدر مشترک۔ اس قسم کا تعلق قرآن سے نہیں حدیث سے ہے (تاریخ الحدیث ملاحظہ ہو)

تواتر توارث۔ ایک نسل نے دوسری نسل سے لیا ہو یعنی بیٹے نے باپ سے۔ اُس نے اپنے باپ سے

صحابہ اور صحابیات کی تعداد لاکھوں تھی۔ ان میں سے ہر ایک کو کچھ نہ کچھ قرآن یاد تھا۔ اور کچھ نہ کچھ قرآن ہر ایک نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سُنا تھا۔ ان میں ہزاروں حفاظ تھے۔ ان میں دس ہزار مشہور حفاظ تھے۔ ان میں سینکڑوں قراء تھے۔ صحابہ کی ایک جماعت کثیر نے خود حضور سے قرآن پڑھا۔ باقی کو حضور کی حیات میں حضور کے حکم سے حضور کے زیر اہتمام مسجد نبوی میں صحابہ نے تعلیم دی۔

ہزاروں قراء کی اسناد مسلسل اس زمانہ سے لیکر رسول کریم تک کتب سیر و تاریخ میں موجود ہیں اور ہر

زمانہ کے قرار اپنی اسناد کو کتابوں میں شائع کرتے رہے ہیں۔
زمانہ رسالت سے آج تک ہر ملک میں ایک طبقہ دوسرے طبقہ سے لیتا چلا آیا ہے۔ اور ابتداء سے آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اور اسی طرح جاری رہے گا۔
رسول کریم سے قرآن حاصل کیا صحابہ نے، صحابہ سے تابعین نے، تابعین سے تبع تابعین نے، اسی طرح مسلسل آج تک۔
رسول کریم سے قرآن حاصل کیا حضرت علی نے، اُن سے اُن کے بیٹے امام حسین نے، اُن سے اُن کے بیٹے امام زین العابدین نے، اُن سے اُن کے بیٹے امام باقر نے، اُن سے اُن کے بیٹے امام جعفر صادق نے، اُن سے اُن کے بیٹے امام موسیٰ کاظم نے، اُن سے اُن کے بیٹے امام رضا نے، اسی طرح مسلسل کثیر التعداد خاندانوں میں تعلیم قرآن کا سلسلہ ہے۔
اگر قرار کی صرف اسناد نقل کی جائیں تو کئی ضخیم جلدیں مرتب ہو جائیں۔ میں صرف ایک سند ثبوت و تکمیل مضمون کیلئے نقل کرتا ہوں۔ قاری عبداللہ کی تک سلسلہ اس کتاب میں کسی بیان میں نقل کیا جا چکا ہے قاری عبداللہ سے آگے سلسلہ اس طرح ہے۔
قاری عبداللہ عن شیخ ابراهیم سعد عن شیخ حسن بدل عن شیخ محمد المتولی عن شیخ احمد التهامی عن شیخ احمد سلمونہ عن شیخ ابراهیم العبیدی عن شیخ عبدالرحمن الاجهوری عن شیخ احمد البقری عن شیخ محمد البقری عن شیخ عبدالرحمن الیمنی عن شیخ سجادہ یمنی عن شیخ عبدالحق السنباطی عن شیخ ذکریا الانصاری عن شیخ رضوان العقبی عن شیخ محمد النویری عن شیخ محمد الجزری عن شیخ ابن لبان عن شیخ احمد صهر الشاطبی عن شیخ ابی الحسن علی بن هذیل عن شیخ ابی داؤد سلیمان عن شیخ ابی عمر الدانی عن شیخ ابی الحسن طاهر بن غلبون عن شیخ ابی الحسن علی بن محمد بن صالح الهاشمی عن شیخ ابی محمد عبید بن الصباح عن الامام حفص عن الامام عاصم بن ابی النجود الکوفی عن الامام زر بن حبیش الاسدی عن الامام عبدالرحمن بن حبیب السلمی عن زید بن ثابت و ابی بن کعب و عبداللہ بن مسعود و علی بن ابی طالب و عثمان ابن عفان اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
غرض قرآن مجید کا تینوں قسم کا تواتر ایسا واضح اور شاندار طور پر صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ دنیا کی کسی کتاب کو حاصل نہیں۔
یہ تو تعلیم و روایت کا مذکور تھا۔ قرآن مجید کی کتابت میں بھی تواتر ہے۔ یعنی ہر کاتب اپنے اُستاد کے

قرآن کی کتابت سیکھتا چلا آیا ہے۔ اور اساتذہ نے قرآن لکھے ہیں۔ کتب فن میں ان اساتذہ کا منقل تذکرہ ہے۔ میں نے کہیں لکھا ہے کہ میرے جدا علیٰ (پردادا) قاضی علی احمد رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۵۸ھ قرآن کے مشہور کاتبوں میں تھے۔ حضرت کی سند کتابت یہ ہے۔

قاضی علی احمد عن حافظ سعید الدین عن حافظ ابراھیم عن حافظ نوراللہ عن میر حاجی عن آقا عبدالرشید دیلمی عن میر عماد عن زین الدین شعبان عن شمس الدین قناوی عن شمس الدین بن ابی رقیبہ عن عماد بن عفیف عن ولی عجمی عن امین الدین یاقوت عن زینب خاتون عن محمد بن عبدالملک عن ابی الحسن علی بواب عن محمد بن اسد عن ابن مقلہ عن ابی الفرج کوفی عن ابی حدی کوفی عن مہدی کوفی عن الامام کسائی عن ضحاک بن عجلان عن خالد بن ابی الہیاج عن ابی الاسود دوئلی عن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

قرآن کے مشہور کاتب جن کے لکھے ہوئے قرآن لاکھوں کی تعداد میں ہندوستان میں شائع ہوئے ہیں یعنی منشی ممتاز علی دہلوی انہوں نے حضرت جدا علی مرحوم سے استفادہ کیا تھا۔

صاحبزادے محمد رفیق خان بہادر ٹونکی جو قرآن نویسی کے شغل میں مشغول ہیں اور مولوی عبدالسلام کاتب دہلوی ان دونوں صاحبوں کی سندیں ہم نے کتاب زبان وقلم میں نقل کی ہیں

تعامل۔ یعنی قدامت عمل۔ زمانہ نزول سے آج تک قرآن پر چوبیس گھنٹے برابر ربع مسکون پر عمل جاری ہے غرض تعلیم وتلاوت میں، کتابت میں، عمل کی قدامت میں ہر طرح قرآن کو اعلیٰ درجہ کا تواتر حاصل ہے تواتر قرآن کا ثبوت اہل سنت والجماعت کی کتب سے بہت کچھ مذکور ہو چکا اب میں اسلام کے ایک بڑے فرقہ کے علماء کے اقوال نقل کرتا ہوں۔

فاضل محمد بن الحسن شارح کافی لکھتے ہیں:۔ ہر کسے کہ تتبع اخبار وتفحص تاریخ وآثار نمودہ علم یقینی می داند کہ قرآن درغایت واعلیٰ درجہ تواتر بودہ وآلاف صحابہ بحفظ ونقل می کردند۔ آن درعہد رسول خدا مجموع ومؤلف بود (شرح کافی ملا صادق)

ایسا ہی تفسیر مجمع البیان وتفسیر صافی ومصائب النواصب میں ہے۔ مولوی سید محمد مولوی سید مرتضیٰ علم الہدیٰ سے ناقل ہیں۔ ان القرآن کان علی عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجموعًا مؤلفا علی ما ھو علیہ الان وکان یدرس ویحفظ جمیعہ فی ذلک الزمان وانہ کان یعرض علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ویتلی علیہ وان جماعۃ من الصحابۃ کعبد اللہ بن مسعود وابی بن کعب وغیرھم ختموا القرآن علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم عدۃ ختمات وکل ذلک

یادنی تامل یل لی علی انہ کان مجموعاً مرتباً غیر منثور ولا مبثوث - یعنی قرآن رسول کریم کے عہد میں اسی ترتیب پر تھا اور ابن مسعود و ابی وغیرہ صحابہ نے رسول کریم کو بہت دفعہ سنایا (ترتیب العرفان ۲۹۴)
کسی اسلامی فرقہ کا تحریف قرآن کا عقیدہ ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ تمام فرقوں کے علما نے لکھا ہے کہ قرآن رسول کریم کے عہد سے آج تک بلا تغیر و تبدیل کے شائع ہے اور قرآن کے حامل وہی اصحاب تھے جن کو اہل سنت کہتے ہیں اور مقدس جانتے ہیں - تمام اسلامی فرقوں کو قرآن انہیں کے ذریعہ ہو چکا ہے صحابہ میں سات قاری زیادہ مشہور تھے - انہی میں حضرت علی بھی ہیں -

خصوصیات قرآن

(۱) قرآن وہ کتاب ہے جو صاف لفظوں میں دعویٰ کرتی ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور خدا کا کلام ہوں

(۲) قرآن وہ کتاب ہے جس کو ایسی مقدس ہستی نے پیش کیا ہے کہ جس کے وجود با جود سے کسی کو انکار نہیں اور جس کی مقدس زندگی ہر قسم کے دھبوں سے پاک ہے -

(۳) قرآن وہ کتاب ہے جس نے انتہا درجہ کے تاریک زمانہ میں نازل ہو کر دنیا میں ظاہری و باطنی روشنی پھیلائی علم و عدل تہذیب و تمدن کا علم بلند کیا -

(۴) قرآن وہ کتاب ہے جس نے نہایت زور کے ساتھ صاف صاف الفاظ میں تمام خلاف عدل و تہذیب امور اور تمام معاصی کی تردید کی -

(۵) قرآن وہ کتاب ہے جس نے صاف الفاظ میں تمام بھلائیوں کو بیان کیا ہے -

(۶) قرآن وہ کتاب ہے جو علوم و شرائع کا سرچشمہ ہے -

(۷) قرآن وہ کتاب ہے جس کی مثل فصاحت و بلاغت معنی و مطالب کسی اعتبار سے کوئی نہیں بنا سکا -

(۸) قرآن وہ کتاب ہے جس نے ہر قسم کے مضامین کو تہذیب و متانت سے ادا کیا ہے -

(۹) قرآن وہ کتاب ہے جو اپنے زمانۂ نزول سے آج تک ہر طرح محفوظ ہے -

(۱۰) قرآن وہ کتاب ہے جس کی زمانۂ نزول سے آج تک کی صحیح تاریخ مدون و مرتب ہے -

(۱۱) قرآن وہ کتاب ہے جس کی شرح سے صدہا علوم وجود میں آئے -

(۱۲) قرآن وہ کتاب ہے کہ اس کے لکھنے والوں کی مسلسل سند قرآن کے زمانۂ نزول سے آج موجود ہے -
کتاب زبان و قلم میں جتنے موجودہ زمانہ کے قرآن نویس صاحبزادے محمد رفیق خان بہادر ٹونکی اور مولوی عبدالسلام کی سندیں نقل کر دی ہیں -

www.ahnafmedia.com

(۱۳) قرآن وہ کتاب ہے کہ جس کے لاکھوں قاری رسول کریم تک اپنی سند مسلسل رکھتے ہیں - اور یہ اسناد ابتداء سے آج تک ہزار ہا سفینوں میں محفوظ ہیں -

(۱۴) قرآن وہ کتاب ہے کہ اس کی شروح علم حدیث و علم تفسیر و علم فقہ کے علماء اپنی اسناد مسلسل رسول کریم تک رکھتے ہیں اور اُن کی اسناد مسلسل ہر زمانہ میں ہر ملک میں کتب سیر و تواریخ میں شائع ہوتی رہی ہیں -

(۱۵) قرآن وہ کتاب ہے کہ اُس سے قوانین دیوانی و مال و فوجداری و زراعت و صناعت، تجارت و عبادات و اعتقادات و معاملات وغیرہ وغیرہ کے متعلق لاتعداد مسائل نکالے گئے ہیں - صرف امام ابو حنیفہ نے تیرہ لاکھ مسائل نکالے ہیں - باقی صدہا ائمہ گزرے ہیں -

(۱۶) قرآن وہ کتاب ہے جس کے ترجمہ پر ہر زمانہ میں ہر ملک ہر قوم کے موافق و مخالف علماء متفق رہے ہیں

(۱۷) قرآن وہ کتاب ہے کہ جس سے ایک عالم متبحر اور ایک ان پڑھ دونوں فائدہ حاصل کر سکتے ہیں -

(۱۸) قرآن وہ کتاب ہے کہ جس کے پڑھنے سے جی نہیں اکتاتا -

(۱۹) قرآن وہ کتاب ہے جو حروف و الفاظ ثقیلہ و محاورات و امثال رکیکہ سے پاک ہے -

(۲۰) قرآن وہ کتاب ہے جس کے حاملوں - کاتبوں، قاریوں کی مسلسل لائف موجود ہے اور اسکی شروح و علوم متعلقہ کے حاملوں کی بھی صحیح لائف مسلسل موجود ہے جس کا علماء غیر کو بھی اعتراف ہے

(۲۱) قرآن وہ کتاب ہے جس کی تلاوت ہمیشہ سے چوبیس گھنٹے دنیا میں جاری ہے - اور ہمیشہ جاری رہیگی

(۲۲) قرآن وہ کتاب ہے جس پر عمل چوبیس گھنٹے دنیا میں ہمیشہ سے جاری ہے اور ہمیشہ تک جاری رہیگی

(۲۳) قرآن وہ کتاب ہے جس کی حفاظت کا خود خداوند ذوالجلال نے وعدہ فرمایا ہے - اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (ہم نے یہ ذکر قرآن نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اسکے محافظ ہیں)
لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (جھوٹ اس میں داخل نہیں ہوسکتا نہ آگے سے نہ پیچھے کیونکہ اس کو خداوند حکیم نے نازل فرمایا ہے - (سورہ حم سجدہ)

سر ولیم میور نے لکھا ہے :- دنیا میں آسمان کے نیچے قرآن کے علاوہ اور کوئی مذہبی کتاب ایسی نہیں ہے جس کا متن ابتداء سے لیکر اس وقت تک تحریف سے پاک رہا ہو (لائف آف محمد)

ہم قرآن کو بالکل اسی طرح محمد کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کا مجموعہ یقین کرتے ہیں جس طرح مسلمان اسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں یعنی اسکے غیر محرف ہونیکا یقین کامل ہے

(وان کریمر مشہور جرمن مستشرق)

www.ahnafmedia.com

(۲۴) قرآن ایسی کتاب ہے جو تمام عالم میں شائع ہے۔ لیکن ایک لفظ کا اختلاف نہیں۔
(۲۵) قرآن وہ کتاب ہے جس نے پہلی پہل ملوکیت و ملوک پرستی کی تردید کی اور شوریٰ قائم کیا۔
(۲۶) قرآن وہ کتاب ہے جس کی تعلیم فطرت انسانی اور عقل سلیم کے موافق ہے۔
(۲۷) قرآن وہ کتاب ہے جس نے توحید خالص کو شائع کیا۔
(۲۸) قرآن وہ کتاب ہے جس نے مساوات کو قائم کیا۔
(۲۹) قرآن وہ کتاب ہے جس نے سرمایہ داری کی مذمت کی۔
(۳۰) قرآن وہ کتاب ہے جس نے استعمار پرستی اور جوع الارض کیلئے جنگ کرنا حرام قرار دیا۔
(۳۱) قرآن وہ کتاب ہے جس نے مکمل قانون وراثت موافق عقل و فطرت پیش کیا۔
(۳۲) قرآن وہ کتاب ہے جس نے عورتوں کا احترام اور ان کے حقوق قائم کئے۔
(۳۳) قرآن وہ کتاب ہے جس نے غلاموں کیلئے آزادی کا دروازہ کھولا۔
(۳۴) قرآن وہ کتاب ہے جس نے تحقیق و تدقیق و اکتشافات علمیہ کا دروازہ کھولا۔
(۳۵) قرآن وہ کتاب ہے کہ جس نے فرد اور جماعت دونوں کیلئے ترقی کی راہ کھولی اور مناسب ضوابط پیش کئے
(۳۶) قرآن وہ کتاب ہے جو ایسی زبان میں ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک زندہ رہے گی اور دنیا کی زبانوں میں سب سے زیادہ وسیع اور باقاعدہ اور خوبصورت ہے۔
(۳۷) قرآن وہ کتاب ہے جس کے منزل من اللہ ہونے میں کسی اسلامی فرقے کو شک نہیں۔
(۳۸) قرآن وہ کتاب ہے جو صاحب کتاب کی حیات میں حفظ و تعلیم و تحریر و عمل ہر طرح سے اکثر اقطاع عالم میں شائع ہو گئی تھی۔
(۳۹) قرآن وہ کتاب ہے جس کی تفسیر و تشریح خود صاحب کتاب نے کی اور لکھائی۔ اور صاحب کتاب کے شاگرد نے اس کو قلمبند کیا۔ اور ان بزرگوں نے خود بھی اسکی تفسیر کی۔
(۴۰) قرآن وہ کتاب ہے جس کی شروح کی حفاظت و نصرت کیلئے صدہا علوم ایجاد ہوئے۔
(۴۱) قرآن وہ کتاب ہے جس کو حفظ و تعلیم و کتابت، قرأت عمل غرض ہر طرح پر کامل طور پر تواتر حاصل ہے

معجزہ

قرآن مجید حروف و الفاظ و عبارت و ترتیب و معانی و مطالب، تواتر و حفاظت ہر اعتبار سے معجزہ ہے۔ دنیا میں کوئی کلام فصاحت بلاغت ہمہ گیری، اشاعت و تواتر میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکا

فصاحت و بلاغت کے متعلق مضمون حفاظت قرآن میں تفصیل کردی گئی ہے۔ اسکی فصاحت و بلاغت اس کے علمی کمالات اسکی تعلیم کی خوبیوں کا غیروں نے بھی اقبال کیاہے۔ غیر مسلم علماء و مورخین کی رائیں ہم نے آخر باب میں جمع کردی ہیں

قرآن مجید کے عجائبات ایسے ہیں کہ اگر معمولی عقل و فراست کا آدمی بھی انصاف سے غور کرے تو بے ساختہ کہہ اُٹھے کہ یہ خدا کا کلام ہے انسان سے اسکی مثال و نظیر ممکن نہیں۔

قرآن مجید میں کل (٦٦٦٦) آیتیں ہیں۔ ان میں پانسو آیتیں ایسی ہیں جن سے مسائل کا استنباط ہوا ہے۔ صرف ایک امام ابو حنیفہ نے تیرہ لاکھ مسائل نکالے ہیں (قلائد العقود العقیان) اور مجتہدین نے اس کے علاوہ کم و بیش ایک کروڑ مسائل کا استنباط کیا ہوگا۔ اس طرح فی آیت بیس ہزار مسائل کا اوسط ہوا کیا دنیا میں کوئی مذہبی یا قانونی کتاب ایسی ہے کہ جس سے اسقدر استنباط ہوا ہو

کہا جاسکتا ہے کہ استنباط مسائل حدیث و قیاس سے بھی ہوا ہے، یہ صحیح ہے۔ مگر حدیث کے متعلق میں نے کئی جگہ عرض کیا ہے کہ حدیث قرآن کی تفسیر ہے۔ امام شافعی نے فرمایا ہے کہ آنحضرت نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا استنباط آیات قرآنی سے کیا ہے۔

علامہ ابن جرجانی نے لکھا ہے کہ جس قدر صحیح حدیثیں ہیں اُن کی اصلیت قرآن میں بجنسہ یا قریب قریب موجود ہے (تاریخ الحدیث ص۲۵) اسی وجہ سے صحابہ کرام کا معمول تھا کہ جب کوئی حدیث بیان کرتے تو اسکی توثیق کیلئے کوئی آیت پڑھتے۔

عن ابی ھریرۃ یقول قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لیس المسکین الذی تردہ اللقمۃ واللقمتان انما المسکین الذی یتعفف واقرأوا ان شئتم لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا،

یعنی ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ وہ شخص مسکین نہیں جس کو لقمہ دو لقمے دیے جاتے ہیں بلکہ مسکین وہ ہے جو سوال نکرے اسکی شہادت میں یہ آیت پڑھو لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا (اخرجہ البخاری واحمد) اس قسم کی اور مثالیں ہم نے تاریخ التفسیر ص۹۹ پر نقل کی ہیں۔

رہا قیاس تو وہ بھی قرآن و حدیث ہی کے تحت میں اور اس کے نظائر پر کیا جاتا ہے۔ غرض اسقدر مسائل کا استنباط ہوا ہے کہ اندازہ مشکل ہے اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے ختم نہیں ہوا اور یہ مسائل صرف عبادات ہی کے متعلق نہیں بلکہ عقائد، معاملات، اخلاق، حکومت، تجارت، زراعت، صناعت وغیرہ سب کے متعلق ہیں۔

اصولیین نے استقراء کرکے فرض، واجب، مستحب، مباح، حلال، حرام، مکروہ، مکروہ تحریمی وغیرہ

www.ahnafmedia.com

قرآن سے ثابت کرنے کیلئے قرآن کی اس طرح تقسیم کی ہے۔ یعنی احکام قرآن مجید اسوقت سمجھ میں آسکتے ہیں جب قرآن کے الفاظ و حروف کی تقسیم کیجائے۔

اسکی چار قسمیں ہیں خاص۔ عام۔ مشترک۔ مأوّل۔ جب ان کے استعمال پر غور کیا گیا تو وہ بھی چار قسم ثابت ہوئے۔ حقیقۃ۔ مجاز۔ صریح۔ کنایہ۔ پھر اس کے بعد ان کو معنی کے ظہور خفاء کے اعتبار سے چار قسموں پر تقسیم کیا۔ ظاہر۔ نص۔ مفسر۔ محکم۔ اور ان کے مقابل والوں کا نام خفی۔ مشکل۔ مجمل۔ متشابہ رکھا۔ اسکے بعد عبارت قرآن کے معنی سمجھنے اور اسکے استدلال کرنے کی چار قسمیں کیں۔ عبارۃ النص۔ اشارۃ النص۔ دلالۃ النص۔ اقتضاء النص۔

نص سے مراد عبارت قرآن ہے۔

عبارۃ النص وہ معنی جو کلام سے ثابت ہوں اور سیاق کلام بھی اسکے لئے ہو۔

اشارۃ النص جو الفاظ کلام سے بغیر زیادتی کے ثابت ہوں اور سیاق کلام ان کے لئے نہ ہو۔

دلالۃ النص۔ حکم کی علت بروئے لغت معلوم ہو۔

اقتضاء النص۔ نص کے کسی ایسی چیز کے چاہنے کو کہتے ہیں جو اس پر زیادہ ہو اور نص کے معنی بغیر اس کے صحیح و متحقق نہ ہو سکیں۔

وہ آیات جن سے مادی علوم کا استنباط ہوا ہے (۷۵۰) ہیں۔ یہ علوم بھی تعداد میں بے شمار ہیں۔ امام قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف ابن العربی متوفی ۵۴۳ھ نے لکھا ہے کہ قرآن سے جن علوم کا استنباط ہوا ہے اُن کی تعداد ستر ہزار ہے (تاریخ التفسیر ص۱۱۱)۔ علوم قرآن کے متعلق ایک مضمون علیحدہ ہے اس میں اسکی تشریح ہے اور غیر مذاہب کے علماء کی رائیں بھی اس معاملہ میں قابل ملاحظہ ہیں۔

اس بیان کو پڑھنے کے بعد تاریخ عالم کی ورق گردانی کیجائے تو معلوم ہوگا کہ اس زمانہ میں نہ کہیں علم کا پتہ تھا نہ فنون کا نشان تھا۔ نہ امن و انصاف تہذیب و تمدن کا دور تھا۔ اور وہ سرزمین جہاں قرآن نازل ہوا جہالت و ظلم و طغیان کا مرکز بنی تھی اور قرآن کو جو جامع علوم اور اخلاق و نصائح کا معدن و مخزن ہے، جو ظاہری و باطنی ترقی کا رہنما ہے۔ جس کی ضیا باریوں سے عالم منور ہوا۔ پیش کس نے کیا؟ ایک اَن پڑھ غریب نے ایسے ملک ایسے زمانے، ایسی جماعت میں پیدا ہونے والے، پرورش پانے والے، یتیم و ناخواندہ کو ایسے علم و اخلاق، صدق و درستی کے آئین کیسے سوجھے سو اس کا جواب اسکے سوا کچھ نہیں ہوسکتا کہ خدا نے بتائے

مسائل و علوم کا استنباط کس طرح کیا گیا ہے، یہ مجھ جیسے ہیچمیرز کے بس کی بات نہیں متبحر علماء سے معلوم ہوسکتا ہے۔ یا فقہ و تفسیر کی قدیم ضخیم کتابوں سے۔

www.ahnafmedia.com

معلومات

(۱) امام شافعی کا قول ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جزو ہے اور خاص سورہ فاتحہ کا۔ امام اعظم کا قول ہے کہ نہ کسی سورت کا جزو ہے نہ الحمد کا۔ البتہ جزو قرآن ہے یا آیت سورہ نمل۔

(۲) تعوذ دعا ہے۔ قرآن نہیں۔

(۳) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ کثرت سے صحیح روایات میں یہی الفاظ آئے ہیں (بخاری مسلم۔ ترمذی)

(۴) لفظ اللہ قرآن میں (۲۵۸۴) مرتبہ آیا ہے۔

(۵) بعض نے لکھا ہے کہ جن سورتوں کی ابتدا حروف مقطعات سے ہے بجز بقرہ اور آل عمران کے وہ سب مکی ہیں۔ علقمہ سے روایت ہے کہ جن سورتوں میں یا ایہا الناس یا یا بنی آدم سے خطاب کیا گیا ہے وہ مکی ہیں اور جن میں یا ایہا الذین آمنوا سے خطاب ہے وہ مدنی ہیں۔ ایسی ہی روایت میمون بن مہران سے ہے۔

(۶) مکی سورتوں میں اعتقادیات زیادہ ہیں مثلاً تعلیم توحید ذات وصفات و اثبات رسالت اور بت پرستی اور اوہام پرستی کی مذمت، مدنی سورتوں میں احکام زیادہ ہیں۔

(۷) سورتوں کی ابتداء تین قسم سے ہے۔

خدا کی ثنا و صفت کے ساتھ اسکی دو قسمیں ہیں۔ اول صفات جمالیہ کا ثبوت، دوم صفات ذمیمہ سے تنزیہ و تقدیس۔ پانچ سورتوں کو تحمید و تقدیس سے شروع کیا ہے۔ فاتحہ۔ انعام۔ کہف۔ سبا۔ فاطر۔ اور دو کو لفظ تبارک سے (فرقان۔ ملک) ان میں اثبات صفات ہے۔

سات سورتوں کو لفظ سبحان سے شروع کیا ہے (بنی اسرائیل۔ سبحان الذی اسری۔ حدید۔ حشر، صف۔ جمعہ۔ اعلیٰ)

انتیس سورتوں کو حروف تہجی سے شروع کیا ہے۔

دس سورتوں کو بلفظ ندا شروع کیا ہے۔ پانچ کو ندا رسول سے (احزاب۔ طلاق۔ تحریم۔ مزمل مدثر) پانچ کو ندا امت سے (نساء۔ مائدہ حج۔ حجرات۔ ممتحنہ)

تئیس سورتوں کو جملہ خبریہ سے شروع کیا ہے۔

پندرہ سورتوں کو قسم سے شروع کیا ہے۔

سات سورتوں کو شرط سے شروع کیا ہے (واقعہ۔ منافقون۔ تکویر۔ انفطار۔ انشقاق۔ زلزال۔ نصر)

www.ahnafmedia.com

چھ سورتوں کو بصیغہ امر شروع کیا ہے۔ (قل اوحی۔ اقرأ۔ کافرون۔ اخلاص۔ فلق۔ ناس)
چھ سورتوں کو بصیغہ استفہام شروع کیا ہے (ہل اتی۔ نبا۔ ہل اتاک۔ الم نشرح۔ الم تر۔ ارایت)
تین سورتوں کو بد دعا سے شروع کیا ہے۔ (تطفیف، ہمزہ۔ لہب۔)
ایک سورۃ کو تعلیل سے شروع کیا ہے۔ (قریش)

(۸) چونکہ نوع انسانی کو ادیات سے زیادہ تعلق ہے اس لئے وہ آیتیں جو ادی علوم سے تعلق رکھتی ہیں تعداد میں زیادہ ہیں۔ ایسی آیتیں جنمیں علوم کا ذکر یا ان کی طرف اشارہ ہے (۷۰۰) سے زیادہ ہیں۔

(۹) بعض سورتوں کے کئی کئی نام ہیں۔ ان سب ناموں کی کوئی وجہ تسمیہ یا تو خود متن سورۃ میں موجود ہے یا یہ کہ سورت کے صفات یا اس کے منافع بنیاد تسمیہ ہیں جیسے سورۂ اخلاص کو اس لئے کہ یہ سورۃ اعتقاد کو مضبوط کرنے والی ہے سورۃ الاساس بھی کہتے ہیں۔

(۱۰) تمام سورتوں میں سب سے زیادہ نام سورۂ فاتحہ کے ہیں

(۱۱) تمام سورتوں میں سب سے زیادہ بڑی سورۂ بقرہ اور سب سے چھوٹی سورۂ کوثر ہے۔

(۱۲) قرآن کی ترتیب بزمانہ خلافت اول سنہ ۱۳ھ میں اور بزمانہ خلافت سوم سنہ ۲۵ھ میں ہوئی۔
(حافظ ابن حجر عسقلانی)

(۱۳) انبیاء ذیل کا تذکرہ قرآن میں ہے :-
آدم۔ نوح۔ ادریس۔ ابراہیم۔ اسماعیل۔ اسحاق۔ یعقوب، یوسف، لوط۔ ہود۔ صالح۔ شعیب
موسیٰ۔ ہارون۔ داؤد۔ سلیمان، ایوب، ذوالکفل۔ یونس، الیاس۔ الیسع۔ زکریا۔ یحییٰ۔ عیسیٰ

صالحین ذیل کا تذکرہ قرآن میں ہے۔ عزیز۔ ذوالقرنین۔ لقمان
نساء صالحات جن کا ذکر قرآن میں ہے۔ مریم بنت عمران
ملائکہ ذیل کا تذکرہ قرآن میں ہے۔
جبریل۔ میکائیل۔ ہاروت، ماروت، رعد۔ ملک الموت
کفار ذیل کا تذکرہ قرآن میں ہے۔
ابلیس۔ فرعون۔ قارون۔ ہامان۔ آذر۔ سامری۔ ابولہب
اشخاص ذیل کا تذکرہ بضمن واقعات آیا ہے۔ عمران۔ تبع۔ طالوت۔ جالوت
صحابی جس کا نام قرآن میں آیا ہے زید بن ثابت رض
حسب ذیل اشخاص کی شخصیت کی طرف قرآن میں اشارہ ہے۔

www.ahnafmedia.com

ابناء آدم - امرأة نوح - ابن نوح - امرأة لوط - امرأة فرعون - امرأة عزیز - ابن لقمان -
امرأة عمران - ام موسیٰ - امرأة ابراہیم - امرأة ابی لہب - خولہ زوجہ عبادہ بن صامت - ان کے متعلق
یہ آیت نازل ہوئی - قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ (خدا نے اس عورت کی بات سن لی جو تم سے جھگڑ رہی تھی)

فہرست تعداد آیات

نام سورة	تعداد آیات کی	مدنی	شامی	بصری	کوفی	کلمات	حروف
فاتحه	۷	۷	۷	۷	۷	۲۵	۱۲۲
بقر	۲۸۵	۲۸۵	۲۸۳	۲۸۷	۲۸۶	۶۲۱۲	۲۶۷۹۲
آل عمران	۲۰۰	۲۰۰	۱۹۹	۲۰۰	۲۰۰	۳۴۸۰	۱۶۰۳۰
نساء	۱۷۵	۱۷۵	۱۷۷	۱۷۵	۱۷۶	۳۷۵۰	۱۶۰۳۰
مائدہ	۱۲۲	۱۲۲	۱۲۲	۱۲۳	۱۲۰	۲۸۴۲	۱۳۴۶۴
انعام	۱۶۷	۱۶۷	۱۶۶	۱۶۶	۱۶۵	۳۱۰۰	۱۲۹۲۵
اعراف	۲۰۶	۲۰۶	۲۰۵	۲۰۵	۲۰۶	۳۲۸۷	۱۴۶۳۵
انفال	۷۶	۷۶	۷۷	۷۶	۷۵	۱۱۳۱	۵۲۷۴
توبه	۱۳۰	۱۳۰	۱۳۰	۱۳۰	۱۲۹	۲۵۳۷	۱۱۳۹۰
یونس	۱۰۹	۱۰۹	۱۱۰	۱۰۹	۱۰۹	۱۸۶۱	۷۷۳۳
هود	۱۲۱	۱۲۱	۱۲۲	۱۲۱	۱۲۳	۱۹۳۶	۷۶۲۴
یوسف	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱	۱۸۰۸	۷۴۱۱
رعد	۴۴	۴۴	۴۶	۴۵	۴۳	۸۹۳	۳۶۱۴
ابراهیم	۵۴	۵۴	۵۵	۵۲	۵۳	۸۴۵	۳۴۶۰
حجر	۹۹	۹۹	۹۹	۹۹	۹۹	۶۶۳	۲۹۰۷
نحل	۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸	۱۸۷۱	۷۹۷۴
بنی اسرائیل	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۱	۱۵۸۲	۶۷۱۰
کهف	۱۰۵	۱۰۵	۱۱۶	۱۱۱	۱۱۰	۱۲۰۱	۶۶۲۰
مریم	۹۸	۹۹	۹۸	۹۸	۹۸	۹۶۸	۳۹۸۶

www.ahnafmedia.com

نام سورت	تعداد آیات مکی	مدنی	شامی	بصری	کوفی	کلمات	حروف
طٰہٰ	۱۳۴	۱۳۴	۱۴۰	۱۳۲	۱۳۵	۱۲۵۱	۴۵۶۶
انبیاء	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۲	۱۱۸۷	۵۱۵۴
حج	۹۶	۹۷	۹۴	۹۵	۷۸	۱۲۸۳	۵۴۳۲
مؤمنون	۱۱۹	۱۱۹	۱۱۹	۱۱۹	۱۱۸	۱۰۷۰	۴۵۳۸
نور	۶۲	۶۲	۶۴	۶۴	۶۴	۱۴۲	۶۴۱
فرقان	۷۷	۷۷	۷۷	۷۷	۷۷	۹۰۶	۳۹۱۹
شعراء	۲۲۶	۲۲۶	۲۲۷	۲۲۶	۲۲۷	۱۳۴۷	۵۶۸۹
نمل	۹۵	۹۵	۹۴	۹۴	۹۳	۱۱۶۷	۴۸۷۹
قصص	۹۴	۹۴	۹۴	۹۴	۸۸	۱۵۴۴	۶۰۱۱
عنکبوت	۷۹	۷۹	۷۹	۷۹	۶۹	۹۹۰	۴۴۱۰
روم	۵۹	۵۹	۶۰	۶۰	۶۰	۸۲۷	۳۵۴۷
لُقمان	۳۳	۳۳	۳۴	۳۴	۳۴	۵۵۴	۲۲۱۷
سجدہ	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۷۴	۱۵۷۷
احزاب	۷۳	۷۳	۷۳	۷۳	۷۳	۱۲۱۰	۵۹۰۹
سبا	۴۶	۴۵	۴۶	۵۴	۵۴	۸۹۶	۳۶۳۶
فاطر	۴۵	۴۵	۴۶	۴۵	۴۵	۷۹۲	۳۲۸۹
یسٓ	۸۲	۸۲	۸۲	۸۲	۸۳	۷۳۹	۳۰۹۰
صافات	۱۸۲	۱۸۲	۱۸۲	۱۸۱	۱۸۲	۱۸۷۳	۳۹۵۱
ص	۸۶	۸۶	۸۶	۸۵	۸۸	۷۳۸	۳۱۰۷
زُمر	۷۲	۷۲	۷۳	۷۲	۷۵	۱۱۸۳	۴۹۶۵
مؤمن	۸۴	۸۴	۸۶	۸۲	۸۵	۱۲۴۲	۵۲۱۳
حٰم سجدہ	۵۳	۵۳	۵۲	۵۲	۵۴	۸۰۹	۳۴۰۶
شوریٰ	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۳	۸۲۹	۳۵۸۵
زُخرف	۸۹	۸۹	۸۰	۸۹	۸۹	۹۴۸	۳۶۵۴

www.ahnafmedia.com

نام سورۃ	تعداد آیات مکی	مدنی	شامی	بصری	کوفی	کلمات	حروف
دخان	۵۶	۵۶	۵۶	۵۷	۵۹	۳۴۹	۱۴۹۵
جاثیہ	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۷	۴۹۲	۲۱۳۱
احقاف	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۳۵	۷۵۰	۲۷۰۹
محمد	۳۹	۳۹	۳۹	۳۴	۳۸	۵۵۸	۲۴۷۵
فتح	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۵۶۸	۲۵۵۵
حجرات	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۱۸	۳۵۰	۱۵۷۳
ق	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۳۷۶	۱۵۲۵
ذاریات	۶۰	۶۰	۶۰	۶۰	۶۰	۳۶۰	۱۵۵۹
طور	۴۷	۴۷	۴۹	۴۸	۴۹	۳۱۹	۱۳۳۴
نجم	۶۱	۶۱	۶۱	۶۱	۶۲	۳۶۵	۱۴۵۰
قمر	۶۱	۶۱	۶۱	۶۱	۵۵	۳۴۸	۱۴۸۲
رحمٰن	۷۷	۷۷	۷۸	۷۶	۷۸	۳۵۱	۱۶۸۳
واقعہ	۹۹	۹۹	۹۹	۹۷	۹۶	۳۸۴	۱۷۶۸
حدید	۲۸	۲۸	۲۸	۲۹	۲۹	۵۸۶	۲۵۹۹
مجادلہ	۲۱	۲۱	۲۲	۲۲	۲۲	۴۷۳	۱۹۹۲
حشر	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۲	۴۷۹	۲۱۰۳
ممتحنہ	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۳۷۰	۱۵۹۳
صف	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۷۶	۷۸۷
منافقون	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۸۳	۷۲۱
تغابن	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۲۴۷	۱۱۲۳
طلاق	۲۲	۲۲	۱۲	۱۱	۱۲	۲۹۸	۱۲۳۷
تحریم	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۲۵۳	۱۱۲۴
ملک	۳۰	۳۱	۳۰	۳۰	۳۰	۳۳۵	۱۳۵۹
قلم	۵۲	۵۲	۵۲	۵۲	۵۲	۳۰۶	۱۲۹۵

www.ahnafmedia.com

نام سورۃ	تعدادآیات کی	مدنی	شامی	بصری	کوفی	کلمات	حروف
حاقہ	۵۲	۵۲	۵۰	۵۰	۵۲	۲۶۰	۱۱۳۴
معارج	۴۴	۴۴	۴۳	۴۴	۴۴	۲۶۰	۹۷۷
نوح	۳۰	۳۰	۲۹	۲۹	۲۸	۲۳۱	۹۷۴
جن	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸۷	۱۱۳۶
مُزمّل	۲۰	۲۰	۲۰	۱۹	۲۰	۲۰۰	۸۶۴
مُدثّر	۵۶	۵۵	۵۵	۵۶	۵۶	۲۵۶	۱۱۴۵
قیامہ	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۴۰	۱۶۴	۶۸۲
دھر	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۲۴۶	۱۰۹۹
مُرسلٰت	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۱۸۱	۸۴۶
نبأ	۴۰	۴۱	۴۰	۴۱	۴۰	۱۷۴	۸۰۱
نازعات	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۶	۱۸۱	۷۹۱
عبس	۴۲	۴۲	۴۰	۴۱	۴۲	۱۳۳	۵۵۳
تکویر	۲۸	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۰۴	۴۳۶
انفطار	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۸۰	۳۲۴
تطفیف	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۱۷۲	۷۵۸
انشقاق	۲۵	۲۵	۲۵	۲۳	۲۵	۱۰۸	۴۴۸
بروج	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۱۰۹	۴۷۵
طارق	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۹۱	۲۵۴
اعلیٰ	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۷۲	۲۹۹
غاشیہ	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۹۳	۳۸۴
فجر	۳۲	۳۲	۳۰	۲۹	۳۰	۱۳۷	۵۸۵
بلد	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۸۲	۳۴۷
شمس	۱۶	۱۶	۱۵	۱۵	۱۵	۵۶	۲۵۴
لیل	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۷۱	۲۱۴

نام سورت	آیات مکی	مدنی	شامی	بصری	کوفی	کلمات	حروف
ضحیٰ	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۴۰	۱۶۶
انشراح	۸	۸	۸	۸	۸	۲۷	۱۰۳
تین	۸	۸	۸	۸	۸	۳۴	۱۲۵
علق	۲۰	۲۰	۱۸	۱۹	۱۹	۷۲	۲۹۰
قدر	۶	۵	۶	۵	۵	۳۰	۱۱۵
بینہ	۸	۸	۸	۹	۸	۹۵	۴۱۳
زلزال	۹	۹	۹	۹	۸	۳۷	۱۵۸
عادیات	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۴۰	۱۷۰
قارعہ	۱۵	۱۵	۸	۸	۱۱	۳۵	۱۶۰
تکاثر	۸	۸	۸	۸	۸	۲۸	۱۲۳
عصر	۳	۳	۳	۳	۳	۱۴	۷۴
ھمزۃ	۹	۹	۹	۹	۹	۳۳	۱۳۵
فیل	۵	۵	۴	۴	۴	۱۷	۷۹
ماعون	۶	۶	۶	۶	۷	۲۵	۱۱۵
کوثر	۳	۳	۳	۳	۳	۱۰	۴۷
کافرون	۶	۶	۶	۶	۶	۲۶	۹۹
نصر	۳	۳	۳	۳	۳	۱۹	۸۱
لھب	۵	۵	۵	۵	۵	۲۴	۸۱
اخلاص	۴	۵	۵	۴	۴	۱۷	۴۹
فلق	۵	۵	۵	۵	۵	۲۳	۷۳
ناس	۶	۶	۷	۶	۶	۲۰	۸۱

قرآن مجید کے حروف وکلمات وآیات کی شمار میں اختلاف اس لئے ہے کہ بعض نے حرف مشدد کو ایک شمار کیا ہے اور بعض نے دو۔ اسی طرح جب شمار حروف میں اختلاف ہے تو کلمات میں بھی اختلاف ہوا۔ آیات میں بعض نے ۵ؕ کو علیحدہ شمار نہیں کیا ہے۔ بعض نے شمار کیا ہے۔

حروف مقطعات

حروف مقطعات کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ یہ اسماء الٰہیہ ہیں۔
حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ ان حروف میں سے ہر حرف اشارہ ہے اسماء الٰہی پر شلاً الف اشارہ ہے احد۔ اول۔ آخر کی طرف۔ میم اشارہ ہے ملك مالك مجيد منان وغیرہ کی طرف (تفسیر عزیزی)

حروف تہجی جب حسب مذاق اہل لسان ایکدوسرے کے ساتھ لفظاً خواہ تقدیراً ملتے ہیں تو اُن سے معانی لغویہ کا استفادہ کیا جاتا ہے۔ لیکن نفس حروف جو کلمہ و کلام کے عناصر ہیں اُن کو افادہ معنی سے محرومی حاصل ہے۔ ہاں اختصار پسند طبائع علاوہ ترکیب لفظی کے کبھی ان حروف سے اشارات کا کام لیتی ہیں اور کبھی ان سے اعداد کا بھی استنباط کیا جاتا ہے۔ ان حروف کے اسماء مثل اسماء دیگر معنی مستقل رکھتے ہیں یعنی نفس حروف تہجی پر دلالت کرتے ہیں۔ اسلئے خلاصہ بیان یہ ہوا کہ لفظ الف بامعنی اور اس کا مسمی ا بے معنی ہے۔

فصحائے عرب کا معمول تھا کہ وہ تقریروں کی جُدائی مختلف ذرائع سے ظاہر کرتے تھے۔ خدا نے بھی اپنے مہذب کلام کا آغاز بعض سورتوں میں حروف تہجی کے تلفظ سے ظاہر فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بے معنی حروف کے لانے میں مخالفین کی طرف سے اعتراضات نہیں ہوئے۔

بعض علماء نے جان حروف کی تفسیر کی ہے مثلاً الم الف کا عدد (۱) میم کے (۴) -(۱+۳۰=۳۰) میم کے (۴۰) تو الم کا ترجمہ ہوا۔ قسم ہے (۴۱) پیغمبروں کے چالیس صحیفوں کی ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ) یہ وہ کتاب ہے جس میں کچھ شک و شبہ نہیں۔

حضرت ابن عباس کے مرقومہ بالا قول کا بھی قریب قریب ایسا ہی مفہوم ہے یعنی حم (ح) (حمید) (م) (مالك) یعنی اللہ حمد کیا گیا اور مالک ہے۔ اس طرح خیال ہوتا ہے کہ حروف مقطعات قرآن کے (کتابت المجموع، مختصر نویسی) شارٹ ہینڈ ہے

بعض مسائل

(۱) قرآن کو باوضو ہاتھ لگانا چاہیئے۔ اگر پانی میسر نہ ہو یا کوئی اور عذر ہو تو تیمم کرے۔
(۲) تلاوت کیلئے شرط ہے کہ لباس و بدن پاک ہوں اور باوضو ہو۔

www.ahnafmedia.com

(۳) قبلہ رُخ مؤدّب بیٹھ کر تلاوت کرے۔

(۴) قرآن کو آہستہ آہستہ ٹھیر ٹھیر کر پڑھے

(۵) بعض ائمہ نے کہا ہے کہ قبل قرأت اعوذ پڑھنا مستحب ہے۔ بعض نے واجب کہا ہے

کیونکہ ارشاد ہے۔ فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

(۶) اوّل اعوذ پڑھے پھر بسم اللہ پھر تلاوت شروع کرے۔

(۷) قرآن آج تک جس طرح لکھا جاتا ہے اس خط اور قرآن کے رسم الخط کی مخالفت جائز نہیں ہے

(۸) قرآن کو ترتیب سے پڑھنا واجب ہے ان الترتیب من واجبات القراءۃ ولو خارج

الصلوۃ (قرآن کا ترتیب سے پڑھنا واجب ہے اگرچہ نماز سے باہر ہو (طحطاوی) خلاف ترتیب موجودہ

پڑھنا مکروہ ہے (بنایہ)

رسول کریمؐ نے حضرت بلال کو دیکھا کہ انہوں نے کچھ آیتیں ایک سورت کی پڑھیں اور کچھ دوسری

سورت کی تو حضور نے ان کو منع کیا اور فرمایا کہ ہر سورت کو اس کی ترتیب پر پڑھو (ہدایۃ الترتیل ص۲۹۳)

اس زمانہ میں یہ دستور ہے کہ بعد ختم قرآن کچھ آیتیں ایک سورت کی ایک سورت کی پڑھتے ہیں۔ یہ

نہیں چاہیئے۔ حلیمی نے اس کو ترک آداب میں شمار کیا ہے (اتقان فی علوم القرآن)

(۹) قرآن زبانی پڑھنا بغیر وضو جائز ہے۔

(۱۰) قرآن سواری پر اور پیادہ چلنے میں پڑھنا جائز ہے مگر مقام گذر نجس نہو

(۱۱) سورہ فاتحہ اور کسی ایک سورت کا حفظ یاد کرنا فرض ہے۔ (فصل القراءۃ)

(۱۲) قبروں کے سرہانے قرآن پڑھنا مکروہ ہے۔ (خزینۃ الروایات)

(۱۳) جو فقیر بازاروں اور راستوں میں قرآن پڑھکر بھیک مانگتا ہو اس کو بھیک دینا مکروہ ہے۔

(نصاب الاحتساب)

(۱۴) چند اشخاص کا ایک جگہ بلند آواز سے قرآن پڑھنا جس طرح آجکل فاتحہ وغیرہ میں دستور ہے

مکروہ ہے (خزینۃ الروایات و تاتار خانیہ و محیط و شرح سرخسی)

(۱۵) قرآن مجید کی تلاوت آہستہ ایسی آواز سے کرنا چاہیئے کہ ریا کا خیال پیدا نہ ہو۔ کسی نماز

پڑھنے والے کو نماز میں تشابہ نہ لگے۔ کسی سونے والے کی نیند خراب نہو (منتخبہ الفکر فی الجہر بالذکر)

(۱۶) جو شخص کسی حرف کی جگہ دوسرا حرف ادا کرتا ہو جیسے ق کی جگہ ک تو اگر وہ ق کے ادا

کرنے پر قدرت نہیں رکھتا تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

(۱۷) پورے قرآن کا حفظ کرنا فرض کفایہ اور عین سُنت ہے۔

(۱۸) رسول کریم نے فرمایا ہے کہ وہ شخص اچھا ہے جو قرآن ختم کرے اور شروع بھی کرے اسی لئے تلاوت کرنے والوں کا قدیم سے یہ طریقہ ہے کہ ختم کرنے کے بعد سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقر کا پہلا رکوع پڑھتے ہیں (ہدایۃ الترتیل) ہمنے اس کے متعلق ایک حدیث بھی نقل کی ہے۔

(۱۹) قرآن کو بوسہ دینا مستحب ہے۔ حضرت عکرمہ بن ابی جہل بوسہ دیتے تھے (اتقان)

(۲۰) قرآن کو خوشبو لگانا مستحب ہے۔

(۲۱) قرآن کو بلند جگہ رکھنا مستحب ہے۔

(۲۲) قرآن کو چاندی وغیرہ سے مزین کرنا جائز ہے۔

(۲۳) بوسیدہ قرآن کو جلا دینا جائز ہے (اتقان) جلا کر اسکی راکھ رواں پانی میں بہادینا بہتر ہے

(۲۴) کتابت قرآن کی اُجرت لینا مکروہ ہے۔

(۲۵) قرآن کی آیتوں یا سورتوں کو پاک برتن پر لکھکر دہو کر پینا جائز ہے۔

(۲۶) بحالت جنابت قرآن کو پڑھنا جائز نہیں۔

اعمال قرآنی

ہم صندل دردسر ہم سُرمۂ بینائی

قرآن مجید کی آیات وسور دفع بلا اور قضائے حاجات کیلئے اکسیر کا حکم رکھتی ہیں۔ مختلف آیات اور مختلف سور کی علیحدہ علیحدہ خاصیتیں ہیں۔ یہ علم بھی بڑا وسیع علم ہے۔ اسپر بھی صدہا کتابیں تصنیف ہوچکی ہیں۔ ہندوستان کے علما اور مشائخ نے بھی اس پر تصانیف کی ہیں۔

اگر اعتقاد صحیح اور قواعد مقررہ کے ساتھ عمل کریں تو ان شاءاللہ تعالیٰ محروم نہ رہیں گے۔

عامل شرائط یہ ہیں:۔

(۱) عروج ماہ سے شروع کرے (۲) ایک وقت اور ایک جگہ پاک صاف معین کرکے پڑھے۔
(۳) جو تعداد عاملوں نے لکھی ہے اُس تعداد کے موافق پڑھے۔ (۴) لباس وبدن پاک صاف رکھے
(۵) اول وآخر تعداد معین سے درود شریف پڑھے (۶) ختم عمل پر خشوع وخضوع سے دُعا کرے۔
(۷) صغیرہ کبیرہ گناہوں سے بچے۔

بعض سور وآیات کے خواص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی منقول ہیں۔ باقی علماء واولیاء ومشائخ

www.ahnafmedia.com

نے اپنے تجربہ سے لکھے ہیں۔

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من حفظ عشر آیات من اوّل سورۃ الکھف عصم من الدجال۔ (جو کوئی سورہ کہف کی اوّل کی دس آیتیں پڑھے گا وہ دجال سے محفوظ رہے گا۔ مسلم)

عن ابی مسعود البدری قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الآیتان من اخر سورۃ البقرہ من قرأ ہما فی لیلۃ کفتاہ۔ سورہ بقر کی آخر کی دو آیتیں جو رات کو پڑھے گا وہ اسکے لئے کافی ہیں (بخاری)

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من قرأ سورۃ الواقعۃ فی کل لیلۃ لم تصبہ فاقۃ ابدًا (جو رات کو سورہ واقعہ پڑھے گا اُسکو کبھی فاقہ نہ ہوگا (مشکوٰۃ)

بعض بعض سورتوں کے متعلق مختصر طور پر کچھ لکھا جاتا ہے۔

سورۃ فاتحہ۔ دفع مرض کیلئے سات بار اور قضائے حاجت کیلئے صبح کی سنت اور فرض کے درمیان ۴۱ بار روزانہ چالیس دن تک پڑھے۔

سورہ مزمّل۔ حصول غنا ظاہری و باطنی کیلئے چالیس مرتبہ روزانہ پڑھے

پنجسورہ۔ بزرگوں نے تجربہ کے بعد پانچ سورتوں کے خواص خصوصیت سے بیان فرمائے ہیں جو تمام حاجات و ضروریات پر حاوی ہیں ؎

ہر کہ خواند پنج سورہ وقت پنج	او بیابد دولتِ بے ہیچ رنج
صبح یٰسین ظہر فتح و عصر عم	واقعہ مغرب، عشا را ملک ہم

مُعوّذتین۔ سألت ابی بن کعب فقلت یا ابا المنذر ان اخاک ابن مسعود یقول کذا وکذا فقال انی سألتُ النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال لی جبرئیل فقلتُ فنحن نقول کما قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یعنی ابی بن کعب سے سوال کیا گیا کہ آپ کے بھائی ابن مسعود ایسا ایسا کہتے ہیں اُنہوں نے کہا کہ رسول کریم سے سوال کیا گیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ سے جبرائیل نے کہا کہ میں کہا اُس نے کہا کہ ایسا ہی ہم کہتے ہیں جیسا کہ رسول کریم نے کہا) یہ روایت معوذتین کے متعلق ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معوذتین کے متعلق ابی بن کعب اور ابن مسعود ہم خیال تھے۔ ابی اور ابن مسعود دونوں کی روایتیں اسمار سور کے بیان میں نقل کی گئی ہیں۔ اب اس روایت کا کیا مطلب ہے؟ اس روایت میں سائل نے خواص سور کا سوال کیا ہے کہ ابن مسعود ان سورتوں کے یہ خواص بیان کرتے ہیں اُنہوں نے

کہا کہ ایسا ہی رسول کریم نے کہا ہے وہ خواص اُن کے کیا ہیں کہ یہ دفع سحر کے لئے مجرب ہیں۔
عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب التفسیر میں بھی یہی ہے۔

اعمال قرآنی کے متعلق بہت کثرت سے ضخیم کتابیں تصنیف ہوئی ہیں۔ شائقین اُن کو مطالعہ کریں۔ یہاں سب کے خواص بیان کرنے کی گنجایش نہیں ہے حصن حصین وغیرہ کتابوں میں آیات و سور کے خواص اور ان کے ساتھ بعض خاص خاص دعائیں بھی جو حضور نے ارشاد فرمائی ہیں جمع کی گئی ہیں۔ بعض دعائیں ایسی ضروری اور مجرب ہیں کہ انکو حضور نے صحابہ کو اسی اہتمام سے یاد کرایا تھا جس اہتمام سے قرآن یاد کرایا تھا۔ صحابہ بھی ان کا ایسا ہی اہتمام کرتے تھے۔ جیسے قنوت جو وتروں میں پڑھی جاتی ہے۔ اور امام شافعی کے مقلدین صبح کے فرضوں میں پڑھتے ہیں۔ قنوت کو حضرت ابی بن کعب بھی ایسا ہی ضروری سمجھتے تھے جیسا کہ شوافع نے سمجھا ہے

احکامِ قرآن

تاریخ شاہد ہے، کتب مذاہب عالم گواہ ہیں کہ نزول قرآن سے قبل ربع مسکون پر نہ علوم و فنون کا پتہ تھا۔ نہ عدل و انصاف و مساوات کا نشان تھا۔ قمار بازی، شراب خواری، زنا، لواطت، بت پرستی، دختر کشی، خودکشی اور دوسری بد اخلاقیاں محاسن بن کر رائج تھیں۔ ان کے ابطال و اندفاع کیلئے جو قرآن اور صاحب قرآن کے احکامات ہیں اُن کی تفصیل و تشریح یا صرف اُن کے خالص بیان کے لئے ضخیم جلدوں کی ضرورت ہے۔ ہم یہاں صرف بعض آیات اور ان کا حاصل لکھتے ہیں۔

(۱) إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا۔ تمہارا خدا ایک ہے۔ پس جو شخص اپنے رب سے ملنے کا اُمیدوار ہو تو وہ نیک کام کرے اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

(۲) لَا تَعْبُدُوا الْأَصْنَامَ۔ بتوں کو مت پوجو۔

(۳) لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ۔ زمین میں فساد مت کرو۔

(۴) إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ۔ اللہ تعالیٰ تم کو انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں سے سلوک کرنے کا حکم فرماتا ہے اور فحش اور بُری باتوں اور بغاوت کو منع کرتا ہے۔

(۵) وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔

www.ahnafmedia.com

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ۔ ماں باپ، رشتہ داروں اور یتیموں اور غریبوں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اور لوگوں سے اچھی بات کہو۔ اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

(۶) وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ۔ حقداروں کو اُن کا حق دیدو۔

(۷) حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ۔ حرام کیا گیا ہے تم پر مردار جانور اور خون اور سور کا گوشت۔

(۸) وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ۔ پانسوں سے فال نکالو۔ یہ گناہ ہے۔

(۹) لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا۔ سود مت کھاؤ۔

(۱۰) لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَاؤُكُمْ۔ جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے اُن سے تم نکاح مت کرو۔

(۱۱) وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ۔ مسلمان غصہ کھانے والے معاف کردینے والے ہوتے ہیں۔

(۱۲) هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔ مسلمان بیہودہ باتوں سے بچتے ہیں۔

(۱۳) لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا۔ کسی کے ساتھ دشمنی کی بنا پر ناانصافی مت کرو۔ بلکہ انصاف کرو۔

(۱۴) فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِى النِّسَآءِ فَاِنَّكُمْ اَخَذْتُمُوْهُنَّ بِاَمَانِ اللّٰهِ۔ عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو کیونکہ اُن پر تم نے خدا کے نام کی ضمانت پر قبضہ کیا ہے۔

(۱۵) وَاَنْ تُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ۔ لوگوں کے درمیان صلح کرادیا کرو۔

(۱۶) اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ۔ خیرات کا مال غریبوں، فقیروں قرضداروں کا قرضہ ادا کرنے غلاموں کے آزاد کرانے اور مسافروں کی امداد اور نیک کاموں کیلئے ہے۔

(۱۷) وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۔ اللہ کے نیک بندے جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں بلکہ میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔

(۱۸) لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ، قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ محتاجی کے ڈر سے اولاد کو قتل نہ کرو۔ وہ لوگ بڑے بدنصیب ہیں جنہوں نے

جہالت سے اولاد کو قتل کردیا۔

(۱۹) وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ۔ معاف دیدیا کرو اور درگذر کیا کرو۔ کیا تم نہیں پسند کرتے کہ اللہ تم کو بخشدے۔

(۲۰) إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ۔ سب مسلمان آپس میں بھائی ہیں۔

(۲۱) يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ۔ خدا نے ایمان والوں اور علم والوں کو بڑا مرتبہ دیا ہے۔

(۲۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ شراب، جوا۔ بت، پانسے، فال نکالنا یہ سب برے کام ہیں ان سے بچو۔

(۲۳) لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا۔ زنا کے پاس مت جاؤ یہ بے حیائی کا کام اور بہت برا راستہ ہے۔

(۲۴) ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا۔ مسلمان مرد عورتوں کا گمان ایک دوسرے کی طرف نیک ہوتا ہے۔

(۲۵) وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ۔ کاموں میں شورہ کیا کرو۔

(۲۶) لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ۔ والدین اور قرابتداروں کے ترکہ میں مردوں عورتوں دونوں کا حصہ ہے

(۲۷) وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ۔ سچی گواہی کو نہ چھپاؤ۔ اور جو گواہی چھپائے گا تو وہ گنہگار ہوگا۔

(۲۸) أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَى۔ تم کو ان لوگوں کا معلوم نہیں جنکو کانا پوسی کرنے سے منع کیا گیا تھا۔

(۲۹) كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى۔ تم پر مقتول کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے

(۳۰) وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ۔ کسی کو ناحق قتل مت کرو۔

(۳۱) إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ جو لوگ پاکدامن عورتوں کو اتہام لگاتے ہیں وہ دونوں جہان میں ملعون ہیں۔

(۳۲) وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ۔ رشتہ داروں کو غریبوں کو اور

مسافروں کو اُن کا حق دیا کرو۔

(۳۳) وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ۔ رشتہ داروں کو غریبوں کو یتیموں کو مسافروں کو مانگنے والوں کو اور مقروض کا قرض ادا کردو۔

(۳۴) وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ۔ بیوہ عورتوں، غلاموں اور لونڈیوں سے نکاح کرو۔

(۳۵) وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ۔ عورتوں کو ضرر نہ پہونچاؤ۔ ان کو تنگ کرنے کیلئے

(۳۶) لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا۔ کسی گھر میں بغیر اجازت حاصل کئے داخل نہو اور جب کسی گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو۔

(۳۷) قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ۔ مسلمانوں سے کہدو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

(۳۸) اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ۔ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والو ناشکروں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔

(۳۹) اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔ ظالموں پر خدا کی لعنت اور پھٹکار ہے

(۴۰) وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ۔ مسلمان اپنی امانتوں کو ادا کرتے ہیں اور اپنے وعدے کی حفاظت کرتے ہیں۔

(۴۱) قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ۔ اللہ تعالیٰ بےحیائی اور بری باتوں کا حکم نہیں دیتا۔

(۴۲) وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ۔ اور ناپ تول انصاف کیساتھ پوری کرو۔

(۴۳) وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ۔ اور اگر تم تکلیف دو تو اسی قدر جتنی کہ تم کو تکلیف پہونچائی گئی ہے۔

(۴۴) وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔ اللہ کے نیک بندے زمین پر فروتنی سے چلتے ہیں۔

(۴۵) اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا۔ اترانے والے اور شیخی مارنے والے خدا کو ناپسندیدہ ہیں۔

(۴۶) اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ۔ بخیل اور بخل کی ترغیب دینے والوں

کیلئے عذاب ہے۔

(۴۷) وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ۔ اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھو۔

(۴۸) اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

(۴۹) قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ یَّتْبَعُهَآ اَذًی۔ اچھی بات کہنا اور معاف کر دینا اس سے بہتر ہے کہ خیرات کرنے کے بعد تکلیف دیجائے۔

(۵۰) وَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ۔ یتیم کی تحقیر نہ کر۔ سائل کو مت جھڑک

(۵۱) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی کَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ۔ احسان جتا کر صدقہ کا اجر ضائع نہ کرو۔ جیسے وہ شخص جو اپنے مال کو لوگوں کے دکھانے کیلئے خرچ کرتا ہے اور خدا پر ایمان نہیں رکھتا۔

(۵۲) اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ۔ خدا کے نزدیک معزز وہ ہے جو بڑا پرہیزگار ہے۔

(۵۳) حَتّٰٓی اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً۔ جب جنگ میں تو دشمن کے سپاہیوں کو گرفتار کر لو۔ پھر ان کو یا تو احساناً چھوڑ دو یا فدیہ لیکر چھوڑ دو۔

(۵۴) هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔ خدا نے تم سب کو تن واحد سے پیدا کیا ہے۔

(۵۵) وَالَّذِیْنَ یَبْتَغُوْنَ الْکِتٰبَ مِمَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ فَکَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْهِمْ خَیْرًا وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ۔ اگر تمہارے غلام تم سے کہیں کہ ہم کو آزادی کی دستاویز لکھ دو تو اگر تم ان میں بھلائی کے آثار پاتے ہو تو لکھ دو۔ اور آزاد کرتے وقت ان کو اس مال میں سے کچھ دیدو جو خدا نے تم کو دیا ہے۔

(۵۶) وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور آپس میں اختلاف مت کرو۔

(۵۷) وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِکَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ۔ اور جب پیٹھ پھیرتا ہے تو چلتا ہے زمین میں تاکہ اسمیں فساد پھیلائے اور کھیتوں اور نسلوں کو برباد کرے اور خدا نہیں پسند کرتا فساد کو۔

(۵۸) قُلْ لَّا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ۔ اچھے اور برے برابر نہیں ہو سکتے۔

(۵۹) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ

www.ahnafmedia.com

اِعۡدِلُوۡا ... وَالۡاَقۡرَبِیۡنَ۔ مضبوطی کے ساتھ انصاف پر قائم رہو۔ خدا لگتی گواہی دو۔ اگرچہ تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کے خلاف ہو۔

(۶۰) اَلَّذِیۡ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَہٗ یَحۡسَبُ اَنَّ مَالَہٗۤ اَخۡلَدَہٗ۔ وہ بھی بربادی میں ہے جو مال کو گن گن کر جمع کرتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ وہ دنیا میں ہمیشہ رہے گا۔

(۶۱) هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ۔ نیکی کا بدلہ نیکی ہے

(۶۲) اَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ اِنَّ الۡعَهۡدَ كَانَ مَسۡـُٔوۡلًا۔ وعدہ کو پورا کیا کرو۔ وعدہ کا سوال ہوگا

تحریف قرآن

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو ہر طرح محفوظ کرا دیا تھا۔ آپ کے عہد میں قرآن بہت سے سفینوں اور لاکھ سے زیادہ سینوں میں محفوظ تھا۔ آپ کے بعد مسلمانوں نے بھی اس کے حفظ کرنے اور لکھنے میں کمال احتیاط سے کام لیا۔ یہ حدیث نقل کیجا چکی ہے کہ ابن زبیر نے حضرت عثمان سے ان لکھتے وقت ایک آیت کے متعلق کہا کہ یہ منسوخ ہے اس کو نہ لکھوں۔ حضرت عثمان نے کہا کہ میں کچھ بھی تغیر نہیں کر سکتا غرض قرآن کی ایسی بے نظیر حفاظت ہوئی ہے کہ دوسری قسم کے خیال کے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں ہے اسی وجہ سے محققین مذاہب غیر کو بھی ماننا پڑا اور باوجود مخالفت کے لکھنا پڑا کہ قرآن تحریف سے پاک ہے۔ اس قسم کی رائیں نقل کیجائیں گی۔

سنہ ۱۹۱۴ء میں ایک یوروپین ڈاکٹر منگانا نام نے ایک کتاب شائع کی جس کا نام (لیوز فرام آنشنٹ قرآنز) ہے۔ یعنی تین قدیم قرآنوں کے اوراق۔ ان اوراق میں مختلف سورتوں کی آیات لکھی ہیں۔ گویا آیات و سور کی ترتیب موجودہ قرآن کے خلاف ہے۔ ڈاکٹر موصوف کا منشا اس سے تحریف قرآن ثابت کرنا ہے۔ ڈاکٹر موصوف تو اپنے قیاس سے انکو سنہ ۸۰۰ء کے ابتداء کی تحریر قرار دیتے ہیں اور ڈاکٹر لیڈی اگنس سمتھ لوئیس ان کو جمع عثمانی سے قبل کی تحریر قرار دیتی ہیں لیکن لیڈی صاحبہ کا خیال تو اسلئے غلط ہے کہ ان اوراق میں نقطے ہیں اور نقطوں کا رواج آٹھویں صدی عیسوی کے ابتدائی زمانہ سے بعہد خلیفہ ولید بن عبد الملک حضرت عثمان کی وفات سے کم و بیش پچپن سال بعد ہوا۔ ڈاکٹر منگانا اس کو آٹھویں صدی کے اوائل کا تصور کرتے ہیں۔ وہی حضرت عثمان سے پچپن سال بعد۔ اگر اس زمانہ کا کوئی نسخہ ایسا ملجائے جو مصحف عثمانی کے خلاف ہو تو اس سے تحریف قرآن ثابت نہیں ہو سکتی۔ تحریف تو جب ثابت ہو کہ وہ تحریر یا تو حضرت عثمان سے پہلے کی

یا کم از کم حضرت علی کے آخر عہد تک کی ہو اور عہد خلافت راشدہ کے بعد کی کوئی تحریر پیش کرنا حماقت ہے۔ وہ کسی شریر کی شرارت ہی سمجھی جائے گی۔ اور اس پر بحث کرنے سے کچھ فائدہ نہیں چونکہ اس پر نقطے ہیں، اسلئے یہ اگر قدیم تحریر ہے اور کسی کی صناعی نہیں ہے تو ضرور سنہ ۳۰۰ھ کی ہوگی یا اس کے بعد کی اور کسی ناواقف شریر کی شرارت ہے کیونکہ اسمیں ایک چیز اور ایسی ہے جو اس کو نہ قرآن کا ورق ثابت کر سکتی ہے نہ کسی باعلم کاتب کی تحریر۔ وہ یہ کہ اس کا رسم الخط قرآن کے رسم الخط کے خلاف ہے۔ اسمیں کسی کو اختلاف نہیں کہ قرآن کا رسم الخط وہی ہے جو حضور کے زمانہ میں تھا۔ اور آج تک اسمیں تغیر نہیں ہوا۔ یہ رسم الخط کے خلاف تحریر یا تو کسی کم علم ناواقف غیر مسلم کی ہے یا کسی کی جعل سازی ہے۔ قرآن میں **یوم الفصل** لکھا ہے اسمیں اس کو **یوملفصل** لکھا ہے۔ قرآن میں **القیم فلا** ہے اسمیں **القیمفلا** ہے۔ اس قسم کے اختلاف ایک دو ہی نہیں بلکہ کثرت سے ہیں۔

اس کے علاوہ یہ اوراق خود ڈاکٹر منگانا کے خیال کے موافق ایک شخص کے لکھے ہوئے نہیں بلکہ مختلف اشخاص کے لکھے ہوئے ہیں۔ اسلئے بھی یہ قابل اعتبار نہیں اور ان اوراق کی کیفیت یہ ہے کہ ان اوراق پر یکے بعد دیگرے تین قدیم تحریریں ایک دوسرے کے اوپر لکھی ہوئی تھیں اور سب سے نیچے کچھ آیات قرآنی جب اس کے بعد دوسری عبارتیں انہی اوراق پر لکھی گئیں۔ تو پہلی عبارت کو نرم چیز سے رگڑ کر محو کر دیا گیا۔ پھر مرور زمانہ سے قدیم تحریریں کچھ کچھ نظر آنے لگیں۔ اور اسمیں عبارت کے درمیان اکثر الفاظ محو بھی ہو گئے ہیں۔ ایسی مشکوک و مخلوک تحریر کو قرآن کہکر پیش کرنا ڈاکٹر منگانا کی ہٹ دھرمی اور تعصب کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ قدیم زمانہ میں کسی نے جعل کیا ہو اسپر نہ کوئی سن تحریر ہے نہ کاتب کا نام ہے نہ قرآن لکھا ہوا ہے۔ اگر کسی ہٹ دھرم کے اصرار سے اس پر کچھ توجہ کیجائے تو کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے کسی تفسیر کے اوراق ہوں، ممکن ہے وظائف کی کسی کتاب کے اوراق ہوں۔ وظائف کی کتابوں میں آیات و سور کی ترتیب نہیں ہوتی۔ آج بھی صدہا کتابیں وظائف کی دلائل الخیرات، حزب البحر، حزب الاعظم، پنج سورہ، ہفت سورہ، دہ سورہ وغیرہا رائج ہیں۔ اگر کوئی مجھکو ان اوراق کے قدیم ماننے پر مجبور کرے تو میں وثوق کے ساتھ کہوں گا کہ یہ کسی کم علم صاحب ورد کی کتاب اوراد کے اوراق ہیں۔ ڈاکٹر منگانا کی اس حرکت پر مولانا شبلی نعمانی نے بھی اپنے ایک مضمون میں مختصر بحث کی ہے۔ لیکن مسٹر محمد علی قادیانی نے اسپر تفصیل سے بحث کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس پر کسی بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ اول تو اس کا بیحد مشکوک و مخلوک ہونا اس کو پایۂ اعتبار سے ساقط کرتا ہے۔ دوسرے اس پر نقطے ہیں جو اس کو قرآن کی تیسری جمع و ترتیب (عہد عثمانی) سے کم و بیش ایک صدی

www.ahnafmedia.com

بعد کے ثابت کرتے ہیں۔ ان بحث کرنے والے حضرات نے اس طرف مطلق خیال نہیں کیا کہ اگر خلافت راشدہ کے بعد کسی نے کوئی تحریر ترتیب بھی کی ہو تو وہ قرآن کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جا سکتی۔

مسٹر ولیم میور لکھتے ہیں:۔ جہاں تک ہماری معلومات ہے دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو اس کی (قرآن کی) طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو (دیباچہ لائف آف محمد ص۲۱)

ڈاکٹر وان ہیمر لکھتے ہیں:۔ ہم ایسے ہی یقین کے ساتھ قرآن کو بعینہٖ محمدؐ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ سمجھتے ہیں جیسا کہ مسلمان اسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں (جمع قرآن مصنفہ مسٹر محمد علی ص۱۲)

جس حفاظت سے قرآن ہم تک پہونچا ہے اسکی نظیر دنیا میں نہیں (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام) کوئی جزو، کوئی فقرہ، اور کوئی لفظ ایسا نہیں سنا گیا کہ جس کو جمع کرنے والوں نے چھوڑ دیا ہو نہ کوئی لفظ یا فقرہ ایسا پایا جاتا ہے جو اس مسلم مجموعہ میں داخل کر دیا گیا ہو۔ (لائف آف محمدؐ)

اس کو ایک کم علم بھی جانتا ہے کہ عہد عثمانی کے بعد کی اگر کوئی تحریر قرآن کے خلاف ہو تو اس کا قرآن پر کوئی اثر نہیں وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آجکل کوئی آیات و سور کو الٹ پلٹ کر لکھکر کچھ فقرات ملاکر کوئی تحریر مرتب کردے۔ جس کتاب کی تلاوت ابتداء سے آج تک تمام اقطاع عالم میں چوبیس گھنٹے برابر جاری ہے جس کے حافظ ہر ملک میں کثرت سے ہیں جس کے مرتوبہ مطبوعہ نسخے کثرت سے ہر ملک میں ہیں اسمیں کون کمی بیشی کر سکتا ہے اور کس طرح اسمیں کوئی کم و بیشی داخل ہو سکتی ہے۔

مکہ میں نزول قرآن کی مصلحت

چونکہ تمام دنیا کی حالت خراب تھی اسلئے ہدایت کا مرکز شہر مکہ کو بنایا گیا اسمیں بہت سی مصالح ہیں۔ ان میں سے چند ایک لکھی جاتی ہیں۔

(۱) قرآن تمام دنیا کیلئے قیامت تک کیلئے نازل ہوا ہے۔ زمانہ نزول میں ذرائع خبر رسانی، اسباب نقل و حمل وغیرہ سہولت بخش نہ تھے۔ ایک شہر کی دوسرے شہر تک خبر کا پہونچنا نہایت دشوار تھا۔ اہل عرب چونکہ تاریخ کی یاد سے پہلے تمام دنیا کا سفر کرتے تھے۔ چین، ہندوستان، شام اور بعض حصص یورپ سے اُن کے تجارتی تعلقات تھے اُن کے قافلے ہمیشہ ممالک غیر میں آتے جاتے رہتے تھے۔ اس لئے تبلیغ و اشاعت کیلئے ان سے زیادہ کوئی قوم موزوں نہ تھی اور یہی ہوا کہ دنیا میں قرآن کی اشاعت زیادہ تر سوداگروں، سیاح درویشوں کے ذریعے سے ہوئی۔ اس مضمون پر ایک ضخیم کتاب ڈاکٹر آرنلڈ نے لکھی ہے اس کا نام پریچنگ آف اسلام ہے۔

(۲) اُس زمانہ میں باعتبار ترقی ظاہری تین ملک سربرآوردہ تھے۔ ایک سلطنت روم، دوسری ایران، تیسرے حبشہ، عرب سے ان تینوں سلطنتوں کا تعلق تھا۔ عرب کے شمالی حصہ پر روم کا، شرقی حصے پر ایران کا، جنوبی حصے پر حبشہ کا اثر تھا۔ قاعدہ ہے کہ زیر اثر ممالک میں مدبرین، علماء، عقلاء، اُمراء اکثر آمد و رفت رکھتے ہیں۔ اس لئے عرب میں ان تینوں متمدن ممالک کے بااثر اشخاص کی آمد و رفت تھی لہذا ان تینوں متمدن ممالک پر یکساں تبلیغ کیلئے یہی خطہ موزوں تھا۔

(۳) ایران میں آتش پرستی کا مذہب تھا۔ روم میں مسیحیت تھی، حبشہ میں بھی مسیحیت تھی، یورپ افریقہ کے بعض حصص میں یہود و نصاریٰ تھے، باقی وحشی اقوام، چین وغیرہ ممالک میں بت پرست تھے، غرض کسی ملک میں ایک کسی میں دو مذہب تھے، عرب میں تمام مذاہب جمع تھے۔ یہود نصاریٰ، بت پرست آتش پرست، دہریے غرضکہ عرب تمام مذاہب کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اس لئے سب پر یکساں تبلیغ و اتمام حجت کیلئے یہی مقام موزوں تھا۔

(۴) انسان کی خلقت کی ابتداء ناف سے ہوتی ہے۔ اس لئے اسکی اصلاح کی ابتداء بھی ناف زمین سے موزوں تھی۔ مکہ ناف زمین ہے۔ ناف جسم انسانی کے نصف سے کچھ زیادہ پر ہوتی ہے۔ اسی طرح دنیا کی آبادی جنوب میں (۴۰) درجہ عرض البلد اور شمال میں (۸۰) درجہ تک ہے۔ دونوں کا مجموعہ (۱۲۰) ہوا۔ اس کا نصف (۶۰) ہوا۔ اگر (۶۰) کو (۸۰) میں سے تفریق کریں تو (۲۰) باقی بچتے ہیں۔ اگر (۶۰) سے (۴۰) کو تفریق کریں تو (۲۰) باقی بچتے ہیں۔ مکہ (۲۱½) درجہ پر آباد ہے۔ اس لئے ناف زمین ہے۔

(۵) ملک عرب (۱۵) سے (۳۵) درجہائے عرض البلد شمالی پر واقع ہے۔ انہی خطوط کے اندر دنیا کی تمام مشہور نسلیں اس طرح آباد ہیں کہ مشرق میں آریہ و منگول، مغرب میں حبش (اولاد حام و نسل حام) اور ریڈ انڈینز (امریکہ کے اصل باشندے) اسی وجہ سے بھی یہی مقام موزوں تھا۔

(۶) عرب، ایشیا، یورپ اور افریقہ کے براعظموں کے وسط میں واقع ہے۔ وہ خشکی اور تری دونوں راستوں سے دنیا کو اپنے داہنے اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک ربط ہے۔

(۷) دنیا کی آبادی کا آغاز مکہ سے ہوا۔ حضرت آدمؑ نے وہیں سکونت اختیار کی، وہیں اُن کی قبر ہے۔ وہاں پہلا مسجد بنا۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ۔

(۸) عرب کی زبان وسیع و فصیح اور تمام زبانوں سے زیادہ باقاعدہ اور اُم الالسنہ ہے ان امور پر نظر کیجائے تو اصلاح عالم کے آغاز کیلئے اس سے بہتر کوئی مقام نظر نہیں آئے گا۔

www.ahnafmedia.com

اور اگر کسی دوسری جگہ کتاب نازل کیجاتی تو معترض کا اعتراض جب بھی قائم رہتا۔ بہر حال نزول کتب کیلئے روئے زمین پر کسی مقام کا ہونا ضروری تھا۔

نسخ

قرآن مجید میں تین قسم کا نسخ واقع ہوا ہے۔

(۱) وہ آیت جس کا حکم بھی منسوخ ہو گیا۔ تلاوت بھی منسوخ ہو گئی جیسے سورہ بینہ کی یہ آیت تھی لَو کَانَ لِابنِ اٰدَمَ وَادِیًا مِن مَالٍ الخ۔

(۲) وہ آیت جس کی تلاوت منسوخ ہو گئی مگر حکم باقی ہے جیسے آیت الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم۔

(۳) وہ آیت جس کی تلاوت باقی ہے مگر حکم منسوخ ہو گیا ہے۔ جیسے اِن یَکُن مِنکُم عِشرُونَ صَابِرُونَ یَغلِبُوا مِائَتَینِ (اگر تم میں بیس صبر کرنے والے ہوں تو دو سو پر غالب آجائیں گے) یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہے اَلئٰنَ خَفَّفَ اللّٰہُ عَنکُم وَعَلِمَ اَنَّ فِیکُم ضَعفًا فَاِن یَکُن مِنکُم مِائَۃٌ صَابِرَۃٌ یَغلِبُوا مِائَتَینِ (اب اللہ نے تخفیف کر دی دیکھا کہ تم میں کمزوری پیدا ہو گئی، اب اگر تم میں سو ثابت قدم ہوں گے تو دو سو پر غالب آئیں گے)

نمبر ۱ و ۲ قسم کی آیات حسب الحکم حضور قرآن میں نہیں لکھی گئیں حدیثوں میں محفوظ ہیں۔

نمبر ۳۔ یہ آیت قرآن میں موجود ہے۔ نمبر ۱ کے تو کسی طرح باقی رہنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

نمبر ۲ کا حکم اس لئے باقی ہے کہ وہ دیگر آیات و احادیث سے بھی مستنبط ہوتا ہے۔ نمبر ۳ کو اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس سے دیگر احکام کے استنباط میں مدد ملتی ہے۔ نسخ وغیرہ جو کچھ قرآن میں ہوا ہے وہ سب حضور کے امر سے اور حضور کے سامنے ہوا ہے۔ آپ کے بعد میں کوئی تغیر و ترمیم نہیں ہوئی۔ اس لئے کوئی شک و اعتراض کی گنجائش نہیں۔ آپ کے بعد صحابہؓ نے کمال احتیاط سے لکھا ہے ایک حرف بھی ادھر سے اُدھر ہونے نہیں دیا۔

قال ابن الزبیر قلت لعثمان بن عفان والذین یتوفون منکم الخ قال قد نسختہا الآیۃ الاُخری الخ فلم تکتبہا او تدعہا قال یا ابن اخی لا اغیر شیئا منہ من مکانہ۔

(یعنی ابن زبیر نے عثمان سے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے اس کو نہ لکھوں۔ عثمان نے کہا میں کچھ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا سکتا۔ (بخاری شریف)

www.ahnafmedia.com

مندرجہ ذیل سورتوں میں ناسخ و منسوخ دونوں ہیں

بقرہ - آل عمران - نساء - مائدہ - انفال - توبہ - انبیاء - ابراھیم - مریم - نور - حج - فرقان - شوریٰ - طور - ذاریات - احزاب - سبا - مؤمن - مجادلہ - شعرا - عصر - تکویر - مزمل - واقعہ - مدثر -

مندرجہ ذیل سورتوں میں منسوخ ہے، ناسخ نہیں

رعد - انعام - ھود - یونس - حجر - اعراف - نحل - کہف - طٰہٰ - عنکبوت - مؤمنون - اسراء - نمل - قصص - ن - روم - سجدہ - ص - لقمان، فاطر - صافات - دخان - حم سجدہ - زمر - ق - جاثیہ - زخرف - احقاف - محمد - نجم - ممتحنہ - قمر - معارج - دھر - طارق - قیامہ - تین - غاشیہ - عبس - کافرون -

مندرجہ ذیل سورتوں میں ناسخ ہے، منسوخ نہیں

فتح - طلاق - اعلیٰ - حشر - تغابن - منافقون -

باقی سورتوں میں نہ ناسخ ہے نہ منسوخ - میں نے ان سورتوں کے نام لکھدیئے ہیں جنمیں ناسخ و منسوخ کے متعلق بحث پیش آتی ہے - بعض علما نسخ کے قایل ہی نہیں ہیں - جو لوگ نسخ کے قایل ہیں وہ آیت مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا سے استدلال کرتے ہیں لیکن ابو مسلم کہتے ہیں کہ آیت سے مراد آیت قدرت ہے - یہی سیاق و سباق کلام سے ثابت ہے، آیت قرآن مراد نہیں - امام رازی نے بھی اس آیت سے نسخ آیات قرآنی پر استدلال کرنے میں کلام کیا ہے

شاہ ولی اللہ دہلوی، صرف پانچ جگہ نسخ کے قایل ہوئے ہیں (فوز الکبیر)

دو چیزیں ہیں ایک نسخ - ایک بدا -

بدا یعنی کوئی چیز پہلے سے معلوم نہ ہو بعد کو معلوم ہو جائے - یہ بات خداوند ذوالجلال کی شان کے خلاف ہے مسلمان اس کے قایل نہیں، نہ یہ قرآن میں ہے

نسخ - یہ کہ پہلے سے علم تھا مگر زمانہ اور مصلحت اس کے ساعد نہ تھا - اسلیئے اول حکم اسوقت کی مصلحت کے موافق دیا گیا - یہ نسخ قرآن میں ہے - یہ طبیب حاذق کی تبدیلی النسخہ جات کی طرح ہے -

یہی نسخ کتب سابقہ کے متعلق ہے یعنی قرآن مجید نے توریت، زبور، انجیل کے احکام عملیہ فرعیہ کو منسوخ کیا ہے - باقی اصول و عبادت، رسالت حشر و نشر اور اصولی احکام عملیہ نماز روزہ حج - زکوٰۃ میں کوئی نسخ نہیں ہوا - یہ ویسے ہی ہیں جیسے انبیاء سابقین کے عہد میں تھے -

www.ahnafmedia.com

چنانچہ حضرت آدم نے چالیس حج کئے۔ (شعب الایمان) ہود و صالح پیغمبر وادی عسفان (مکہ سے دو منزل) میں تلبیہ کہتے تھے۔ اور موسیٰ وادی ازرق (مکہ سے ایک میل) میں (ابن جریر)

گویا اسلام کا رکن حج ابتداہی سے تھا اور ہر پیغمبر کے زمانہ میں رہا۔ آیات قرآنی سے ثابت ہے کہ انبیاء سابقین اپنی امتوں کو صلوٰۃ و زکوٰۃ وغیرہ کی تاکید کرتے رہے۔ غرض یہ شریعت قدیم شریعت ہے نسخ اسمیں ہوا ہے صرف احکام عملیہ فروعیہ میں۔ باقی اُصول وہی ہیں شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ (یعنی تمہارے واسطے وہی شریعت قائم کی ہے جس کا نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو حکم دیا گیا تھا)

خود حضور علیہ السلام کے عہد میں بعض مسائل میں تغیرات ہوئے ہیں۔ پہلے نماز میں کلام کرنا جائز تھا پھر ممنوع ہوگیا۔ شروع اسلام میں میراث کے حکم سے پہلے وصیت لازمی تھی۔ جیسا کہ سورہ بقرہ میں ہے كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ الخ یہ حکم آیت میراث سے منسوخ ہوگیا۔

ابتدائے اسلام میں عورت کو حسب رواج عرب ایک سال عدت کرنی ہوتی تھی۔ آیت اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا سے یہ منسوخ ہوگیا۔

ابتداء اسلام میں دہ چند کفار سے مقابلہ کرنے کا حکم تھا۔ آیت وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ سے یہ حکم منسوخ ہوگیا۔

اس تغیر سور و قوالب کو اصطلاح شرع میں نسخ کہتے ہیں۔ اور اسی کا وقوع ہوا ہے۔ میں نے پہلے جو نسخ کی تعریف بیان کی ہے اُس کے متعلق اسقدر اور عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حکم شرعی اُس حکم الٰہی کو کہتے ہیں جو افعال مکلفین سے متعلق ہو اور نسخ انتہائے حکم شرعی کا بیان کر دیتا ہے، لہذا نسخ حکم کے یہ معنی ہوئے کہ وہ اِس حکم الٰہی کا انتہائی بیان ہے جو افعال مکلفین سے متعلق ہے اور یہ بیان انتہا اس غرض سے ہے کہ مکلفین منتہائے حکم کی تعمیل کر کے وہ مقاصد اقصیٰ و مدارج اعلیٰ حاصل کریں جو بموجب علم و حکم ازلی اللہ سبحانہ کے بصورت نسخ ظاہر ہوئے ہیں نہ یہ کہ نسخ کے معنی یہ ہیں کہ پہلا حکم غلط تھا اور پھر بوجہ غلطی اس کو بدل دیا تاکہ مکلفین اس غلطی سے نجات حاصل کریں پس نسخ احکام نہ بوجہ غلطی و سقم ہے بلکہ بمقتضائے ظہور اُن کمالات کے ہے جس کے حصول کیلئے خود یہ زمانہ نسخ بامقتضائے استعداد اور فطرت انسانی متقاضی ہے اور جس کے وقوع پر کوئی گنجائش چون و چرا کی نہیں ہوسکتی۔ ناسخ و منسوخ دونوں حکم الٰہی ہیں جو اپنے اپنے زمانہ میں بتقاضائے

فطرت انسانی سکلفین سے متعلق ہو کر اُن کے لئے موجبِ کمال اور باعثِ سہولت ہوتے ہیں

تکرار مطالب وقصص

جس زمانہ میں قرآن نازل ہوا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ لوگوں کے قلوب سیاہ اور سخت ہو گئے تھے شرو معاصی انسانوں کی طبیعت ثانیہ ہو گئے تھے۔ اس زنگ کا چھڑانا آسان نہ تھا۔ جبتک بار بار تاکید تنبیہ و یاد دہانی نہ کیجاتی پُورا اثر ہونا مشکل تھا۔

سامع کو افادہ کرنے کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ سامع کو ایک چیز کا علم دیا جائے تاکہ وہ واقف ہو جائے دوسرے یہ کہ سامع کے ذہن میں وہ علم راسخ ہو جائے اور اُس کا رنگ اُس کے تمام قویٰ پر غالب آجائے اور یہ امر بغیر بار بار تعلیم کے پیدا نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید میں بعض جگہ بطور ترجیع بند ایک خاص جملے کا اسلئے بھی اعادہ کیا گیا ہے کہ حسن کلام و لذت کلام میں اضافہ ہو جائے۔ شعرا و فصحا اس خوبی سے واقف ہیں

قرآن کا طرز استدلال مطالب پر ایسا سہل المآخذ ہے کہ جس کو ایک بڑے سے بڑا حکیم اور ایک جاہل دونوں سمجھ سکتے ہیں اور ہر ایک اپنے اپنے فہم و مذاق کے بموجب اُس دلیل سے مستفید ہو سکتا ہے بیان احکام میں ایسا سہل اور مؤثر طریقہ اختیار کیا ہے کہ جس سے بندوں کے دلوں پر اثر ہو اور وہ تعمیل احکام کے لئے آمادہ ہو جائیں۔ کہیں تو اپنی ذات و صفات کے اثبات کے بعد بیان کیا ہے تاکہ کبریٰ شان شفقت عمل پر آمادہ کر دے۔ کہیں حشر و نشر سے ملا کر تاکہ اعمال کا نتیجہ تعمیل پر آمادہ کرے کہیں گذشتہ قوموں کے حالات کے بعد کہ باعث عبرت بھی ہو اور نافرمانی سے باز رہیں۔ گذشتہ زمانہ سے عبرت و نصیحت حاصل نکرنا، گذشتہ زمانہ کو بیکار اور نیست محض سمجھکر واقعات گذشتہ اور نیک و بد کاموں کے نتائج سے کانوں کو بند کر لینا اور عبرت حاصل نکرنا ایسا ہے جیسا کہ موجودہ اشیاء سے آنکھ بند کر لینا اور کوئی سبق حاصل نکرنا۔ عقلا کے نزدیک علم تاریخ ایک بڑا مفید علم ہے۔ اور امم سابقہ اور انبیائے سالفین کے سچے واقعات کو یہود و نصاریٰ نے مسخ کر دیا تھا جس کی وجہ سے لوگ سخت گمراہی میں مبتلا تھے اسلئے قرآن میں ضروری تھا کہ ان کو صحت کے ساتھ بیان کر دیا جائے تاکہ مضرت رفع ہو اور فائدہ پہونچے۔ وَيَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ

جب کسی واقعہ سے متعدد فائدے مقصود ہوں تو اس واقعہ کو ہر مقصد کے محل پر بیان کیا جاتا ہے مثلاً حضرت موسیٰ اور فرعون کا واقعہ اس سے کہیں تو فرعون کے مظالم سے بنی اسرائیل کو نجات دلانے اور بنی اسرائیل کو آزادی کی نعمت سے بہرور کرنے کا ذکر مقصود ہے۔ کہیں فرعون کی سرکشی اور نبی کے مقابلہ

کر کے سزا پانے کا ذکر بخیال عبرت ہے۔ کہیں خدا پرستوں کی مظلومی و صبر کا نتیجہ بیان کر کے مومنین کو ترغیب و تسلی دینی مقصود ہے۔

نزول تدریجی

تدریجی نزول پر کفار نے اعتراض کیا تھا۔ کہ قرآن اکدم سے کیوں نازل نہ ہوا۔ قرآن مجید نے اس اعتراض کا خود ہی جواب دیا ہے۔ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا (تاکہ ہم اس سے تمہارے دلوں کو مضبوط کرتے ہیں اور اس کو باقاعدہ سُنایا ہے)

جس زمانہ میں قرآن نازل ہوا ہے اس صدی کی تاریخ عالم بالخصوص تاریخ عرب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا سے عدل و تہذیب، تمدن، علم اور اخلاق حسنہ کا جنازہ نکل چکا تھا۔ اور فساد و شر بد اخلاقی، ظلم و جور، جہالت انسانوں کی طبیعت ثانیہ ہو گئی تھی۔ روئے زمین پر کوئی خدائے واحد کا نام لیوا نہ تھا، تمام دنیا میں بت پرستی، آتش پرستی، تثلیث، توہم پرستی رائج تھی۔ اسلئے اہل عالم کی ظاہری و باطنی، دینی و دنیوی ہر قسم کی اصلاح کی ضرورت تھی۔ اگر اکدم اصلاحات کا طومار اُن کے حوالہ کر دیا جاتا۔ اور دفعتہً اُن کو تمام مالوفات کے ترک پر مجبور کیا جاتا تو گھبرا جاتے اور کبھی نہ ماننے اسلئے ضرورت تھی کہ اصلاحات کو رفتہ رفتہ نافذ کیا جائے۔

پھر یہ بھی مصلحت تھی کہ دوران اصلاح میں سوالات و اعتراضات پیدا ہوں گے بعض پیش آمدہ امور کا انکار کرنا ہوگا بعض کی تحسین کرنی ہوگی۔ اسکی تکمیل تدریجی نزول ہی سے ہو سکتی تھی۔

جیسا کہ تاریخ عالم سے ثابت ہے کہ دنیا جہالت اور شر و فساد کا مخزن تھی اور فواحش و مفاسد لوگوں کی گھٹی میں پڑے تھے۔ تکبر و نخوت سے وہ کسی کے خلاف مزاج و معمولات سننے کے عادی نہ تھے، اب جو اُن کے خلاف کہے اس کے لئے یہ لازمی نتیجہ تھا کہ وہ اُس کو ستائیں، ایذا پہونچائیں۔ ایسی حالت میں اگر اصلاحات کا مجموعہ اکدم رسول کو دیدیا جاتا اور آگے کو سلسلہ کلام مسدود کر دیا جاتا تو لوگ جب رسول کو ستاتے، دُکھ پہونچاتے تو رسول کی تسلی و تشفی کا کوئی ذریعہ نہ تھا، ضرورت تھی کہ وقتاً فوقتاً رسول کی ہمت افزائی کی جاتی رہے اس کے لئے بھی بہترین ذریعہ سلسلۂ کلام تھا۔ قرآن مجید کی آیات پر نظر کرنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بار بار رسول کو تسلی دیجاتی ہے اور ہمت افزائی کیجاتی ہے۔

ان سب باتوں کے علاوہ دو باتیں اور بھی خاص ہیں ایک یہ کہ ارشاد ہے اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (ہم نے یہ کلام تیر اسلئے نازل کیا ہے

کہ تم لوگوں کو خوب واضح کر کے سمجھا دو)۔

اگر مکمل کتاب نازل ہوتی تو اُس کے سمجھانے اُس کورس کو پُورا کرانے کیلئے رسول کو ایک مدرسہ کھولنا پڑتا اور تاریخ بتلاتی ہے کہ لوگوں کو ایک آیت بھی سننی گوارا نہ تھی۔ اس صورت میں اس کورس کو پُورا کرنے کیلئے کون آتا۔ اور سب کی توضیح و تشریح اکدم سے کیونکر سمجھائی جاتی۔ قرآن دنیا کا مکمل اور دائمی قانون ہے جو تمام دنیوی اور دینی اصلاحات و علوم کا منبع ہے۔ اُس کے الفاظ و کلمات میں بڑے بڑے نکتے ہیں، اُن پر کافی غور کا موقع بغیر تدریجی نزول کے ممکن نہ تھا۔

دوسرے یہ کہ قرآن پڑھنے کے قواعد ہیں، ہر حرف کے ادا کرنے کا خاص طریقہ ہے، وحی اسی طرح نازل ہوتی تھی کہ رسول کریم ہر حرف کو صحیح مخرج سے ادا کرنے پر قادر ہو جاتے تھے۔ پھر آپ صحابہ کو یاد کرا دیتے تھے۔ مخارج سے حروف کا ادا کرنا بغیر مشق ممکن نہیں۔ مشق کرانا ایک مشقت کا کام ہے۔ قرا، اس طرح شاگردوں کو سکھاتے ہیں کہ گویا وہ خود اُن کے حلق میں اُتار رہے ہیں جس طرح کبوتر اپنے بچوں کو بھراتا ہے یہ محنت و مشقت اور مشق تدریجی نزول ہی سے آسان ہو سکتی تھی۔ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا سے اسی طرف اشارہ ہے

عہدِ جاہلیّت

عہد جاہلیت کا لفظ عرب کے متعلق سُنکر بعض کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ اہل عرب نوشت و خواند سے بالکل بے بہرہ تھے، ان کو یہ معلوم نہیں کہ زمانہ کفر و شرک کے متعلق یہ اسلامی اصطلاح ہے، مسلمانوں نے زمانہ قبل از اسلام کو عہد جاہلیت کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اُس زمانہ میں جیسا بھی علم و فن کا رواج تھا اُس سے اہل عرب بے بہرہ نہ تھے۔ وہ تو ایسے فصیح و زبان آور تھے کہ اپنے سوا تمام جہان کو اعجم (گونگا) کہتے تھے۔ سبع معلقہ کے نادر و لاجواب قصائد جن سے کسی مؤرخ کو انکار نہیں اسی عہد کی تصنیف ہیں اسی زمانہ میں لکھکر کعبہ کے دروازے پر آویزاں کئے گئے اور اُن کی عبادت کیجاتی رہی عرب میں صدہا ادیب و شاعر تھے۔ مسیحی فاضل نوفل نے لکھا ہے ان العرب اقامت تسجد لهذه المعلقات نحو مائة وخمسين سنة الى ان ظهر الاسلام وابطل القرآن بسطوة فصاحته اعتبار العرب بهذه المعلقات (اہل عرب معلقات سبعہ کو ڈیڑھ سو برس تک سجدہ کرتے رہے یہاں تک کہ اسلام ظاہر ہوا اور قرآن نے اپنی فصاحت و بلاغت سے اُن کو رتبہ سے گرا دیا)

(صناجۃ الطرب ص۴۹)

بہت سے لوگوں کے متعلق کتب تاریخ میں موجود ہے کہ وہ عہد جاہلیت میں لکھنا پڑھنا جانتے

www.ahnafmedia.com

تھے۔ سعد بن عبادہ کے متعلق ہے کان فی الجاھلیۃ یکتب بالعربیۃ (طبقات قسم ثانی جلد سوم ص ۱۳۱)
بہت سے کتبات وآثارات ایسے برآمد ہوئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نوشت وخواند میں عرب
اقوام عالم سے پیچھے نہ تھے بلکہ وہی سب کے اُستاد ہیں۔ ہماری کتاب زبان وقلم ملاحظہ ہو۔
عرب ساری دنیا سے تجارت کرتے تھے۔ تمام دنیا کا سفر کرتے تھے۔ ان میں حکومتیں قایم تھیں۔
ہمسایہ حکومتوں سے ان کے تعلقات تھے۔ کیا کوئی عقل باور کرسکتی ہے کہ ایسی قوم نوشت وخواند سے
بالکل نابلد ہوگی۔

عہد جاہلیت سے یہ مطلب ہے کہ ان میں کفر وشرک اور مراسم ورواجہائے نازیبا اور ظالمانہ
جاری تھے۔ جن کو عقل سلیم قبول نہیں کرتی۔ اور اہل علم اُن سے نفرت رکھتے ہیں اسلئے زمانہ قبل از اسلام
کو اصطلاح شریعت میں عہد جاہلیت کہا جاتا ہے

اُمّی

بعض قرآن مجید کی آیت هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا (خدا نے اَن پڑھوں میں سے
رسول بھیجا اُنہی میں سے) سے سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اہل عرب تمام اَن پڑھ تھے۔ ان میں کوئی پڑھا لکھا نہ تھا
مضمون عہد جاہلیت میں یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ مثل دیگر ممالک کے اُس زمانہ میں عرب میں بھی علم کا
چرچا کم تھا۔ چونکہ خواندہ اشخاص خال خال تھے اس لئے باعتبار اکثریت سب کو اُمّی کہا گیا۔ ورنہ کون عقل
قبول کرسکتی ہے کہ کسی ملک میں کسی زمانہ میں اور مرکزی شہروں میں کوئی پڑھا لکھا نہ ہو خاص کر عرب جیسے
ملک اور مکہ جیسے شہر میں جو زیارت گاہ عام تھا جو تاجروں کا مسکن تھا۔

عرب میں حکومتیں قایم تھیں، روم، حبشہ، ایران کی حکومتوں سے اُن کے تعلقات تھے۔ عرب تمام
دنیا کا سفر کرتے تھے۔ تو کیا ایسی قوم ایسے ملک ایسے شہر میں پڑھے لکھے لوگ نہ ہوں گے۔ عرب کے عہد
جاہلیت کے شعراء مشہور ہیں، اُن کے قصائد معلقہ موجود ہیں جن کو سُن سُن کر آج تک فصحاء عالم سر دھن رہے
ہیں۔ تاریخ سے ثابت ہو چکا ہے کہ مکہ میں پڑھے لکھے لوگ بھی تھے۔ اور مشہور مذاہب کے بڑے بڑے علماء بھی تھے
جیسے ورقہ بن نوفل جو کتب سابقہ کے جید اور مشہور علماء میں سے تھے۔ ہاں یہ ضرور تھا کہ بہ نسبت روم، ایران
حبشہ ممالک کے عرب میں پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد کم تھی۔ اُن کو اکثریت ہی کی وجہ سے اُمّی کہا گیا ہے۔
عرب آج بھی بمقابلہ یورپ، ایران، ہندوستان، مصر، جاپان کے اُمّی ہے۔

www.ahnafmedia.com

عہدِ رسالت میں کتابت

میں نے اپنی کتاب زبان و قلم میں ثابت کیا ہے کہ فن کتابت کے موجد عرب تھے۔ اور وہی ساری دنیا کے اُستاد تھے۔ جیسا اُس زمانہ میں تمام اقطاع عالم میں پڑھے لکھے لوگوں کی کمی تھی۔ ایسے ہی مکہ میں بھی اُنکی اقلیت تھی۔ مکہ اور مدینہ کے لوگ تاجر تھے۔ جو دور و دراز ممالک تک سفر کرتے اور سامانِ تجارت لاتے لیجاتے تھے، داد و ستد کرتے، مکہ ایک مقدس مقام تھا۔ جہاں دُور دُور شہروں سے زائر آتے۔ اسکے علاوہ اہل عرب کے حکومت حبشہ، حکومت ایران، حکومت قسطنطنیہ سے تعلقات تھے۔ عرب میں بھی ریاستیں قائم تھیں، ایسی قوم، ایسا ملک کس طرح بالکل نوشت و خواند سے نابلد ہو سکتا ہے۔ خط قیرامون قریش مکہ کی ایجاد تھا جو بعد کو خط عراقی مشہور ہوا۔ اور اس سے خط نستعلیق نکالا گیا (علم الحروف حصہ اوّل ص۴۲)

تقریباً سنہ ۵۰۰ء میں قصائد سبعہ معلقہ کو لکھ کر اہل مکہ نے کعبہ کے دروازے پر آویزاں کیا (حماسۃ الفخر مصنفہ مسیحی فاضل نوفل) اسی مصنف نے کئی جگہ اس کتاب میں لکھا ہے کہ عرب میں اسلام سے قبل نوشت و خواند کا رواج تھا۔

ایک دستاویز قرضہ عبدالمطلب جدِ رسول کریم (۵۹۰ء) کی لکھی ہوئی برآمد ہوئی ہے۔ کتب تاریخ سے ثابت ہے کہ مکہ میں صرف ایک خاندان یعنی قریش میں سترہ آدمی لکھنا جانتے تھے (طبقات ابن سعد) قریش کے بعض غلام بھی لکھنا جانتے تھے جیسے عامر بن فہیرہ غلام ابی بکر (بخاری) قریش میں ابوسفیان ابن حرب فن کتابت کے اُستاد تھے حضرت عمر اور حضرت علی اُن کے شاگرد تھے۔ سب سے پہلے جس شخص نے اسلام قبول کیا وہ خواندہ تھے یعنی ابوبکر صدیق، اُن کے بعد جو مسلمان ہوئے یعنی عثمان بن عفان اور عبدالرحمن بن عوف و سعد بن وقاص و خالد بن سعید یہ سب لکھے پڑھے تھے حضرت عمر چالیسویں مسلمان تھے یہ بھی پڑھے لکھے تھے۔ ان سے پہلے جو لوگ مسلمان ہوئے۔ ان میں دو چار کے سوا سب خواندہ تھے، خباب ابن الارت، شرحبیل بن حسنہ مشہور کاتب تھے۔

طبقات ابن سعد قسم ثانی جلد سوم میں اُن اصحاب کی ایک مختصر فہرست ہے جو اسلام سے قبل لکھنا پڑھنا جانتے تھے جیسے اوس بن خولی۔ اسید بن حضیر، سعد بن عبادہ، رافع بن مالک وغیرہ وغیرہ۔ رافع بن مالک اور ایک صحابی عبداللہ بن سعید مشہور خوشنویس اور اہل کمال تھے جیقدر اسلام ترقی کرتا گیا خواندہ اور ناخواندہ سبھی مسلمان ہوتے گئے۔ لاکھوں اصحاب تھے، اب کون بتا سکتا ہے کہ ان میں کتنے ہزار خواندہ تھے۔ چالیس اصحاب ایسے تھے جن سے رسول کریم کتابت کی خدمت لیتے تھے

www.ahnafmedia.com

صحابیات میں ام المومنین حضرت حفصہ و شفا بنت عبداللہ لکھنا جانتی تھیں اور لڑکیوں کو سکھاتی تھیں (ابوداؤد) جب کفار کے مظالم سے تنگ آکر رسول کریم نے ہجرت فرمائی تو کفار مکہ نے آپ کی گرفتاری پر انعام کا اعلان کیا۔ سراقہ نام ایک شخص انعام کے لالچ میں تلاش میں چلا اور آپ تک پہونچ گیا مگر حافظ حقیقی نے اُس کو آپ پر قادر نہ ہونے دیا اور مجبور کر دیا تو اُس نے عرض کی کہ میں واپس چلا جاؤں گا، آپ مجکو ایک تحریر لکھ دیجئے کہ اگر آپ غالب ہوئے تو مجکو امان ہے۔ آپ نے حضرت ابوبکر کے غلام عامر بن فہیرہ سے ایک چمڑے کے ٹکڑے پر امان نامہ لکھا دیا۔ (بخاری)

مسلمانوں کے لکھے پڑھے ہونے پر قرآن کی اندرونی شہادت بھی ہے یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ فَاكْتُبُوْهُ (اے مسلمانو! لین دین کے معاملات و وعدے کو لکھ لیا کرو) وہی لکھے گا جو لکھنا پڑھنا جانتا ہوگا۔

حدیث کی شہادت من سرّہ ان یحب اللہ ورسولہ فلیقرأ فی المصحف (جسے خدا اور رسول کی محبت خوش کرے وہ قرآن دیکھکر تلاوت کرے (کنز العمال جلد اول ص۵)

رسول کریم نے عبداللہ بن سعید بن العاص کو جو مشہور خوشنویس تھے، لڑکوں کو لکھنا پڑھنا سکھلانے پر مامور فرمایا (استیعاب جلد اول ص۳۹۳) عبادہ بن صامت اصحاب صفہ کو قرآن اور کتابت کی تعلیم دیتے تھے (ابوداؤد جلد ۲ ص۱۲۳)

رسول کریم صحابہ کو خوشنویسی کی طرف توجہ دلاتے تھے، آپ کا ارشاد ہے علیکم بحسن الخط فانہ من مفاتیح الرزق۔ یعنی اچھا لکھنے کو لازم پکڑو۔ یہ رزق کی کنجی ہے)

حضرت علی نے حضرت عبداللہ بن عباس کو ہدایت فرمائی یاعبداللہ وسع بین السطور واجمع بین الحروف وراع المناسبۃ فی صورھا واعط کل حرف حقھا (اے عبداللہ! سطروں کے درمیان فاصلہ چھوڑ، حرفوں کو ملا کر لکھ۔ شکلوں کی مناسبت کا خیال رکھ۔ ہر حرف کو اُس کا حق عطا کر۔ سر ولیم میور نے لکھا ہے :۔ اسمیں شک نہیں کہ محمد کے دعویٰ نبوت سے بہت پہلے مکہ میں فن تحریر مروج تھا۔ (دیباچہ لائف آف محمد)

سامان کتابت

عرب کی قدیم تحریریں پتھروں، روغنی کپڑوں وغیرہ پر برآمد ہوئی ہیں۔ مسیحی فاضل نوفل نے لکھا ہے کہ اہل عرب ایک کپڑے کو روغن دیکر لکھنے کیلئے بناتے تھے اسکو مہرق کہتے تھے (صناجۃ الطرب)

قرطاس کا رواج بھی عرب میں اسلام سے پہلے تھا۔ قرآن مجید میں کئی جگہ قرطاس کا ذکر ہے
وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ الآیۃ
سفید پتھر کی تپلی تپلی چکنی چکنی چوکور تختیاں بناتے تھے ان کو لخاف کہتے تھے۔ کھجور کے درخت کی شاخوں کی جڑ کے پاس مثل چمڑے کے ایک کھال ہوتی ہے اسکو گوند وغیرہ سے چکنا کرکے ورق بناتے تھے اس کو عسیب کہتے تھے۔ لکڑی کی تختی لکھنے کیلئے بناتے تھے۔ اونٹ کے شانہ کی چوڑی ہڈیوں کو ہموار و صاف کرکے تختی بناتے تھے۔ ہرن کی کھال کے ورق بناتے تھے۔ انہی چیزوں پر قرآن لکھا گیا یہ نہیں کہ اچھے دو اچھے کے پرزوں پر۔

سامان کتابت کے بہت سے نام تھے۔ صحف، کتف، اسفار۔ زبر۔ الواح۔ رق قلم۔ مداد (روشنائی) نون (دوات) سفرۃ (لکھنے والے لوگ) کاتبین (لکھنے والے لوگ) جب یہ سامان موجود و مستعمل تھا جبھی تو اصطلاحیں تھیں۔
رق (چمڑے کا ورق) کتف (اونٹ یا بکرے کے شانے کی چوڑی ہموار و صاف شدہ ہڈی)۔ لخفہ (پتھر کی تپلی تختیاں) قتب (پالان کی لکڑی) کاغذ کی جگہ یہ چیزیں مستعمل تھیں۔

قسمہائے قرآن مجید

قرآن زبان عرب میں ہے۔ فصحائے عرب کے طرز کی موافق کلام ہے۔ فصحاء عرب قسم کے ساتھ کلام کو مؤکد کرتے تھے۔ یہ ایک زبان کا محاورہ اور طرز ہے۔ انجیر۔ زیتون، گھوڑے وغیرہ کی قسمیں جو قرآن میں ہیں بلحاظ حسب قاعدہ فصحاء عرب لفظ رب محذوف ہے یعنی ان مفید اشیاء کے رب کی قسم۔ ہمارے اُردو میں بھی رواج ہے کہتے ہیں۔ اپنے سر کی قسم، لہو کی قسم، تیرے سر کی قسم۔
اشیاء مذکورہ کو اہل عرب واجب الاحترام سمجھتے تھے۔ اسلئے قسم کے ساتھ بیان کیا گیا کہ جب تم ان کو واجب الاحترام سمجھتے ہو تو اُن کے رب پر ایمان لاؤ۔ وہ خالق جس نے تم کو ایسی کثیر النفع اشیاء عطا کیں۔ لائق عبادت ہے۔ جہاں پر جس چیز کی قسم ہے وہاں اُس چیز کو اس مضمون سے مناسبت ہے قسمہائے قرآن مجید کے متعلق بہت سی ضخیم کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ یہاں اس سے زیادہ گنجائش نہیں۔

کتاب اللہ اور کلام اللہ

کتاب اللہ۔ وہ کتاب جس کے معنی و مطلب خدا کی طرف سے ہوں اور الفاظ و عبارت فرشتے کے

کے ہوں یا نبی کے۔ کلام اللہ وہ کتاب جس کے حروف و الفاظ و عبارت و معنی و مطالب سب خدا کی طرف سے ہوں، فرشتہ یا نبی کو اسمیں دخل نہ ہو۔

توریت، زبور، انجیل اور دیگر صحف انبیاء کتاب اللہ ہیں، کلام اللہ نہیں۔ انہیں الفاظ و عبارت انبیاء علیہم السلام کی تھی۔ الواح موسیٰ میں الفاظ و عبارت فرشتے کی تھی۔ اسی وجہ سے توریت وغیرہ صحائف کی حفاظت اُمت کے ذمہ تھی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

إِنَّآ أَنزَلْنَا ٱلتَّوْرَىٰةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا ٱلنَّبِيُّونَ ٱلَّذِينَ أَسْلَمُوا۟ لِلَّذِينَ هَادُوا۟ وَٱلرَّبَّٰنِيُّونَ وَٱلْأَحْبَارُ بِمَا ٱسْتُحْفِظُوا۟ مِن كِتَٰبِ ٱللَّهِ وَكَانُوا۟ عَلَيْهِ شُهَدَآءَ

(یعنی ہم نے توراۃ نازل کی جسمیں ہدایت اور روشنی ہے۔ حکم کرتے تھے پیغمبر جو کہ حکمبردار تھے اللہ کے یہود اور حکم کرتے تھے درویش اور عالم اسواسطے کہ وہ نگہبان ٹھہرائے گئے تھے اللہ کی کتاب پر اور اسکی خبرگیری پہ مقرر تھے۔ (مائدہ پارہ ششم)

تمام انبیاء کو خدا کی طرف سے وحی عربی میں ہوتی تھی۔ انبیاء اُس مطلب کو قوم کی زبان میں ادا کرتے تھے۔ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِۦ (کوئی رسول نہیں بھیجا ہم نے مگر وہ بولی بولتا تھا اپنی قوم کی کہ اُس کے آگے کھولے (سورہ ابراہیم پارہ سیزدہم)

قال سفیان الثوری لم ینزل وحی الا بالعربیة ثم ترجمه کل نبی لقومه وکان یترجم ذلك جابریل علیه السلام (وحی عربی میں نازل ہوتی تھی نبی یا جبریل اس کا ترجمہ قوم کی زبان میں کردیتے تھے (روح المعانی جلد سیزدہم ص۱۶۷)۔

قرآن مجید کلام اللہ ہے اُس کے حروف الفاظ، عبارت وغیرہ سب اللہ کی طرف سے ہیں، ملک یا نبی کا اسمیں کوئی دخل نہیں۔

کتب مقدسہ چونکہ بندوں کا کلام تھا۔ اس لئے بندوں کا کلام اسمیں مل سکا۔ ان کی حفاظت بھی بندوں ہی کے ذمہ کی گئی تھی۔ اُنہوں نے حفاظت میں کوتاہی کی اور خود اپنی دنیاوی ضرورتوں سے اُن کی تحریف پر آمادہ ہوگئے۔ اور یہ تمام کتاب اور اُن کے احکام ایک مدت معین کیلئے تھے اور قرآن ہمیشہ کیلئے ہے اس لئے قرآن ایسی زبان میں نازل کیا گیا اور فصاحت و بلاغت کے اُس اعلیٰ درجہ پر رکھا گیا کہ کوئی انسان اسمیں تحریف کرنے پر قادر نہ ہوسکے۔ اور اسی وجہ سے خدا نے اسکی حفاظت اپنے ذمہ رکھی۔

وحی کے طریقے

حسب ذیل طریقے نزولِ وحی کے احادیث سے ثابت ہوتے ہیں۔

www.ahnafmedia.com

(۱) فرشتہ وحی لیکر آئے اور ایک آواز مثل گھنٹی کے معلوم ہو۔

(۲) فرشتہ دل میں کوئی بات ڈال دے۔

(۳) فرشتہ آدمی کی صورت میں آکر کلام کرے۔

(۴) اللہ تعالیٰ بیداری میں رسول کریم سے کلام فرمائے جیساکہ معراج میں ہوا۔

(۵) حق تعالیٰ خواب میں کلام فرماتے۔

(۶) فرشتہ خواب میں کلام کرے۔

ف و ۔ قسم کی وحی قرآن میں نہیں۔

اشاعت قرآن

سابقہ بیانات سے ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن حضور علیہ السلام کے عہد میں تمام عرب اور بعض اور اقطاع عالم میں پہونچ چکا تھا اور عہد خلافت راشدہ میں تو گویا دنیا کے ہر حصے میں پہونچ چکا تھا۔ خلافت راشدہ کے بعد حکومت پسند اور اکثر عیش پسندوں کی سلطنت رہی اشاعت قرآن و اسلام میں کسی حکمران نے نمایاں حصہ نہیں لیا۔

ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں کہ فی الواقع دین اسلام بعوض اس کے کہ بزور شمشیر شائع کیا گیا ہو محض بہ ترغیب اور بزور تقریر شائع کیا گیا۔ خلفاء اسلام نے ملکی اغراض کے مقابل میں ہرگز بزور شمشیر دین کو پھیلانے کی کوشش نہیں کی (نگارستان کشمیر ۲۶۳ بحوالہ تمدن عرب)

خلافت راشدہ کے بعد اشاعت قرآن علماء و صوفیاء و تاجروں نے کی۔ ڈاکٹر آرنلڈ نے اس تحقیقات کے متعلق ایک ضخیم کتاب لکھی۔ اس کا نام پریچنگ آف اسلام ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے مستند تاریخی حوالوں سے ہر ملک کے متعلق تمام ثابت کیا ہے کہ قرآن کی اشاعت علماء اور درویشوں اور سوداگروں نے کی اور بھی محققین نے ایسا ہی لکھا ہے۔ مسٹر ڈیون پورٹ نے لکھا ہے کہ :۔ ایک سبب ترقی اسلام کا یہ ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کو تجارت کے ذریعہ سے اشتہار دیا۔ اس واسطے کہ جو مسلمان ممالک مشرقیہ میں آکر بسے انہوں نے یہ کتاب اُن بادشاہوں تک پہونچائی جو پیشتر کوئی خاص مذہب نہ رکھتے تھے (نگارستان کشمیر ۲۶۳ بحوالہ اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن)۔ ڈاکٹر آرنلڈ صاحب ایک موقع پر لکھتے ہیں ہر مسلمان تاجر دنیا میں سب سے زیادہ کامیاب مبلغ ثابت ہوئے ہیں۔ (حوالہ مذکور بحوالہ پریچنگ آف اسلام)

www.ahnafmedia.com

اعتراضات کی حقیقت

قرآن مجید اور رسول کریم اور اسلام پر غیر مسلموں نے بہت سے اعتراضات کئے ہیں۔ اِن اعتراضات کی بنیاد یہودیوں نے قائم کی مگر وہ کچھ زیادہ فروغ نہ دے سکے۔ پھر متعصب عیسائیوں نے اُن کو سنبھالا اور خوب اچھالا۔ یہ اعتراضات اکثر اتہامات اور مغالطے تھے۔ ایک مدت تک اہل یورپ اس دلدل میں پھنسے رہے۔ جب انہوں نے اسلامی علوم حاصل کر کے تحقیقات کی تو اُن کی آنکھیں کھل گئیں اور بے اختیار بول اُٹھے کہ ہمارے علمانے ہم کو مغالطہ دیا۔ ہندوستان میں اُن مردودہ اعتراضات کو آریوں نے نمک مرچ لگا کر شائع کیا۔ حق گو اور حق پسند انسانوں سے کوئی زمانہ، کوئی ملک، کوئی قوم خالی نہیں۔ آخر انہی کے ہم مذہبوں نے اُن کی قلعی کھولی۔

اول یہودیوں نے مشہور کیا کہ مسلمان تثلیث کے قائل ہیں اور اُن کے تین دیوتا ہیں۔ عیسائیوں نے یہ اُڑا دیا کہ محمد اپنے طلائی بت کی پرستش کراتا تھا (ترجمہ کتاب ہسٹری دی کاسٹری عربی ص۲۹)

ایسے ہی اور اعتراضات تھے، کہیں آیتوں کے غلط ترجمے، کہیں حدیثوں کا غلط مفہوم، کہیں ظلم و ستم اور جبر کی فرضی داستانیں گھڑ کر پھیلائیں۔ آخر انہی میں سے پھر محققین کی ایک جماعت نے ان کا سارا تار پود شکست کر دیا۔ اور صاف لفظوں میں لکھا کہ:۔

"جو الزام یورپ کے متعصب پادریوں اور سرگرم وقائع نگاروں نے اسلام اور داعی اسلام پر لگائے ہیں آج اُن کی تحقیق پر پتہ چل گیا کہ یہ الزام خود ہماری روسیاہی کا باعث ہیں"

(ہیرو اینڈ ہیرو شپ ص۲۰)

پنڈت دیانند کے متعلق گاندھی جی نے لکھا کہ:۔ اُنہوں نے جین دھرم۔ اسلام، مسیحیت اور خود ہندو دھرم کے متعلق بہت سی غلط بیانیاں کی ہیں۔ (غازیان ہند ص۱۵۵ بحوالہ ینگ انڈیا)

پنڈت ستیہ کیشو پرشاد پروفیسر تاریخ گروکل کانگڑی رسالہ بھارت متر میں لکھتے ہیں:۔

"بیشک دیگر مذاہب کی تردید کرنے میں سوامی جی نے ناانصافی کی ہے اور صحیح ترجمے اور مفہوم کو بگاڑ دیا ہے" (رسالہ مذکورہ ۱۹۲۳ء)

ہندو فاضل بی۔ ایس اندل واہوشیار پوری لکھتے ہیں کہ بانیان مذاہب میں سے سب سے زیادہ ناانصافی اور ظلم اگر کسی پر کیا گیا ہے تو بانی اسلام پر اور کوشش کی گئی ہے کہ پیغمبر اسلام کو ایک خونخوار اور بے رحم انسان دکھلایا جائے اور خواہ مخواہ دوسروں کو آن سے نفرت دلائی جائے۔ اس کا بڑا سبب

www.ahnafmedia.com

یہ ہوا کہ محمد کی لائف پر تنقید کرنے والوں نے اسلامی تاریخ اور بانی اسلام کی سیرت کا صحیح طور پر مطالعہ کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کی بلکہ سنی سنائی اور بے بنیاد باتوں کو سرمایہ بنا کر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ اگر وہ اسلامی روایات کو سمجھ لیتے اور سچائی کے اظہار کیلئے اپنے اندر کوئی ہمت و جرأت پاتے تو یقیناً وہ اپنی رائے تبدیل کرنے پر مجبور ہو جاتے (رسالہ مولوی ربیع الاول ۱۳۵۲ھ)

لالہ رام چندر مچندہ نے اسلام اور آنحضرت کے متعلق منصفانہ رائے ظاہر کی (ان کے مضمون کے چند فقرے باب پنجم میں ہیں) اس پر اخبار گرو گھنٹال نے لالہ صاحب کو برا بھلا کہا وہ لکھتا ہے کہ (لالہ رام چند مچندہ نے محمد صاحب کو لاثانی اور یکتا ہی قرار نہیں دیا بلکہ اُن کی تعلیم کو بھی پاک، عالمگیر اور برگزیدہ قرار دے کر اس پر الہامی ہونے کی مُہر لگا دی ہے۔ اب کون ہے جو مچندہ صاحب کے اس تسلیم کردہ برگزیدہ اور الہامی تہذیب و تعلیم کی مخالفت کر سکتا ہے۔ اگر ہندو قوم کے لیڈر ایسے ہی ہیں جیسے یہ جانی بکوشن صاحب تو پھر ہم کو یہ کہنے میں ذرا بھی تأمل نہیں کہ ہندوؤں کو دشمنوں کی ضرورت نہیں (گرو گھنٹال ۱۲ر اگست ۱۹۲۳ء)

یہ حالت و ذہنیت ہے اُن لوگوں کی جو اسلام پر اعتراضات کرتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ اُن کے اعتراضات میں صدق و راستی کا پتہ نہیں اور ان کو حق بات سُننے کی تاب نہیں۔

حدیث

حدیث حکم خدا اور کلام رسول ہے۔ حدیث پر عمل کرنے کی خداوند ذوالجلال کی طرف سے تاکید ہے جبریل حدیث بھی نازل کرتے تھے (کان جبریل ینزل علی النبی بالسنۃ کما ینزل علیہ بالقرآن (سنن دارمی)

حدیث کے متعلق رسول کریم کا ارشاد ہے عن الحسین قال قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا کتبتم الحدیث فاکتبوہ باسنادہ یعنی حدیث کو سند کے ساتھ لکھا کرو (بغیۃ الوعاۃ سیوطی)

الا ادلکم علی الخلفاء منی ومن اصحابی ومن الانبیاء من قبلی ھم حملۃ القرآن والاحادیث عنی وعنھم یعنی میرے اور میرے اصحاب اور انبیاء سابقین کے خلفا وہ ہیں جو خدا کی رضا کے لیے قرآن حفظ کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں اور میری حدیثوں کی روایت کرتے ہیں (جامع صغیر)

من کتب عنی اربعین حدیثا وجاء ان یغفر اللہ لہٗ غفر لہ رواہ ابن الجوزی یعنی

جو شخص میری چالیس حدیثیں بامید مغفرت لکھے گا خدا اُس کو بخش دے گا۔ (مسند احمد بن حنبل جلد رابع و منتخب کنز العمال بر حاشیہ)

ابتدائی زمانہ میں حضور نے حدیث لکھنے کی ممانعت کی تھی۔ عن ابی سعید ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لا تکتبوا عنی غیر القرآن ومن کتبہ فلیمحہ۔ یعنی مجھ سے قرآن کے سوا کچھ نہ لکھو اور جس نے لکھا ہو مٹا دے)۔

رسول کریم نے بعض معاملات میں بمقتضائے مصلحت تغیر و تبدل بھی فرمایا ہے اور حدیثوں میں ناسخ و منسوخ بھی ہے۔ اسلئے ہمارے ائمہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ حضور کے آخری زمانہ کی حدیثیں حجت ہیں مذکورہ بالا حدیث ابتدائی زمانہ کی ہے۔ چونکہ قرآن نازل ہو رہا تھا۔ نیا نیا معاملہ تھا صحابہ اچھی طرح تعلیم نہ پا چکے تھے۔ آپ نے بنظر احتیاط یہ فرمایا تھا تاکہ کہیں غلطی سے قران و حدیث کو نہ ملا دیں۔ جب صحابہ میں ایک بڑا گروہ اس قابل ہو گیا کہ دوسروں کو تعلیم کرنے لگا تو آپ نے تحریر حدیث کی اجازت دیدی اس لئے یہ حدیث اجازت کی حدیث سے منسوخ ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں یہی لکھا ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کے متعلق اچھا فیصلہ کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث موقوف ہے اور اجازت کتابت کی حدیث مرفوع ہے اس لئے اجازت والی حدیث کو ترجیح ہے۔

حدیث موقوف کے متعلق امام نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک لائق حجت نہیں۔ علامہ سید شریف جرجانی اور علامہ محمد طاہر صاحب مجمع البحار اور قاضی شوکانی صاحب نیل الاوطار نے بھی لائق حجت قرار نہیں دیا۔ مگر احتیاط کا مسلک یہ ہے کہ جو موقوف حدیثیں آیات قرآنی یا احادیث مرفوعہ کے موافق ہیں وہ لائق حجت ہیں اور جو مخالف ہیں قابل حجت نہیں رسول کریم نے خود حدیثیں لکھائیں۔ اور آپ کی لکھائی ہو حدیثیں آج تک موجود ہیں ان میں سے بعض کے فوٹو بھی شائع ہوئے ہیں۔ اور صحابہ نے آپ کی حیات میں حدیثیں لکھیں اور کتابیں مرتب کیں۔

ائمہ حدیث نے حدیث کی قسمیں مقرر کی ہیں۔ کتب احادیث کے چار طبقے مقرر کئے ہیں۔

راویان حدیث کے بھی چار درجے مقرر کئے ہیں۔ راویوں کے درجات باعتبار علم و فضل، زہد و اتقاء فہم و صحت وغیرہ قایم کئے گئے۔ جو راوی علم و فضل میں سب سے کم، عقل و فہم میں کم، حفظ و اتقاء میں کم ہیں اور کسی مرض میں مبتلا ہیں یا اُن کے صحیح حالات معلوم نہیں اُن کو درجہ چہارم میں رکھا گیا ہے۔

کتب احادیث میں درجہ اول کی کتابیں تین ہیں۔ موطا امام مالکؒ۔ صحیح بخاریؒ۔ صحیح مسلمؒ۔ آخر الذکر دونوں کتابوں کو صحیحین کہتے ہیں۔ ان میں جو حدیثیں مرفوع متصل ہیں وہ سب یقیناً صحیح ہیں

www.ahnafmedia.com

ان کتابوں میں دوثلث کے قریب درجۂ اوّل ودوم کے راویوں کی روایتیں ہیں اور ایک ثلث میں درجہ سوم کے راوی بھی ہیں۔ ادنیٰ درجہ یعنی درجہ چہارم کے راویوں کی روایتیں ان میں نہیں ہیں۔ ان کے متعلق بھی شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے فرمایا ہے کہ صحیحین کو صحیحین باعتبار اغلبیت کہا جاتا ہے ورنہ حسن وضعاف ان میں بھی ہیں۔ صحیحین ہی صحاح ستہ میں اوّل درجہ کی کتابیں ہیں۔ صحیحین میں علت ظاہری سے حفاظت کا کامل التزام ہے۔ علت معنوی کا کم التزام ہے۔ بخاری میں رسول کریمؐ کی عمر ۶۵ سال مذکور ہے جو صحیح نہیں۔ مگر بخاری کا التزام بجائے خود قائم ہے۔ ان کی روایت ابن عباسؓ سے ہے۔ ابن عباس نے ضرور ۶۵ سال بیان کی۔ ابن عباس سے شمار یا حساب میں غلطی ہوئی ہو۔ یا ان کی معلومات اس باب میں صحیح نہ ہو۔ اس کا بار بخاری پر نہیں۔ روایت بالکل صحیح ہے

صحاح ستہ میں یہ چھ کتابیں ہیں۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی۔ سنن ابی داؤد، سنن نسائی سنن ابن ماجہ۔ ان میں صحیحین اوّل درجہ کی ہیں لیکن ان میں حسن وضعاف روایات ہیں اور درجہ سوم کی روایات بھی ہیں

صحاح ستہ میں جامع ترمذی نمبر سوم اور طبقات کتب حدیث میں طبقہ دوم کی کتاب ہے۔ اسمیں نصف کے قریب درجہ سوم کے راویوں کی روایتیں ہیں۔ اور باقی نصف میں سے دوثلث میں درجہ اول ودوم کے راویوں کی اور ایک ثلث میں درجہ چہارم کے راویوں کی روایتیں ہیں۔ ترمذی کے متعلق علماء متقدمین نے لکھا ہے کہ امام ترمذی نے بعض ایسی حدیثوں کی تحسین کی ہے کہ جن کی نہ کرنی چاہئے تھی

سنن ابی داؤد۔ سنن نسائی۔ یہ دونوں کتابیں طبقات کتب حدیث میں طبقہ دوم کی کتابیں ہیں اور صحاح ستہ میں بہ ترتیب نمبر چہارم وپنجم کی۔ باقی ان کی کیفیت بھی مثل جامع ترمذی کے ہے۔

سنن ابن ماجہ۔ یہ صحاح ستہ میں درجہ ششم کی اور طبقاتِ کتب حدیث میں طبقہ سوم کی کتاب ہے اسمیں ایک ثلث سے کم درجہ اوّل ودوم کے راویوں کی روایتیں ہیں اور ایک ثلث سے زیادہ درجہ سوم کی اور ایک ثلث درجہ چہارم کے راویوں کی روایتیں ہیں۔

کتبِ حدیث کا طبقۂ چہارم جو ادنیٰ درجہ کا طبقہ ہے۔ اس طبقہ کی کتابوں میں ضعیف مجہول ومجروح راویوں کی روایتیں زیادہ ہیں۔ اس طبقہ کی خاص خاص کتابیں یہ ہیں۔

تصانیف ابن مردویہ۔ تصانیف حاکم۔ تصانیف فردوس دیلمی۔ تصانیف جوزقانی۔ تصانیف سہیلی تصانیف ابن عساکر۔ روضۃ الاحباب وغیرہا۔ اس طبقہ کے کتابوں کی کوئی حدیث اس وقت تک قبول نہیں کیجاسکتی جب تک وہ شرائط شیخین پر ثابت نہ ہو۔ انہی کتابوں کی روایتوں کے متعلق حضرت

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں :-

"احادیثے کہ نام ونشان آنہا در قرون سابقہ معلوم نبود و متاخرین آن را روایت کردہ اند پس حال آنہا از دو شق خالی نیست یا سلف تفحص کردند و آن را اصلے نیافتہ اند تا مشغول بروایت آنہا می شدند یا یافتند و در آن قدحے و علتے دیدند کہ باعث شد ہمہ آنہا را بر ترک آنہا و علی کل تقدیر این احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بآنہا تمسک کردہ شود۔ و درین قسم احادیث کتب بسیار مصنف شدہ اند و بشتر مسالہ و وضع احادیث و اکثر مسائل نادرہ از ہمیں کتب می برآید۔ و اکثر تصانیف شیخ جلال الدین سیوطی در رسائل و نوادر خود ہمیں کتابہا است" (عجالہ نافعہ)

حدیثوں کی جانچ کیلئے علم الروایۃ و علم الدرایۃ ایجاد ہوئے ہیں وہ علوم جن سے حدیثوں کی جانچ ہوتی ہے انہیں عظیم الشان علم اسماء الرجال ہے۔

ڈاکٹر اسپرنگر نے لکھا ہے کہ کوئی قوم دنیا میں آج تک ایسی نہیں گذری جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال جیسا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ اشخاص کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ (انگریزی مقدمہ اصابہ)۔

اسلئے حدیث جب تک اصول روایت و اصول درایت کی موافق صحیح ثابت نہو قبول نہیں کیجائیگی۔ کم علم، کج فہم، متعصب اور ہٹ دھرم معترض ادنی درجہ کی کتابوں اور ضعیف و مجہول راویوں کی بناء ڈھونڈا کرتے ہیں۔

کتب احادیث کی تعداد اٹھارہویں صدی عیسوی تک (۱۴۶۵) بیان کی گئی ہے (احادیث اہل اسلام مصنفہ پادری ڈبلیو گولڈ بحوالہ ایتلاف النبلاء ڈکشنری آف اسلام) اس کے بعد اور اضافہ ہوتا رہا۔ کسی کتاب کی روایت بغیر جانچ قبول نہیں کی جاسکتی۔

تحریراتِ عہدِ رسالت

بعض تاریخ سے ناواقف اور معاند کہدیتے ہیں کہ عہد رسول کریم میں کوئی تحریر نہیں ہوئی کیونکہ عرب جاہل اور فن کتابت سے ناواقف تھے۔ سامان کتابت بھی نہ تھا۔ اور بعض وہ مسلمان جن کی معلومات محدود ہیں کہدیتے ہیں کہ عہد رسول کریم میں قرآن کے سوا حدیث نہیں لکھی گئی۔ اس بیان میں اجمال کے ساتھ حضور کے عہد مبارک کی تین سو کے قریب تحریرات کا ذکر ہے اور ان کے متعلق کافی

www.ahnafmedia.com

ثبوت پیش کیا گیا ہے۔

صاحب مفتاح الافکار نے رسول کریم کے (۳۶) خطوط نقل کئے ہیں۔ حضور کی تمام تحریرات کو صاحبزادہ عبدالرحیم خاں مظفر جنگ ہوم ممبر ریاست ٹونک نے مع عبارت و ترجمہ و حوالہ اپنی کتاب بنام مراسلات نبویہ میں جمع کیا ہے جن کی تعداد (۲۵۰) سے زیادہ ہے۔

اخی محترم مولانا الحاج ابوالقاسم محمد حفظ الرحمٰن صاحب و اخی محترم مولانا الحاج عبدالبصیر آزاد صدیقی نے اپنی تصانیف میں بعض مراسلات کا ذکر کیا ہے۔

میرے شمار کے موافق کل تعداد تین سو کے قریب ہے۔ میں سب کا ذکر بوجہ طوالت نہیں کر سکتا بعض بعض کا ذکر کرتا ہوں۔ بالخصوص وہ جن کا تعلق حدیث سے ہے۔ یوں تو حضور کی ہر تحریر حدیث ہے اور ہر ایک سے کچھ نہ کچھ مسائل کا استنباط ہوتا ہے۔ مگر میں صرف اُن کا ذکر کروں گا جن کا کھلا ہوا تعلق حدیث سے ہے دو چار اس شرط سے مستثنیٰ بھی ہیں۔

(۱) معاہدات حدیبیہ وغیرہ (ابن ماجہ۔ طبقات ابن سعد)

(۲) فرامین قبائل کے نام۔ (ابن ماجہ۔ طبقات ابن سعد)

(۳) خطوط اُمراء وسلاطین کے نام (بخاری و تذکرۃ الحفاظ)

(۴) فہرست اسماء صحابہ (بخاری)

(۵) فتح مکہ کے بعد حضور نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ ایک صحابی ابوشاہ یمنی نے عرض کیا کہ مجھکو لکھا دیجئے حضور نے فرمایا اکتبوا لابی شاہ (ابوشاہ کیلئے لکھدو) یہ لکھکر اُن کو دیدیا گیا (بخاری کتاب العلم، ابوداؤد کتاب المناسک)

(۶) کتاب الصدقہ۔ حضور نے ابوبکر بن حزم صحابی حاکم بحرین کو احکام زکوٰۃ لکھائے اور اسکی نقل دیگر عمال کو بھی بھیجی گئی یہ دو صفحے تھے (مسند احمد بن حنبل۔ دارقطنی) یہ تحریر خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے آل حزم سے سنہ ۹۹ھ میں لے لی تھی۔ (دارقطنی)

(۷) عمرو بن حزم صحابی کو ایک ضخیم رسالہ لکھا دیا تھا جسمیں تلاوت قرآن، نماز، زکوٰۃ۔ طلاق۔ عتاق قصاص۔ دیت، فرائض، سنن۔ مس مصحف وغیرہ کے احکام تھے۔ اس رسالہ کا ذکر نسائی، موطا امام مالک مستدرک حاکم و تاریخ خطیب بغدادی وغیرہ وغیرہ تیئس کتابوں میں ہے۔ علامہ ابن قیم نے اس رسالہ کے متعلق لکھا ہے۔ ھو کتاب عظیم۔ (زاد المعاد جلد اوّل)

(۸) عبداللہ بن حکیم صحابی کے پاس حضور کا ایک نامہ تھا جسمیں مُردہ جانوروں وغیرہ کے متعلق

www.ahnafmedia.com

احکام تھے۔ (معجم صغیر للطبرانی)

(۹) وائل بن حجر صحابی کو نماز، ربوا، شراب وغیرہ کے احکام لکھائے تھے (معجم صغیر)

(۱۰) ضحاک بن سفیان صحابی کے پاس حضور کی تحریر کرائی ہوئی ایک ہدایت تھی جسمیں شوہر کی دیت کا حکم تھا (ابوداؤد - دارقطنی)

(۱۱) معاذ بن جبل صحابی کو ایک تحریر بھیجی گئی جس میں سبزترکاریوں پر زکوٰۃ نہ ہونے کا حکم تھا (دارقطنی)

(۱۲) مدینہ بھی مثل مکہ کے حرم ہے اسکے متعلق حضور کی تحریر رافع بن خدیج کے پاس تھی (مسند احمد)

(۱۳) حذیفۃ الیمان کو ایک فرمان لکھایا جسمیں زکوٰۃ کے فرائض کا بیان تھا۔ (طبقات ابن سعد)

(۱۴) علاء بن الحضرمی کو زکوٰۃ کے مسائل لکھائے۔

(۱۵) حضرت ابوبکر صدیق کو ۹ ہجری میں جب امیر الحج بنا کر بھیجا تو سنن حج لکھا دیئے (بیہقی)

(۱۶) عمیر بن اقصیٰ سلمی کو فرمان لکھایا۔ اسمیں صدقہ اور جانوروں کی زکوٰۃ کے احکام تھے (سیرت شامی)

(۱۷) غالب بن عبداللہ لیثی کو فرمان لکھایا اسمیں غنیمت کا حکم تھا۔

(۱۸) وفد ثمامہ کو ایک تحریر لکھائی اسمیں فرائض و صدقات کا بیان تھا۔

(۱۹) ابی وسمہ کو ایک تحریر لکھائی اسمیں دفینہ کے احکام تھے۔

(۲۰) ابی راشد الازدی کو نماز کے احکام لکھائے۔

(۲۱) اسقف اہل نجران کو فرمان لکھایا اسمیں دعوت اسلام اور جزیہ کا حکم تھا۔

(۲۲) اساقفہ نجران کو ایک دوسرا فرمان لکھایا اسمیں صرف جزیہ کی تفصیل تھی۔

(۲۳) حکام حضر موت کو نماز، زکوٰۃ، خمس کے احکام لکھائے۔

(۲۴) اہل دومۃ الجندل کو جزیہ و زکوٰۃ کے احکام لکھائے۔

(۲۵) اہل طائف کو حرمت نبیذ کھجور کا حکم لکھایا۔

(۲۶) دومۃ الجندل وقطن قبائل کو احکام عشر لکھائے۔

(۲۷) قبائل عربا واذرح کو جزیہ کی تفصیل لکھائی۔

(۲۸) نبی نہد کو زکوٰۃ کے جانوروں کے متعلق ہدایات لکھائیں۔

(۲۹) بنی حنیفہ کو جزیہ کے مسائل لکھائے۔

(۳۰) وفد بنی بارق کو پھلوں اور چراگاہوں کے متعلق احکام لکھائے۔

(۳۱) تمیم داری کو قبول ہدیہ کا مسئلہ اور شہری اشیاء کے استعمال کے احکام لکھائے۔

www.ahnafmedia.com

(۳۲) جنادہ ازدی کو مال غنیمت کا مسئلہ لکھایا۔

(۳۳) جیفر و عبد ملوک عمان کو عشر وغیرہ کے احکام لکھائے۔

(۳۴) حارث بن کلال و معافیر و ہمدان کو خمس وغیرہ کے احکام لکھائے۔

(۳۵) حارثہ و حصن و بنی قطن کو عشر کے احکام لکھائے۔

(۳۶) خالد بن ضماد ازدی کو ارکان اسلام لکھائے۔

(۳۷) ذرعہ بن سیف کو جزیہ و زکوٰۃ کے احکام لکھائے۔

(۳۸) ربیعہ بن ذی مرحب حضرمی کو محصول وغیرہ کے احکام لکھائے۔

(۳۹) شرجیل، حارث و نعیم بنی عبد کلال کو مالِ غنیمت و عشر و زکوٰۃ کے مسائل لکھائے

(۴۰) عام مسلمانوں کے لئے ایک تحریر لکھائی جس میں پکنے سے قبل کھجور کی فروخت اور خمس سے حصہ لینے کے احکام تھے۔

(۴۱) عدا بن خالد کو بیع سے قبل شے کے عیوب ظاہر کر دینے کے احکام تھے۔

(۴۲) حضرت عمر کو مسائل صدقہ لکھائے۔

(۴۳) حضرت ابوبکر صدیق کو مسائل صدقات لکھائے۔

(۴۴) عمائد کلب کو مع قطن مسائل زکوٰۃ لکھائے۔

(۴۵) عہد نامہ درمیان مہاجرین و انصار و یہود لکھایا اس میں دیتہ و فدیہ کا حکم تھا۔

(۴۶) مالک بن احمر کو خمس کے مسائل لکھائے۔

(۴۷) مجاعہ بن مرارہ اسلمی کو خمس و حصص ذوی القربیٰ کے احکام لکھائے۔

(۴۸) مصعب بن زبیر کو نماز جمعہ کا حکم لکھایا۔

(۴۹) مطرف بن کاہن باہلی کو مسائل زکوٰۃ لکھائے۔

(۵۰) معاذ بن جبل کو قبول ہدیہ کا مسئلہ لکھایا۔

(۵۱) منذر بن ساوی کو جزیہ کے مسائل لکھائے۔

(۵۲) منذر بن ساوی کو مجوس کے متعلق احکام لکھائے۔

(۵۳) آل اکیدر کو ایک فرمان لکھا اس زمانہ تک آپکی مہر تیار نہیں ہوئی تھی اس پر آپنے انگوٹھا لگا دیا۔ (حکماء یورپ کو اٹھارویں صدی میں فنگر اسپریشن کا علم ہوا ہے۔ نبی امی کو چودہ سو برس پہلے معلوم تھا) اسکی تخریج ابن مندہ نے کی ہے۔ (اصابہ و اسد الغابہ)

(۵۴) جفینہ الجہنی (بعض نے ہندی لکھا ہے) کو فرمان لکھایا اس کا راوی ضعیف الحدیث ہے۔ (اصابہ)

(۵۵) سرباتک ہندی نے بیان کیا کہ رسول کریم نے حذیفہ اور اسامہ اور صہیب وغیرہ کو میرے پاس نامہ دیکر بھیجا۔ میں نے اسلام قبول کیا۔ اس کی تخریج موسیٰ نے منیر بن احمد اسفرائینی سے کی ہے۔ یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری کے شاگرد کے طریقے سے کہا۔ حدیث بیان کی ہم سے مکی بن احمد بروعی نے کہا میں نے سنا اسحٰق بن ابراہیم طوسی سے وہ کہتے تھے اور اُن کی عمر (۹۷) برس کی تھی کہ دیکھا میں نے سرباتک بادشاہ ہند کو کہ ذکر کیا یہ قصہ۔ (اصابہ)

(۵۶) مسعود بن وایل نے کہا کہ رسول کریم نے میری قوم کو دعوت نامے لکھائے، آپ نے معاویہ سے کہا لکھو اُنہوں نے کہا کس طرح لکھوں، آپ نے فرمایا لکھ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الخ (اصابہ، اسد الغابہ)

(۵۷) مسیلمہ کذاب کو فرمان لکھایا۔ اس کا فوٹو ۱۸۵۶ء میں لندن کے بکچر میگزین میں شائع ہوا تھا

(۵۸) یہود خیبر کو ایک مسلمان مقتول کی دیت کے متعلق خط لکھایا (صحاح ستہ)

(۵۹) جرش والوں کو مسئلہ نبیذ لکھا کر روانہ کیا (مسلم)

(۶۰) بحر والوں کو مسئلہ نبیذ لکھا کر روانہ کیا۔

(۶۱) مسلم بن حارث تمیمی کو کچھ وصایا لکھائیں (ابوداؤد)

(۶۲) یمن والوں کو لکھایا کہ شہد کی پیداوار سے زکوٰۃ ادا کیجائے۔ (نصب الرایہ للزیلعی)

(۶۳) تمام قبائل کو دیت کے مسائل لکھا کر بھیجے۔ (مسلم و ابی داؤد)

(۶۴) ارض خیبر کا تقسیم نامہ لکھایا کہ (۳۶) حصوں پر منقسم ہو۔ نصف حصص حضور نے اسلامی ضروریات کیلئے اپنے پاس رکھے۔ باقی نصف صحابہ میں تقسیم کردئے۔ (کتاب الخراج یحییٰ بن آدم محدث)

(۶۵) منذر بن ساوی کو خط لکھایا۔

(۶۶) مقوقس شاہ مصر کو خط لکھایا۔

(۶۷) تمیم الداری کو فرمان جاگیر لکھایا۔

(۶۸) شاہ اسپین کو خط لکھایا۔

(۶۹) قطن بن حارث کو فرمان لکھایا۔

(۷۰) نجاشی حبشہ کے نام خط لکھایا۔

(۷۱) مقوقس شام مصر کے نام خط لکھایا۔

(۷۲) ایک عہدنامہ جو عیسائیوں کیلئے لکھایا گیا۔

www.ahnafmedia.com

(۷۳) وفد تجیب جب حاضر خدمت ہوا تو انہوں نے کچھ سوالات کئے، آپ نے اُن کے جوابات لکھا دئے۔

قرآن مجید کے علاوہ کہ حضور بر وقت نزول فوراً تحریر کرا دیتے تھے۔ رسول کریم کی کم و بیش تین سو تحریرات میں سے (۷۳) کا ذکر میں نے کیا۔ ان میں سے سوائے نمبران ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵۳ و ۵۴ و ۵۵ و ۵۶ و ۶۵ و ۶۶ و ۶۷ و ۶۸ و ۶۹ کے جن کی تعداد کل (۱۳) ہے باقی (۶۰) نمبر خالص حدیثیں ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین کے نام جو نامے لکھائے وہ عامر بن فہیرہ نے لکھے تھے۔ اور اُمرائے عمان کے نام خطوط اُبی بن کعب نے۔ اور قطبی بن حارث کے نام ثابت بن قیس نے۔ م۵۶ معاویہ بن ابی سفیان عنہ حضرت علی نے لکھے تھے قرآن مجید کی کتابت بہت سے اصحاب کرتے تھے ان میں خاص زید بن ثابت و شرجبیل بن حسنہ و عثمان بن عفان تھے۔

م۶۷ کا ذکر امام ابو یوسف (م۱۸۲) نے کتاب الخراج میں کیا ہے اور اسکی حیثیت کیفیت ابن فضل اللہ العمری نے کتاب مسالک الابصار جلد اوّل ص۱ میں لکھی ہے۔ گویا یہ تحریر چوتھی صدی ہجری تک موجود تھی۔ م۶۷ کا ذکر گیارہویں صدی ہجری تک کے مصنفین نے کیا ہے۔ (الترتیب الاداریہ مطبوعہ رباط ۱۳۴۶ ہجری جلد اوّل ص۱۵۶)

نمبران ۵۷ و ۶۵ و ۷۰ و ۷۱ و ۷۲، اب تک موجود ہیں۔

م۵۷ کا فوٹو ۱۸۹۶ء میں لندن کے پکچر میگزین میں شائع ہوا تھا۔

م۶۵ کا فوٹو جرمن مجلس مشرقیات کے رسالہ مرڈگ جلد ۱۷ ۱۸۶۳ء میں طبع ہوا۔ یہ اصل خط خواجہ کمال الدین قادیانی نے دمشق میں بچشم خود دیکھا (اسلامک ریویو ۱۹۱۶ء)

م۶۶ کا فوٹو سب سے پہلے فرانسیسی مستشرق موسیو لورنے رسالہ ژورنال آزیاتیک ۱۸۵۴ء میں شائع کیا تھا۔ جو اس کو ایک سیاح موسیو بارتلمی سے ملا تھا۔ جس کو سیاح مذکور نے مصر کے ایک عیسائی خانقاہ سے حاصل کیا تھا۔ اب اس کے فوٹو تمام دنیا میں شائع اور فروخت ہو رہے ہیں۔

م۷۰ حبشہ کے دارالسلطنت عدلیس بابا کے شاہی خزانہ میں محفوظ ہے۔ حبشہ اور اٹلی کی جنگ کے موقعہ پر اُس کے متعلق یوروپین اخبارات نے کثرت سے مضامین شائع کئے تھے۔ اور ہندوستان کے اخبارات میں اُن کے ترجمے شائع ہوئے تھے۔

م۷۱ قاہرہ کے کنیسہ انبا مارقوس میں یہ خط محفوظ ہے۔

م۷۲ قاہرہ کے کنیسہ انبا مارقوس میں محفوظ ہے۔ چند سال ہوئے یہ خدیو مصر کے سامنے

پیش ہوا تھا۔ اور اُس کے متعلق تمام اخبارات میں مضامین شائع ہوئے تھے۔

شہادتیں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطوط سلاطین کو لکھائے تھے اُن کی تعداد اب تک دو سو تک تحقیق ہوئی ہے (اعلام السائلین مؤلفہ ابن طولون، ووکیوان سیور اولوماسی سمان مطبوعہ پیرس ۱۹۳۵ء حصہ دوم ص۸۹ تا ۹۷ و منشات السلاطین مؤلفہ احمد فریدون مطبوعہ استنبول ۱۲۷۴ھ ص۳۰ تا ص۳۵)

اکثر مکاتیب یوم الجماجم میں بعہد حجاج بن یوسف (۸۳ھ کے بعد) جل گئے (کتاب الخراج وبلاذری) یہ بھی مشہور ہے کہ ایک خط سلطان صلاح الدین کے خاندان میں محفوظ ہے۔ اس کے متعلق بھی چند اخبارات میں مضامین شائع ہوئے ہیں۔

حضرت عمرو بن حزم صحابی نے رسول کریم کے بیس مکاتیب جمع کر کے ایک رسالہ مرتب کیا تھا۔ (ووکیوان جلد اول ص۱)

یہاں تک تو رسول کریم کی تحریرات اور آپ کی لکھائی حدیثوں کا ذکر تھا۔ اب حدیث کے اُن مجموعوں کا بیان ہے جو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جمع کئے تھے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے ہزار حدیثیں جمع کر کے اُس مجموعہ کا نام صادقہ رکھا۔ یہ حضور کے عہد میں مرتب ہوا تھا۔ یہ صحیفہ دوسری صدی ہجری تک موجود تھا (تاریخ الحدیث ص۹۹)

(۲) حضرت علی نے حدیثیں لکھی تھیں۔ اُن کا ارشاد ہے کہ ہم نے رسول کریم سے قرآن اور اس صحیفہ کے سوا اور کچھ نہیں لکھا (ابوداؤد کتاب الحدود)

(۳) حضرت انس نے حدیثیں لکھی تھیں (بخاری تقیید العلم۔ تدریب الراوی)

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعود نے ایک مجموعہ مرتب کیا تھا جو اُن کے لڑکے کے پاس تھا (جامع صغیر)

(۵) حضرت ابوہریرہ کے پاس دفتر حدیث لکھا ہوا تھا (فتح الباری)۔ اسمیں (۴،۷) سے زیادہ حدیثیں لکھی ہوئی تھیں۔ تدوین حدیث ص۱۵) یہ بصورت طومار تھا جیسے قدیم زمانہ میں بزرگوں کے خطوط کو عرض کی طرف سے جوڑ کر لپیٹ لیتے تھے۔

(۶) حضرت سعد بن عبادہ نے ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔ وہ کئی پشت تک اُن کے خاندان میں محفوظ رہا۔ اس کا نام کتاب سعد بن عبادہ تھا (مسند احمد بن حنبل)

(۷) حضرت سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر انصاری نے حدیثیں جمع کی تھیں (اُسد الغابۃ)

www.ahnafmedia.com

(۸) حضرت سمرہ بن جندب صحابی نے ایک نسخہ حدیث مرتب کیا تھا (تہذیب التہذیب)
(۹) حضرت عبداللہ بن ربیعہ بن زید اسلمی نے حدیثیں جمع کی تھیں (تہذیب التہذیب)
(۱۰) حضرت ابو موسیٰ اشعری نے حدیثیں لکھی تھیں (شرح بلوغ المرام)

اس تمام بیان سے عہد رسول کریم کی قریب چار سو تحریرات کا پتہ چلتا ہے۔ بعد وفات رسول اکرم حضرت عبداللہ بن عباس صحابی نے قرآن کی تفسیر لکھی جس کے متفرق نسخے آج تک مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ کریب نے ہمارے پاس ایک اونٹ کی برابر ابن عباس کی کتابیں رکھیں (طبقات جلد ۵ صفحہ ۲۱۶) ابن عباس کی کتابوں کی نقول اُن کی زندگی میں دور دور پہنچ گئی تھیں۔ امام طاؤس نے عبداللہ بن عباس سے بیان کیا ہے۔ حضرت ابی بن کعب صحابی نے تفسیر لکھی اس تفسیر سے امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں امام ابن جریر طبری نے تفسیر میں۔ حاکم نے مستدرک میں بہت کچھ کام لیا ہے۔ امام حاکم نے ۴۰۵ھ میں وفات پائی اسلئے یہ تفسیر پانچویں صدی ہجری تک موجود تھی (تاریخ التفسیر ص ۲۸)

اور بھی حدیث کا ذخیرہ تھا جو قرن اوّل میں جمع ہوا تھا۔ تفصیل کیلئے تاریخ الحدیث و تاریخ التفسیر ملاحظہ ہو۔ ہمام ابن منبہ تابعی نے ایک صحیفہ جمع کیا تھا۔ جو اب تک برلن کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

الباب الرّابع فی الرّجال

قرون ثلاثہ

قرون ثلاثہ (تین زمانے) ان کو خیر القرون (بہترین زمانے) کہا جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم یعنی تمام زمانوں میں سب سے زمانہ کے لوگ اچھے ہیں پھر اُس کے بعد والے پھر اُس کے بعد والے۔

سلف صالحین نے قرون ثلاثہ کی اس طرح تقسیم کی ہے۔

قرن اوّل۔ بعثت رسول کریم سے ۱۱۰ ہجری تک یہ زمانہ عہد رسالت عہد صحابہ کہلاتا ہے
قرن دوم۔ ۱۱۱ھ سے ۱۷۰ھ تک، یہ عہد تابعین کہلاتا ہے۔
قرن سوم۔ ۱۷۱ھ سے ۲۲۰ھ تک، یہ عہد تبع تابعین کہلاتا ہے۔

قرن ثالث کے متعلق اختلاف ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے قرن ثالث کو ۲۶۰ھ تک وسعت دی ہے، ۲۲۰ھ تک تو کچھ شبہ نہیں۔ آگے بوجہ اختلاف ۲۲۱ھ سے ۲۶۰ھ تک کے

کہتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ طائف کے کچھ لوگ میرے پاس میری تصنیف کی نقلیں تصحیح کی غرض سے لائے (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۹۲)

www.ahnafmedia.com

زمانے کو ہم نے عہد اختلافی سے تعبیر کیا ہے۔
قرون ثلاثہ کے بعد کے زمانہ کو حضور نے فرمایا ہے۔ ثم یفشوا الکذب یعنی پھر جھوٹ پھیل جائیگا
ہمنے اس کتاب میں علما و مفسرین و محدثین و ائمہ و قراء و کاتبین کے ذکر میں یہ اصول رکھا ہے کہ قرن اول کے رجال قرن دوم کے شروع ہونے تک یعنی سنہ ۱۰۷ھ تک جن کی وفات ہوئی۔ اسی طرح قرن دوم کے رجال سنہ ۲۲۰ھ تک۔ قرن سوم کے رجال سنہ ۲۶۰ھ تک۔ عہد اختلافی کے رجال سنہ ۳۱۰ھ تک اسلئے رجال خیر القرون کا خاتمہ سنہ ۳۱۰ھ تک ہے۔ اگر تلاش کیا جائے تو اس کے خلاف کم مثالیں مل سکیں گی۔ صحابہ کے بیان رجال میں ترتیب باعتبار سن وفات رکھی ہے۔

رجال قرن اول

حفظ قرآن، قرات، تفسیر، کتابت وغیرہ میں عہد رسول کریم سے آج تک لاکھوں آدمی گذرے ہیں۔ میں نے ہر عہد کے دو دو چار چار بزرگوں کا تذکرہ مختصر طور پر کیا ہے۔ ان میں قراء بھی ہیں مصنفین بھی ہیں۔ کاتبین بھی ہیں۔ ان میں سے اکثر بزرگوں کا تذکرہ میں تاریخ الحدیث و تاریخ التفسیر میں اس سے زیادہ لکھ چکا ہوں اور والد ماجد نے تاریخ الفقہ میں لکھا ہے۔ باقی تفصیل طلب حضرات کتب سیر و تاریخ کی طرف رجوع کریں یہاں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں۔ خلفاء راشدین کے بعد صحابہ کا ذکر ہے۔ پھر صحابیات کا، ہر بزرگ کے تذکرہ میں باعتبار سن وفات ترتیب قایم کیگئی ہے

صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہم

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

عبداللہ نام۔ ابوبکر کنیت۔ صدیق و عتیق لقب۔ ان کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں رسول کریم کے سلسلہ سے مل جاتا ہے۔ یہ سب سے پہلے مسلمان ہیں (۳۷) سال کی عمر میں مشرف باسلام ہوئے۔ اصحاب بدر و احد و بیعت الرضوان میں سے ہیں۔ رسول کریم کے خسر یعنی ام المومنین عائشہ صدیقہ کے باپ ہیں۔ ان سے ۲۴۲ حدیثیں مروی ہیں۔ رسول کریم کے بعد سنہ ۱۱ھ میں خلیفہ ہوئے اور (۶۳) برس کی عمر میں سنہ ۱۳ھ میں وفات پائی۔ رسول کریم کے یار غار تھے۔ اور اب بھی یار غار ہیں سہ

دیکھو تو رفاقت یہ ابوبکر و عمر کی ... چھوڑا نہ پس مرگ بھی پہلوئے محمد

www.ahnafmedia.com

اگر حضرت ابوبکر کی جان نثاریوں اور خدماتِ اسلامی پر نظر کیجائے تو صحابہ میں ان کا مثل و نظیر نظر نہیں آئے گا۔ احادیث میں ان کے بیحد فضائل مذکور ہیں۔ ان کی بہت سی سوانح عمریاں لکھی جا چکی ہیں۔ صفحات تاریخ ان کے شاندار کارناموں سے مزین ہیں۔ غیروں نے بھی ان کو قابل توصیف قرار دیا۔ مشہور محقق لارنس بی بول نے لکھا ہے۔ ابوبکر کی شخصیت کو دیکھکر دھوکا ہوتا ہے کہ اس شخص کو نبی ہونا چاہیئے تھا۔ مگر معلوم نہیں کہ مسلمانوں نے اپنے نبی کا جانشین کر کے اسکو بلندی سے پستی میں کیوں گرادیا۔ (النجم جولائی ۱۹۲۵ء)

ایوریند کیس سل لکھتے ہیں:۔ آپ کی سخاوت کی انتہا نہ تھی۔ آپ نے اپنا تمام مال واسباب محمدؐ اور اسلام کی مدد کیلئے خرچ کر ڈالا۔ اسلام بہت کچھ ابوبکر کا احسان مند ہے۔ شروع اسلام میں اس شخص کی زبردست شخصیت نے تمام مصیبتیں دور کردیں اور تمام مشکلیں آسان کردیں۔ ورنہ بہت ممکن تھا کہ تباہ و برباد ہو جاتا (خلفاء راشدین)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

عمر نام۔ ابوحفص کنیت، فاروق لقب، ان کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں رسول کریم کے سلسلۂ نسب سے ملتا ہے۔ عشرہ مبشرہ، اصحاب بدر و احد و بیعۃ الرضوان میں تھے۔ رسول کریم کے خسر یعنی ام المؤمنین حضرت حفصہ کے باپ تھے اور حضور کے ہم زلف بھی تھے کہ ام المؤمنین ام سلمہ کی بہن قریبہ ان کے عقد میں تھیں۔ حضرت مرتضیٰ کے داماد تھے۔ ۱۳ ہجری میں حضرت ابوبکر کے بعد خلیفہ ہوئے۔ ۲۴ھ میں شہید ہوئے۔ ان سے (۵۳۹) حدیثیں مروی ہیں۔ مسلمانوں میں ترویج تعلیم کے لئے مدارس قائم کئے۔ معلمین و متعلمین کے وظائف مقرر کئے۔ جبری تعلیم رائج کی۔ ایک شخص ابوسفیان نام کو مقرر کیا کہ دورہ کرے اور مسلمانوں کا امتحان لے جس کو قرآن نہ آتا ہو سزا دے۔ (اغانی و اصابہ)

ان کی بہت سی سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں۔ ایوریند کیس سل لکھتے ہیں:۔ ہم اس کا اقرار کرتے ہیں کہ جو وقت عمر خلیفہ بنائے گئے تھے وہ وقت ایسے ہی شخص کیلئے موزوں تھا۔ عمر کی سیاسی اور مذہبی قابلیت کی وجہ سے ہم اسکی جس قدر توقیر کریں کم ہے۔ وہ صحیح طور پر ابوبکر کے جانشین تھے۔ اسلام ان دو جلیل القدر خلفاء کا ہمیشہ احسان مند رہے گا (خلفاء راشدین)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

عثمان نام - ابو عبد اللہ و ابو عمر کنیت - ذوالنورین و غنی لقب - ان کا سلسلۂ نسب پانچویں پشت میں رسول کریم کے نسب سے مل جاتا ہے - واقعہ فیل کے چھٹے سال پیدا ہوئے - (۳۴) سال کی عمر میں مسلمان ہوئے - عشرۂ مبشرہ، اصحاب بدر و اُحد و بیعت الرضوان میں تھے - رسول کریم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں - ۲۴ھ میں حضرت عمر کے بعد خلیفہ ہوئے - ۳۵ھ میں شہید ہوئے - ان سے (۱۴۶) حدیثیں مروی ہیں -

ایورینڈ کیتھن سل لکھتے ہیں:- عثمان نے احکام قرآن سے کبھی ذرا سا بھی تجاوز نہیں کیا ہے گو کہ وہ حملہ آور کی مدافعت کے وقت انتہائی بہادر تھے - لیکن وہ کبھی مسلمانوں کے خون کو بیدریغ بہانے کو تیار نہیں ہوئے (خلفاء راشدین)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

علی نام - ابوتراب و ابوالحسن کنیت، حیدر لقب، رسول کریم کے چچازاد بھائی اور داماد تھے - عشرہ مبشرہ، اصحاب بدر و بیعۃ الرضوان میں تھے - بعثت سے دس سال قبل پیدا ہوئے - دس برس کی عمر میں ایمان لائے - ۳۵ھ میں حضرت عثمان کے بعد خلیفہ ہوئے ۴۰ھ میں کوفہ میں شہید ہوئے - ان سے (۵۸۶) حدیثیں مروی ہیں - حضرت علی کی بہت سی سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں - تاریخ الحدیث میں اس سے زیادہ بیان ہے -

ایورینڈ کیبن سل لکھتے ہیں:- علی اسلامی علم و فضل کا بحر ناپیدا کنار تھا - وہ مسلمانوں کا سچا رہنما تھا وہ ایک نڈر بہادر سپاہی تھا - جو میدان جنگ سے کبھی پیٹھ نہیں موڑتا تھا - (خلفاء راشدین)

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ

طفیل بن عبد اللہ بن سخرۃ کے غلام تھے - جب یہ مسلمان ہو گئے تو اُن کے آقا اور دیگر کفار نے اُن کو سخت اذیت پہونچانی شروع کی - حضرت ابوبکر نے ان کو خرید لیا - ہجرت میں رسول کریم کے ساتھ تھے - بروز ہجرت کفار مکہ نے سراقہ کو رسول کریم کی گرفتاری پر مامور کیا تھا - سراقہ سراغ لگا کر حضور تک پہونچ گیا - لیکن خداوند ذوالجلال نے اُس کو حضور پر قادر نہ ہونے دیا اور مجبور ہوا اُس نے حضور سے درخواست

کی کہ مجکو امان نامہ لکھدیجئے۔ تو حضور نے امان نامہ عامر ہی سے تحریر کرایا تھا۔
عامر بن طفیل رسول کریم کے پاس آیا۔ اور عرض کیا کہ چند قرار تعلیم قرآن کیلئے میری قوم میں بھیجدیجئے۔
آپ نے قرار کو روانہ فرمایا انہیں عامر بھی تھے۔ کفار نے دغا کے بمقام بیر معونہ اُن کو شہید کردیا۔ یہ
واقعہ ۴ ہجری میں ہوا۔ یہ غزوات بدر و احد میں بھی شریک تھے۔ حضرت عمران کے بڑے مداح تھے۔

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ

بنی اُمیہ کے خاندان سے تھے۔ سعد بن وقاص کے بعد مسلمان ہوئے۔ ۱۵ ربیع الاول ۱ ہجری
یوم پنجشنبہ کو مشرف باسلام ہوئے۔ یہ پانچویں مسلمان تھے اور قرآن کے پہلے کاتب تھے۔ بہت سے
غزوات میں شریک ہوئے۔ رسول کریم نے ان کو صنعا کا حاکم صدقہ مقرر کیا تھا۔ خلیفہ اول نے ایک
لشکر کا سردار بنا کر شام کی طرف بھیجا تھا۔ جنگ اجنادین میں ۲۸ جمادی الاول روز شنبہ ۱۳ ہجری کو
شہید ہوئے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

معاذ نام۔ ابو عبدالرحمن کنیت۔ قبیلہ خزرج سے تھے۔ نبوت کے بارہویں سال (۱۸) سال
کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ بنو سلمہ کے محلہ میں مسجد تعمیر ہوئی تو رسول کریم نے اِن کو اُس کا امام بنایا تھا۔
فتح مکہ کے بعد اہل مکہ کی تعلیم پر مامور ہوئے تھے۔ ۹ ہجری میں یمن کے گورنر بنائے گئے۔ حضرت ابوبکر
کے عہد میں مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ حضرت عمر کے عہد میں ۱۸ھ میں سپہ سالار بنائے گئے۔ اِسی سال
وفات پائی۔

حضرت شرجبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ

یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ ان کے متعلق لکھا ہے کہ ہجرت حبشہ میں شامل تھے۔ لیکن حبشہ
کی پہلی ہجرت جو رجب ۵ ہجری نبوی میں ہوئی۔ اسمیں گیارہ مرد تھے۔ اُس فہرست میں ان کا نام نہیں
چند ماہ بعد جب سورۃ النجم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اور دوبارہ حبشہ کو مسلمانوں نے ہجرت کی
(غالباً ابتداء ۶ھ) ان میں یہ شامل ہوئے ہوں گے۔ اس لئے یہ غالباً ۵ نبوی میں شرف باسلام ہوئے
رسول کریم کے کاتب تھے۔ حضرت عمر کے عہد خلافت میں ایک لشکر کے شاگرد تھے۔ بیسان (نواح طبریہ)
انہوں ہی نے فتح کیا تھا۔ ۱۸ھ ہجری میں انہوں نے اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے طاعون سے ایک
ہی دن وفات پائی۔

www.ahnafmedia.com

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ

عویمر نام۔ ابوالدرداء کنیت، حکیم الامتہ لقب۔ قبیلہ خزرج کے خاندان عدی بن کعب سے تھے۔ ۲ھ ہجری میں شرف باسلام ہوئے۔ بدر کے علاوہ اکثر غزوات میں شریک رہے۔ حضرت عمر نے ان کو شام میں تعلیم پر مامور کیا تھا۔ حضرت عثمان نے دمشق کا قاضی مقرر کیا۔ امیر معاویہ جب کبھی باہر جاتے انکو اپنا قائم مقام بناتے۔ یہ قراء صحابہ میں سے تھے۔ ۳۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

یہ چھٹے مسلمان تھے۔ خلوت وجلوت میں رسول کریم کے پاس رہتے تھے۔ صحابہ میں بڑے زیرک اور ذی علم تھے۔ رسول کریم نے فرمایا ہے کہ ابن مسعود سے حدیث سیکھو (ترمذی) اور فرمایا ہے کہ ابن مسعود میری اُمت کیلئے جو مسائل تجویز کرے میں اسپر رضامند ہوں (کنز العمال) اور فرمایا ہے کہ چار آدمیوں سے قرآن سیکھو ابن مسعود۔ سالم مولیٰ ابی حذیفہ۔ معاذ بن جبل، ابی بن کعب (بخاری) حضرت عمر ان کو خزینۃ العلم کہا کرتے تھے۔ حضرت حذیفہ کا قول ہے کہ رسول کریم سے طرز وروش میں قریب تر ابن مسعود تھے۔ حضرت مسروق تابعی کا قول ہے کہ میں نے صحابہ کو دیکھا تو تمام صحابہ کے علوم کا سرچشمہ ان چھ کو پایا۔ علی بن ابی طالب، ابن مسعود عمر فاروق۔ زید بن ثابت، ابوالدرداء۔ ابی بن کعب اسکے بعد دیکھا تو ان چھ کے علم کا خزانہ ان دو کو پایا۔ علی بن ابی طالب وابن مسعود (اعلام الموقعین)

صحابہ میں ابن مسعود پہلے شخص تھے جنہوں نے مکہ میں علی الاعلان کفار کو قرآن پڑھ کر سنایا۔

حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں ان کو کوفہ میں معلم اور قاضی مقرر کیا تھا۔ حضرت عثمان کے عہد میں بھی اسی عہدے پر رہے۔ اور بیت المال کے خازن رہے۔ جس طرح ان کے شاگردوں نے ان کے فتاویٰ اور مذہب فقہ کو مُدون کیا ہے اس طرح دیگر صحابہ کے فتاویٰ اور مذاہب مرتب نہیں ہوئے (اعلام الموقعین)

۳۲ھ میں وفات پائی۔ ساٹھ سال کی عمر پائی۔ ان سے (۸۴۸) حدیثیں مروی ہیں۔

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ

اُبی نام۔ ابوالمنذر وابوالطفیل کنیت، اقرء القوم لقب، حضرت عمر ان کو سید المسلمین کہا کرتے تھے۔ بدر سے لیکر طائف تک تمام غزوات میں شریک رہے۔ حضور نے اُن کو عامل صدقہ

مقرر کیا تھا۔ حضرت ابوبکر نے ان کو جمع قرآن پر مامور کیا تھا۔ حضرت عمر کے عہد میں مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ حضرت عثمان نے بھی ان کو جمع قرآن پر مامور کیا تھا۔ ان سے (۶۴) حدیثیں مروی ہیں ۳۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت لبید رضی اللہ عنہ

لبید بن ربیعہ عرب کے مشہور شاعر اور نہایت شریف النفس انسان تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد شاعری چھوڑ دی اور کتابت قرآن کا شغل اختیار کیا۔ خدا جانے کتنے قرآن لکھے۔ ایکسو چالیس برس کی عمر میں ۴۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

زید بن ثابت نام۔ ابوسعید و ابوخارجہ و ابوعبدالرحمن کنیت۔ انصار مدینہ کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو نجار سے تھے۔ ہجرت سے چھ سال قبل پیدا ہوئے۔ گیارہ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ غزوۂ تبوک میں مالک بن النجار کا علم رسول کریمؐ نے ان کو دیا تھا۔ یہ علم عمارہ بن حزم کے پاس تھا۔ عمارہ نے حضور سے دریافت کیا کہ مجھ سے لیکر ان کو علم کیوں دیا گیا تو حضور نے فرمایا کہ یہ قرآن تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ غزوہ خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک رہے، کاتب وحی تھے انہوں نے قرآن جمع بھی کیا تھا۔ حفظ بھی کیا تھا۔ رسول کریم نے تین مرتبہ اُن کو اپنا جانشین بنایا، ایک مرتبہ جب شام کی جانب تشریف لیجانے لگے۔ دو مرتبہ دو حجوں میں۔ حضرت عمر نے بھی اکثر مرتبہ ان کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ حضرت عثمان بھی اپنے عہد خلافت میں جب حج کو جاتے ان کو اپنا جانشین بناتے۔ حضرت ابوبکر و حضرت عثمان نے اپنے عہد خلافت میں ان کو جمع قرآن پر مامور کیا۔ حضرت ابوبکر کے عہد میں جماعت شوریٰ کے رکن تھے۔ حضرت عثمان کے عہد میں افسر بیت المال تھے۔ ۴۵ھ میں بعمر ۵۶ سال وفات پائی۔

صحابہ میں عبداللہ بن عمر، ابوسعید، ابوہریرہ، انس، سہل بن سعد، سہل بن حنیف۔ عبداللہ ابن زید خطمی نے، تابعین میں سے سعید بن المسیب، قاسم بن ابوبکر بن صدیق، سلیمان بن یسار، ابان بن عثمان اور خود ان کے دونوں بیٹوں خارجہ و سلیمان نے ان سے روایت کی ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

جلیل القدر صحابہ میں سے تھے۔ (قارئاً عالماً بالفرائض شاعراً کاتباً فصیح اللسان جمع القرآن) یعنی قاری تھے، علم فرائض کے متبحر عالم تھے شاعر تھے، رسول کریم کے کاتب تھے فصیح تھے۔ انہوں نے بھی قرآن جمع کیا تھا۔ ان کا لکھا ہوا قرآن ۳۰۳ھ میں ابن یونس نے مصر میں دیکھا تھا۔ ۵۸ھ میں وفات پائی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

حسین امام۔ ابو عبداللہ کنیت۔ سید و شہید لقب ۴ھ ہجری میں پیدا ہوئے حضرت علیؓ کے دوسرے صاحبزادے اور رسول کریم کے نواسے تھے۔ ۶۱ھ میں کربلا میں شہید ہوئے، ان سے (۸) روایتیں براہ راست رسول کریم سے ہیں۔ باقی روایات حضرت علی، حضرت عمر وغیرہ سے ہیں۔

ایک مرتبہ امام حسین مسجد میں تشریف لائے۔ بہت سے آدمی بیٹھے تھے۔ انہوں نے سلام کیا۔ سب نے جواب دیا۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص خاموش بیٹھے رہے۔ جب سب لوگ خاموش ہوگئے تو عبداللہ نے پکار کر کہا السلام علیك ورحمة الله وبركاته اور لوگوں سے کہا کہ میں تمہیں بتا دوں کہ زمین و آسمان کے رہنے والوں میں محبوب ترین کون شخص ہے یہی ہیں جو جارہے ہیں (اسد الغابہ)

ایک عراقی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے دریافت کیا کہ مچھر کا خون کپڑے پر لگ جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔ ابن عمر نے لوگوں سے کہا کہ ان کو دیکھو رسول کے نواسے کو تو شہید کردیا۔ مچھر کے خون کا سوال کرتے ہیں۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

رسول کریم کے چچازاد بھائی تھے۔ ہجرت سے تین سال قبل شعب ابی طالب میں پیدا ہوئے حضور نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی کہ خدا اس کو دین کا فہم عطا فرما اور قرآن کی تفسیر کا علم دے۔ خدا نے یہ دعا قبول فرمائی اور یہ ایسے ہی ہوئے سلطان المفسرین، ترجمان القرآن اور حبر الامۃ ان کے لقب تھے۔ باوجود کم عمر ہونے کے حضرت عمر اپنے عہد خلافت میں ان سے مشورہ لیا کرتے اور آیات کی تفسیر دریافت کیا کرتے تھے۔ ابن عباس ایک دن تفسیر، ایک دن فقہ،

www.ahnafmedia.com

ایک دن سیر و مغازی، ایک دن ادب، ایک دن تاریخ کا درس دیا کرتے تھے۔ حضرت عثمان کے عہد خلافت میں فتوحات افریقہ میں جو حرب العبادلہ مشہور ہے یہ اُس کے رکن اعظم تھے۔ جنگ صفین میں حضرت علی کی طرف سے سپہ سالار تھے۔ حضرت علی کے عہد میں بصرہ کے گورنر رہے۔ آخر عمر میں بصارت جاتی رہی تھی۔ (۷۱) سال کی عمر میں طائف میں وفات پائی۔ سنہ ۶۸ ہجری۔

شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ نے ان کے فتاووں کو بیس جلدوں میں جمع کیا ہے۔ ابن عباس رض نے (۲۶۶۰) حدیثیں روایت کی ہیں ان میں سے (۲۵) براہ راست حضور سے ہیں باقی صحابہ سے ہیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

عمر فاروق کی بیٹی اور رسول کریم کی زوجہ تھیں۔ بعثت سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں سنہ ۳ھ میں رسول کریم سے عقد ثانی ہوا۔ (۶۳) سال کی عمر میں وفات پائی۔ ان کے فتاویٰ کی تعداد ایک رسالے کے قریب ہے۔ ان سے (۶۰) حدیثیں مروی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ابوبکر صدیق کی بیٹی اور رسول کریم کی زوجہ تھیں۔ بعثت سے چار سال بعد پیدا ہوئیں۔ چھ سال کی عمر میں ان کا نکاح ہوا اور نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی (۱۸) سال کی عمر میں بیوہ ہوگئیں (۶۶) سال کی عمر میں سنہ ۵۸ ہجری میں وفات پائی۔ ان سے (۲۲۱۰) حدیثیں مروی ہیں، ان کو کل قرآن حفظ تھا۔ یہ عورتوں کی امام بنا کرتی تھیں۔ صحابہ ان سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔ ان کا علم و فضل مسلّم تھا۔ تاریخ الحدیث میں ان کا تذکرہ میں نے مفصل لکھا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

ہند نام۔ ام سلمہ کنیت، ان کے باپ ابی امیہ سہل بن المغیرہ قریش کے قبیلہ بنی مخزوم سے تھے یہ ابتدائے اسلام میں اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں۔ اور حبشہ کو ہجرت کی۔ سنہ ۳ھ میں ان کے شوہر کا انتقال ہوگیا۔ سنہ ۴ھ میں رسول کریم نے ان سے نکاح کرلیا۔ یہ کامل العقل اور صائب الرائے تھیں۔ خلفائے راشدین کے عہد میں فتوے دیتی تھیں۔ رسول کریم کے طرز پر قرآن پڑھتی تھیں۔ (۸۴) برس کی عمر میں سنہ ۶۳ھ میں وفات پائی۔ ان سے (۳۷۸) مروی ہیں۔

www.ahnafmedia.com

تابعین و تبع تابعین رضی اللہ عنہم

ابوالاسود

ظالم بن عمرو بن سفیان نام، ابوالاسود کنیت۔ ان کا نسب کنانہ میں رسول کریم سے مل جاتا ہے۔ یہ دیل بن بکر بن عبد مناة بن کنانہ کی نسل سے ہیں۔ اس لئے ان کا قبیلہ دولی اور دیلی مشہور تھا ہجرت سے سولہ برس قبل پیدا ہوئے۔ ابو عبیدہ نے لکھا ہے کہ یہ صحابی تھے مگر صحیح یہ ہے کہ حضور کے دیدار مبارک سے بحالت اسلام مشرف نہیں ہوئے۔ مخضرمین اور کبار تابعین میں سے ہیں

حضرت عمر کے عہد میں مدینہ آئے۔ عمر بن الخطابؓ، علیؓ، ابن عباسؓ، ابوذر وغیرہم صحابہ سے علم حاصل کیا۔ عمر، عثمان، علی، تینوں خلفا کے عہد میں ممالک کے والی رہے۔ جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے۔ محدث، فقیہ، مفسر، ادیب، قاری تھے۔ دانشمند اور حاضر جواب تھے، کفایت شعار دولتمند تھے۔ علم نحو کے موجد تھے۔ کفایت شعاری کی وجہ سے بخیل مشہور ہو گئے تھے۔ سر سے گنجے تھے، گندہ دہنی کے مرض میں مبتلا تھے۔ حضرت علی نے ابن عباس کو جب بصرہ کا والی مقرر کیا تو ان کو میر منشی بنایا مگر دونوں میں موافقت نہیں ہوئی۔ اور انہوں نے ابن عباس کی شکایتیں لکھنا شروع کیں اس پر حضرت علی و ابن عباس میں خط و کتابت ہوئی۔ آخر ابن عباس ناراض ہو کر مستعفی ہو گئے حضرت علی نے ابن عباس کی جگہ ابوالاسود کو والی مقرر کیا اور ابوالاسود کی جگہ زیاد بن امیہ (جو زیاد بن ابی سفیان مشہور ہے۔ عبید اللہ سپہ سالار لشکر یزید قاتل امام حسین کا باپ) کا تقرر کیا (عبید اللہ بن زیاد ابوالاسود کا شاگرد تھا)

ابوالاسود اور زیاد میں بھی موافقت نہیں ہوئی۔ زیاد نے ان کی شکایتیں حضرت علی کو لکھیں۔ لیکن حضرت علی نے ایک نہ سنی۔ جب ان کو معلوم ہوا تو انہوں نے زیاد کی ہجو لکھی جواب تک موجود ہے ان کو حکومت کرتے ہوئے ایک ہی سال ہوا تھا کہ حضرت علی شہید ہو گئے۔ حضرت امام حسن نے ان کو بدستور قائم رکھا۔ جب امیر معاویہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے کچھ دنوں تک ان کو بحال رکھا پھر بسر بن ارطاة کو گورنر بصرہ مقرر کیا۔ ابوالاسود نے سنہ ۶۹ھ میں وفات پائی۔ ان کو حضرت عمر نے قرآن پر اعراب لگانے کا حکم دیا تھا۔ انہوں نے عرصے کے بعد اعراب بصورت نقاط قائم کئے۔ اور اس کے متعلق ایک رسالہ لکھا اور حضرت علی کے حکم سے قواعد نحو مدون کئے اور ایک رسالہ لکھا۔

www.ahnafmedia.com

خلیفہ عبدالملک بن مروان

مروان بن الحکم کا بیٹا تھا۔ ۲۶ھ میں پیدا ہوا۔ اکیس سال کی عمر میں ۶۵ھ میں تخت نشین ہوا اس کے افسر فوج مشہور ظالم و ادیب و قاری حجاج بن یوسف نے مکہ پر چڑھائی کر کے حضرت عبداللہ بن زبیر صحابی کو ۷۳ھ میں شہید کر دیا۔

عبدالملک نے مدتوں تک مسجد نبوی میں عوام کی طرح تحصیل علم کی۔ یہ بہت بڑا ادیب و فقیہ تھا اس نے حکم دیا کہ قرآن مجید پر نقاط لگائے جائیں مگر یہ کام اس کے عہد میں نہ ہو سکا۔ اس کے عہد میں سلطنت بنی امیہ کو استحکام اور ترقی ہوئی۔ ۸۶ھ میں وفات پائی۔

نصر بن عاصم لیثی

ابوالاسود کے شاگرد تھے۔ قراء جماعت حجاج بن یوسف میں ہیں۔ انہوں نے یحییٰ بن یعمر کے ساتھ اپنے استاد کے ایجاد کردہ نقاط قرآن میں اصلاح کی اور حرکات ایجاد کیں۔ ۹۰ھ میں وفات پائی۔

سعید بن جبیر

ابن مسعود، ابن عباس، ابن عمر و عدی بن حاتم طائی کے شاگرد تھے۔ خلیفہ عبدالملک ابن مروان کی فرمائش سے انہوں نے تفسیر لکھی تھی۔ عطاء بن ابی رباح ان کے شاگرد تھے۔ حضرت ابن عباس کے پاس کوئی استفتا لیکر جاتا تو فرماتے کیا تمہارے یہاں سعید نہیں ہے۔ پچاس برس کی عمر تھی کہ حجاج بن یوسف نے ۹۵ھ میں شہید کیا۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک

اپنے باپ کے بعد ۸۶ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس کے وقت میں بہت سے ممالک فتح ہوئے ترکستان کا کچھ حصہ ہندوستان میں سندھ، اسپین میں اندلس اسی کے عہد میں فتح ہوئے۔ حجاج ابن یوسف کے مظالم اس کے عہد میں اور بھی زیادہ ہو گئے تھے۔ حجاج نے صحابہ پر ظلم کئے۔ تابعین میں سے بزرگوں کو قتل کیا۔ حجاج ۹۵ھ میں مرا۔ خلیفہ ولید نے اپنے باپ کے حکم کی تجدید کی یعنی حجاج کو حکم دیا کہ قرآن مجید پر نقاط وغیرہ لگائے جائیں۔ یہ کام اس کے عہد میں مکمل ہوا۔ اس نے ۹۶ھ میں انتقال کیا۔

www.ahnafmedia.com

عکرمہ

حضرت عبداللہ بن عباس کے مولیٰ اور شاگرد تھے۔ ابن عباس نے ان کو بہت محنت سے تفسیر سکھائی تھی۔ عباس بن مصعب مروزی کا قول ہے کہ ابن عباس کے تلامذہ میں عکرمہ تفسیر کے سب سے بڑے ماہر تھے۔ امام شعبی اور مفسر قرآن قتادہ نے بھی ان کی تعریف کی ہے۔ سعید بن جبیر اور مجاہد نے بھی ان سے استفادہ کیا تھا۔ عکرمہ جب تک بصرہ میں رہے امام حسن بصری فتوی نہ دیتے تھے۔ سن۱۰۵ھ میں وفات پائی۔

امام حسن بصری

سن۲۱ھ میں پیدا ہوئے حضرت انس اور حضرت امام حسن کے شاگرد تھے۔ احنف بن قیس اور قیس بن عباد شاگردان حضرت علی سے بھی استفادہ کیا تھا۔ ان کی والدہ خیرہ نام ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھیں۔ ایک دن ان کی والدہ کسی کام میں مشغول تھیں۔ یہ شیر خوار تھے رو رہے تھے۔ ام المؤمنین نے ان کو چپانے کیلئے پستان مبارک منہ میں دیدی۔ خدا کی شان دودھ نکل آیا۔ یہ پی گئے۔ یہ فضیلت ان کو ایسی حاصل ہوئی کہ کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ قرآن مجید کے رُبع نصف، ثُلث مقرر کرنے اور نقاط لگانے کے لئے ان قراء کو حجاج بن یوسف نے مامور کیا تھا ان میں یہ بھی تھے۔ ان کا شمار قراء بصرہ میں ہے۔ امام مجتہد تھے۔ حمید الطویل ان کے شاگرد تھے۔ سن۱۱۰ھ میں وفات پائی۔

امام باقر

محمد نام۔ ابوجعفر کنیت۔ باقر لقب، امام زین العابدین کے صاحبزادے اور امام حسین شہید کربلا کے پوتے تھے۔ بروز جمعہ صفر سنہ۵۷ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد، دادا اور صحابہ میں ابوہریرہ، ابوسعید خدری اور ابن عباس کے شاگرد تھے۔ حضرت جابر صحابی نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا تھا۔ انہوں نے قرآن کی تفسیر لکھی تھی۔ امام زہری۔ امام مالک، امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، امام اوزاعی ان کے شاگرد تھے سن۱۱۴ھ میں وفات پائی۔

ابن عامر

عبداللہ بن عامر بن یزید بن تمیم قراء سبعہ میں سے ہیں۔ حضرت ابوالدرداء صحابی اور حضرت معاذ بن جبل صحابی کے شاگرد تھے۔ دمشق کے رہنے والے تھے۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے عہد حکومت

www.ahnafmedia.com

میں دمشق کے قاضی تھے۔ حافظ ابن حجر نے ان کو طبقہ سادسہ میں شمار کیا ہے۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے تھے (۹۷) برس کی عمر میں ۱۱۸ھ میں وفات پائی۔ ان کی قراءت کے دو راوی ہیں۔ ایک ابن ذکوان القرشی الدمشقی ۲۴۲ھ۔ دوسرے ہشام بن عمار بن نصیر السلمی۔

ابن کثیر

عبداللہ بن کثیر الداری مولی عمرو بن علقمہ الکنانی۔ مکہ کے رہنے والے تھے۔ حافظ ابن حجر نے ان کو طبقہ سادسہ میں شمار کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن السائب المخزومی صحابی و مجاہد بن زبیر کے شاگرد حضرت ابی بن کعبؓ و ایاس مولی حضرت عبداللہ بن عباس ان کے اساتذہ میں تھے۔ ان کی قراءت کے دو راوی ہیں۔ ایک ابو عمر محمد عبدالرحمن مکی مخزومی المعروف قنبل ۲۸۰ھ۔ دوسرے احمد بن محمد مکی المعروف بزی۔ بزی اور ابن کثیر کے درمیان دو اور قنبل اور ابن کثیر کے درمیان چار واسطے ہیں ابن کثیر قراء سبعہ میں سے ہیں ۱۲۰ھ میں وفات پائی۔

عاصم

عاصم بن ابی النجود قراء سبعہ میں سے ہیں انہوں نے اخذ قراءت ابو عبدالرحمن بن حبیب السلمی و ابو رویم سے کیا۔ ابو عبدالرحمن حضرت زید بن ثابت و حضرت ابی بن کعب و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت علی کے شاگرد تھے۔ ابو رویم حضرت ابن مسعود۔ حضرت علی۔ حضرت عثمان کے شاگرد تھے عاصم کی قراءت سنداً بہت صحیح تسلیم کی جاتی ہے۔ امام اعظم بھی قراءت میں ان کے شاگرد تھے۔ کوفہ میں ۱۲۸ھ میں وفات پائی۔ ان کی قراءت کے دو راوی ہیں۔ ایک حفص بن سلیمان بن مغیرہ ۱۸۰ھ دوسرے ابوبکر بن سالم ۱۹۳ھ۔

ابو سلیمان یحییٰ بن یعمر عدوانی

حضرت عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن عباس و ابو الاسود کے شاگرد تھے۔ قتادہ نے ان سے روایت کی ہے۔ خراسان کے قاضی تھے۔ انہوں نے نصر بن عاصم کے ساتھ اپنے استاد ابو الاسود کے لفاظ قرآن میں اصلاح کی اور حرکات ایجاد کئے۔ حجاج بن یوسف نے ان کو شہر بدر کر دیا تھا۔ ۱۲۹ھ میں وفات پائی۔

www.ahnafmedia.com

ابوعمر

ابوعمرابن العلاابن العمار- قراءسبعہ میں سے ہیں۔ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ ۸۶ برس کی عمر میں بزمانہ خلافت منصور عباسی ۱۵۴ھ یا ۱۵۷ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔ حافظ ابن حجر نے ان کو طبقہ خامسہ میں شمار کیا ہے۔ اور یہ سعید بن جبیر اور حسن بصری وغیرہ کے شاگرد تھے۔

ان سے ابوشعیب صالح بن زیاد بن عبداللہ مشہور سوسی (سوس ایک موضع ہے) ۲۶۱ھ اور ابوعمر حفص بن عمر دوری (دور بغداد کے قریب ایک موضع ہے) ۲۴۶ھ۔ ابوعمر کے بوساطت ابومحمد یحییٰ بن المبارک العدوی راوی ہیں۔

حمزہ کوفی

ابوعمارہ بن حبیب الزیات مولی بنی تیم ۸۰ھ میں پیدا ہوئے ۱۵۸ھ میں بمقام حلوان وفات پائی۔ قراء سبعہ میں سے ہیں یہ امام جعفر صادق کے شاگرد تھے۔ اس طرح ان کا ایک سلسلہ حضرت علی پر منتہی ہوتا ہے اور دوسرا سلسلہ حضرت عبداللہ بن مسعود پر۔

انہوں نے عاصم و اعمش اور منصور بن المعتمر وغیرہ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ ان کی قراءت کے دو راوی ہیں ایک ابوعیسیٰ خلاد بن خلاد الکوفی الصیرفی ۲۲۰ھ۔ دوسرے محمد بن خلف معروف بزار ۲۲۹ھ یہ محدث تھے امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے تھے۔ امام مسلم نے ان سے تخریج کی ہے۔

خلیل بن احمد

ابوعمرو بن العلاء (شاگرد نصر بن عاصم) کے شاگرد تھے۔ سیبویہ، نضر بن شمیل، ابوفید مورج علی بن نصر جہضمی ان کے شاگرد تھے۔ انہوں نے خط نسخ میں اصلاح کی اور ہمزہ اور تشدید وغیرہ ایجاد کئے۔ ۱۶۰ھ میں وفات پائی۔

نافع

نافع ابن عبدالرحمن بن ابی نعیم مولی بنی لیث۔ بعض ان کو دادا کی نسبت سے ابی نعیم بھی لکھدیتے ہیں۔ ان کی کنیتیں چار مشہور ہیں۔ ابورویم۔ ابوعبداللہ۔ ابوعبدالرحمن۔ ابوالحسن۔ تبع تابعین میں سے تھے

www.ahnafmedia.com

اصل ان کی اصفہان سے ہے مگر مدینہ میں رہتے تھے۔ خلیفہ ہادی عباسی کے عہد میں سنہ ۱۶۷ھ یا ۱۶۹ھ میں وفات پائی۔ قرا سبعہ میں سے ہیں۔ انہوں نے ستر قرا تابعین سے اخذ قراءت کیا۔ ابو جعفر یزید ابن قعقاع مولی مخزومی، ابو داؤد عبد الرحمن بن ہرمز الاعرج، شیبہ بن النصاح مدنی۔ ابو عبد اللہ مسلم بھی ان کے اساتذہ میں سے ہیں یہ سب شاگرد تھے ابن ابی ربیعہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس کے اور یہ دونوں شاگرد تھے حضرت ابی بن کعب کے۔ حافظ ابن حجر نے ان کو تقریب التہذیب میں طبقہ سابعہ میں شمار کیا ہے۔ ان کی قراءت کے دو راوی ہیں۔ ایک عثمان بن سعید المعروف ورش سنہ ۱۹۷ھ دوسرے قالون سنہ ۲۲۶ھ۔ امام سیوطی نے لکھا ہے کہ از روئے سند نافع اور عاصم کی قراءت اصح ہے۔

رجال قرن ثانی

(سنہ ۱۷۱ھ سے سنہ ۲۲۰ھ تک)

ضحاک بن عجلان

مشہور کاتب اور مصلح خط تھا۔ قرآن مجید کثرت سے لکھا کرتا تھا۔ خلیفہ ابو العباس سفاح کے عہد میں تھا۔ سنہ ۱۵۴ھ میں وفات پائی۔

کسائی

ابو الحسن علی بن حمزہ بن عبد اللہ بن بہمن قرا سبعہ میں سے ہیں۔ ابو عمارہ حمزہ کے شاگرد تھے .... خلیفہ ہارون رشید کے مصاحب تھے۔ اور استاد بھی تھے۔ علم قراءت، علم نحو، علم ادب، علم خط ان چاروں علوم کے امام تھے۔ انہوں نے خط حیری سے خط کوفی ایجاد کیا۔ امام سیوطی نے لکھا ہے کہ ابو عمرو کسائی کی قراءت تمام قراءتوں میں زیادہ فصیح ہے۔ سنہ ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔

ان کی قراءت کے دو راوی ہیں۔ ایک ابو عمر حفص معروف دوری، دوسرے ابو الحارث بن خالد البغدادی۔

امام ابو بکر

سنہ ۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ سنہ ۱۹۳ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔ امام احمد بن حنبل و شیخ ابن مبارک نے ان کی بہت تعریف کی ہے۔ انہوں نے اپنی عمر میں چوبیس ہزار بار قرآن ختم کیا۔

www.ahnafmedia.com

نضر بن شمیل

خلیل بن احمد کے شاگرد تھے۔ ابو عبید قاسم بن سلام ان کے شاگرد تھے۔ کتاب القرآن کتاب المدخل کتاب المعانی وغیرہ ان کی تصانیف ہیں۔ سنہ ۲۰۳ھ میں وفات پائی۔

الفریابی

محمد بن یوسف بن واقد بن عثمان الضبی نام۔ یونس ابن ابی اسحاق کے شاگرد تھے۔ امام احمد بن حنبل اور امام بخاری نے ان سے روایت کی ہے۔ ان کی تفسیر کا نام تفسیر الفریابی ہے سنہ ۲۱۲ھ میں وفات پائی۔

رجال قرن ثالث

شیخ ابن راہویہ

اسحاق ابن ابراہیم نام۔ شیخ فضیل بن عیاض و شیخ فضل بن دکین کے شاگرد تھے۔ شیخ عبد اللہ بن مبارک سے بھی روایت کرتے تھے۔ شیخ یحییٰ بن معین نے ان سے روایت کی ہے۔ امام بخاری انکے شاگرد تھے۔ (۷۷) سال کی عمر میں سنہ ۲۳۸ھ میں وفات پائی۔

امام احمد بن حنبل

سنہ ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ امام ابو یوسف، امام محمد بن الحسن، امام زفر، امام شافعی کے شاگرد تھے۔ امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ احمد بن حنبل سب سے زیادہ صحیح حدیث جاننے والے ہیں۔ مجتہد صاحب مذہب تھے۔ ان کا مسند ضخیم و مشہور ہے۔ اسمیں پچاس ہزار حدیثیں ہیں۔ سنہ ۲۱۲ھ میں خلیفہ کا عقیدہ ہوا کہ قرآن مخلوق ہے۔ اسپر محدثین و علماء سے جواب لیا گیا۔ خلاف رائے ظاہر کرنے والوں میں سے بعض قتل کئے گئے۔ بعض کو اور سزائیں دی گئیں۔ اسی سلسلہ میں امام صاحب قید ہوئے اور مصائب میں مبتلا ہوئے۔ سنہ ۲۴۱ھ میں امام صاحب نے وفات پائی۔

امام بخاری

محمد بن اسمٰعیل نام۔ ابو عبد اللہ کنیت۔ امیر المؤمنین فی الحدیث و ناصر الاحادیث النبویہ

www.ahnafmedia.com

وناشر المواریث المحمدیہ لقب، سنہ ۱۹۴ھ میں بخارا میں پیدا ہوئے۔ امام اعظم کے شاگردوں کے شاگرد تھے۔ ان کی کتاب صحیح بخاری صحاح ستہ میں اوّل درجہ کی کتاب ہے۔ سنہ ۲۵۶ھ میں وفات پائی۔

رجال عہد اختلافی

(سنہ ۲۶۱ھ سے سنہ ۳۱۰ھ تک)

امام ابن ماجہ

ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی سنہ ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔ امام ترمذی کے شاگرد تھے ان کی کتاب سنن ابن ماجہ صحاح ستہ میں شامل ہے۔ کثیر التصانیف، صاحب تفسیر ہیں۔ سنہ ۲۷۳ھ میں وفات پائی۔

امام ابن جریر طبری

ابوجعفر ابن جریر نام۔ سنہ ۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ اسمٰعیل بن موسیٰ سدی سے روایت کرتے تھے۔ ان سے طبرانی نے روایت کی ہے۔ مجتہد صاحب مذہب تھے۔ ان کا مذہب سنہ ۴۵۰ھ تک چل کر معدوم ہوگیا۔ کثیر التصانیف مشہور مورخ و مفسر ہیں۔ سنہ ۳۱۰ھ میں وفات پائی۔

ایک ابن جریر طبری فرقہ کرامیہ میں بھی گذرا ہے۔ وہ بھی صاحب تفسیر و تاریخ ہے۔ دونوں میں صرف سنین ولادت و وفات میں فرق ہے۔ بعض لوگ اس ابن جریر کے اقوال امام ابن جریر کی طرف منسوب کرکے دھوکہ دیتے ہیں۔ کوہستان شام میں ایک فرقہ جریری مشہور ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ امام ابن جریر کا مقلد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ابن جریر کرامیہ کا پیرو ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

رجال قرون ثلاثہ کے بعد

(سنہ ۳۱۱ھ سے سنہ ۳۵۷ ہجری تک)

اسحاق

ابوالحسین اسحاق بن ابراہیم تمیمی مشہور کاتب تھا۔ اس نے رسم الخط پر ایک کتاب تحفۃ الموامق نام تصنیف کی تھی۔ قرآن لکھا کرتا تھا۔ خلیفہ المقتدر باللہ کے عہد میں تھا جس نے سنہ ۳۱۹ھ تک حکومت کی

ابن مقلہ

ابو علی محمد بن علی بن الحسین بن مقلہ۔ خلیفہ القاہر باللہ عباسی کا وزیر تھا۔ اس نے خط حیری سے خط نسخ ایجاد کیا۔ اور پھر خط نسخ سے پانچ خط اور نکالے۔ خط محقق۔ خط ریحان۔ خط ثلث خط توقیع خط رقاع۔ اس کے عہد سے قرآن کی کتابت خط نسخ میں ہونے لگی۔ ۳۲۸ھ میں وفات پائی۔

ابن بواب

ہلال نام۔ ایک شخص امیر بویہ کے دروازے پر چوکیدار تھا۔ جس کو عربی میں بواب کہتے ہیں۔ اس کے بیٹے ابوالحسین علی بن ہلال بواب نے محمد بن اسد اور سمسانی تلامذہ ابن مقلہ سے فن کتابت سیکھا اور ابن مقلہ کے ایجاد کردہ خط نسخ کی اصلاح و تزئین کی۔ یہ قرآن مجید کے مشہور کاتبوں میں سے تھا۔ ۴۲۳ھ میں وفات پائی۔

علامہ دانی

ابو عمر عثمان ابن سعید الدانی نام۔ معروف ابن صیرفی۔ ۳۷۲ھ میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید کے متعلق ان کی متعدد محققانہ تصانیف ہیں۔ ۴۴۴ھ میں وفات پائی۔

سجاوندی

ابو عبداللہ محمد بن محمد بن طیفور سجاوندی (سجاوند غزنی کے قریب بخارا کے راستہ میں ایک موضع ہے) علامہ عصر و کثیر التصانیف تھے۔ علامات رموز و اوقاف و رکوع وغیرہ ان کی ایجاد ہیں۔ آخر صدی ششم میں وفات پائی۔ بعض علما نے رموز و اوقاف کے متعلق لکھا ہے کہ علماء غزنی کی ایجاد ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ علماء ماوراء النہر کی ایجاد ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ سجاوندی کی ایجاد ہیں۔ لکھنے والوں نے مشہور مقام کا نام لکھا ہے اور یہ علاقہ ماوراء النہر بھی ہے۔

فخر الکتاب

عماد جوینی نام۔ سلطان صلاح الدین کا کاتب تھا۔ کتاب خریدہ اسکی تصنیف ہے۔ قرآن کا کاتب تھا۔ ۵۹۷ھ میں وفات پائی۔ فخر الکتاب خطاب تھا۔

www.ahnafmedia.com

یاقوت رقم اوّل

امین الدولہ ابو در ابن عبداللہ الملکی الموصلی نام۔ یہ ملکشاہ سلجوقی کا کاتب تھا۔ قرآن لکھتا تھا سنہ ۶۱۸ھ میں وفات پائی

یاقوت رقم ثانی

ابن عبداللہ رومی الحموی۔ قرآن کا مشہور کاتب تھا۔ سنہ ۶۲۶ھ میں وفات پائی۔

قاضی بیضاوی

ابو سعید ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاوی نام۔ شافعی المذہب تھے۔ شیراز کے قاضی تھے۔ آخر عمر میں ترک منصب کر کے شیخ محمد بن محمد کتائی کی خدمت میں رہے۔ شیخ کے ایماء سے تفسیر لکھی۔ ان کی تفسیر مشہور و مقبول ہے۔ سنہ ۶۹۲ھ میں وفات پائی۔

یاقوت رقم ثالث

ابو المجید خواجہ عماد الدین رومی۔ قرآن کا کاتب، فن کتابت کا امام تھا۔ خلیفہ مستعصم باللہ کا درباری تھا۔ سنہ ۶۹۸ھ میں وفات پائی۔ اس کا لکھا ہوا قرآن نواب زادہ سعید الظفر خان آف بھوپال کے کتب خانہ میں ہے۔ اس نے خط تیراموز سے خط نستعلیق ایجاد کیا۔

امام سیوطی

عبدالرحمن بن ابوبکر کمال بن محمد بن سابق الدین بن عثمان نام۔ ابو الفضل کنیت، جلال الدین لقب موضع سیوط (علاقہ مصر) کے باشندے تھے۔ سنہ ۸۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ الاسلام علم الدین بلقینی، شیخ تقی الدین شمنی، شیخ محی الدین کافیجی سے علم حاصل کیا۔ ان کے والد ان کو بخیال برکت ایک مرتبہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے درس میں لیگئے تھے۔ اسوقت یہ تین برس کے تھے۔ اس لئے بعض نے ان کو حافظ کا شاگرد لکھدیا ہے۔ ان کی کل تصانیف کی تعداد پانسو ہے ان میں سے (۹۶) کتابیں فن حدیث میں ہیں سنہ ۹۱۱ھ میں وفات پائی۔ ائمہ و علماء نے ان کو حاطب اللیل (اندھیرے میں لکڑیاں جمع کرنے والا) لکھا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بغیر کسی امتیاز اور جانچ کے جو حدیث بھی سنی لکھدی۔ ان کی کتابوں میں

www.ahnafmedia.com

ضعیف، مضطرب وغیرہ اقسام کی حدیثیں بہت ہیں۔ لیکن سب کچھ جمع کر گئے۔
میں کہتا ہوں کہ اس امر میں سیوطی کے ساتھ علمانے انصاف نہیں کیا۔ یہ خطاب ان کے لئے جب مناسب و موزوں تھا کہ اُنہوں نے یہ دعویٰ کیا ہوتا کہ میں نے جس قدر حدیثیں لکھی ہیں سب قابلِ قبول کی ہیں اور شیخین کی شرائط پر ہیں۔ اور میری نظر سے شیخ کا ایسا دعویٰ نہیں گذرا۔ اس لئے شیخ کا مسلمانوں پر احسان ہے کہ جو کچھ مناسب لکھدیا اور تحقیق کو آئندہ آنے والوں پر چھوڑ دیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو احادیث میں جعل کا سلسلہ آج تک بھی ختم نہ ہوتا۔ اور خدا جانے کس کس قسم کی روایتیں گڑھی جاتیں اور ان روایتوں میں بھی کیا کیا تغیرات ہوجاتے۔ اسی وجہ سے شیخ ابوالحسن بکری نے فرمایا ہے کہ سیوطی کا تمام عالم پر احسان ہے (تاریخ الحدیث ص۱۱۱) ان کی تصانیف میں اتقان و درمنثور وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔

قبلۃ الکتاب

مرزا سلطان علی مشہدی نام۔ میر علی تبریزی کے شاگرد تھے۔ قرآن کے کاتب تھے۔ قبلۃ الکتاب خطاب تھا۔ بابر بادشاہ نے اپنی تزک میں ان کی تعریف کی ہے۔ سنہ ۹۲۲ھ میں وفات پائی۔

میر علی ہروی

مرزا سلطان علی کے شاگرد تھے۔ قرآن کے کاتب تھے۔ شاعر بھی تھے مجنون تخلص تھا شیعہ مذہب تھے۔ صاحب تصنیف تھے۔ قرآن لکھنے کے شائق تھے۔ ان کی تصانیف لندن اور کتب خانہ پٹنہ میں موجود ہیں۔ سلاطین بخارا کے دربار میں تھے۔ سنہ ۹۵۹ھ میں وفات پائی۔

شعبان

شیخ زین الدین شعبان بن محمد بن داؤد الآثاری۔ یہ مصر سے مکہ معظمہ اور یمن گئے پھر ہندوستان آئے۔ قرآن لکھتے تھے۔ غالباً دسویں صدی ہجری میں وفات پائی۔

شیخ علی قاری

نورالدین علی بن محمد سلطان القاری الہروی نام۔ تصانیف میں یہ امام سیوطی سے کچھ ہی کم ہیں۔ اور ہر علم وفن پر ان کی تصانیف ہیں۔ سنہ ۱۰۱۴ھ میں وفات پائی۔

میر عماد قزوینی

فن نستعلیق کے امام فن تھے۔ شاہ ایران عباس صفوی کے درباری تھے۔ بادشاہ نے ان سے شاہنامہ لکھنے کی فرمائش کی۔ انہوں نے ستر اشعار لکھکر پیش کئے۔ بادشاہ نے ستر تومان (ایران کا چاندی کا سکہ) انعام دیا۔ میر صاحب نے خلاف شان سمجھ کر واپس کر دیا۔ بادشاہ نے غضبناک ہوکر سنہ ۱۰۲۴ھ میں ان کو قتل کرا دیا۔ جب یہ خبر ہندوستان پہنچی تو شہنشاہ جہانگیر نے رو کر کہا کہ اگر عباس انکو میرے پاس بھیجدیتا تو میں اُن کو ان کے ہموزن سوتی دیتا۔ یہ بھی قرآن لکھا کرتے تھے۔

شاہ ولی اللہ

دہلی وطن تھا۔ شاہ عبدالرحیم کے صاحبزادے۔ محدث تھے، مفسر تھے، فقیہ تھے، قاری تھے سرحلقہ سلاسل طریقت تھے۔ قرآن اور علوم دینیہ کی ظاہری و باطنی عظیم الشان خدمات آپ نے اور آپکے صاحبزادوں شاہ عبدالعزیز (سنہ ۱۲۳۹ھ) شاہ رفیع الدین (سنہ ۱۲۳۳ھ) شاہ عبدالقادر (سنہ ۱۲۳۰ھ) اور آپکے دیگر اعزاء اور اہل خاندان نے جنمیں سے ہر ایک امام وقت تھا۔ انجام دی ہیں۔ آپ کی اور آپ کے صاحبزادوں کی ہر علم و فن پر تصانیف ہیں۔ جو نہایت محققانہ ہیں اور کثیر التعداد ہیں۔ آپ کی تصانیف عرب و مصر میں بھی مقبول ہوئی ہیں۔ ہندوستان میں علم دین کے تقریباً تمام سلاسل آپ کی ذات والا صفات سے وابستہ ہیں۔ سنہ ۱۱۷۶ھ میں وفات پائی۔

آپ کے صاحبزادگان کے تلامذہ میں شاہ عبدالغنی مجددی عمری مہاجر مدنی (سنہ ۱۲۹۶ھ) قاضی ثناء اللہ پانی پتی (سنہ ۱۲۲۵ھ) نواب قطب الدین خان (سنہ ۱۲۸۹ھ) حاملان علم و عمل تھے۔

قاری کرم اللہ

اصل باشندہ امروہہ کے تھے۔ دہلی میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ فن قرات کے امام تھے۔ محدث تھے۔ سلسلہ طریقت میں شاہ غلام نقشبندی کے خلیفہ تھے۔ سنہ ۱۲۸۵ھ میں وفات پائی۔

قاری کرم اللہ عن شاہ عبدالمجید دہلوی عن قاری غلام مصطفےٰ تھانیسری عن قاری عبدالملک ابن نواب حبش خان عن قاری محمد فاضل عن شیخ عبدالخالق منوفی عن شیخ شمس الدین محمد ابن اسماعیل ازہری مصری عن شیخ عبدالرحمن بن شیخ سخاوہ عن شہاب الدین احمد بن شیخ سنباطی عن شیخ سخاوہ یمنی (شیخ کا سلسلہ اسی کتاب میں لکھا جا چکا ہے)

قاری سید امام الدین

امروہہ کے رہنے والے تھے۔ قاری کرم اللہ کے شاگرد تھے۔ ۱۲۶۵ھ میں وفات پائی۔
قاری عبدالرحمن محدث پانی پتی ان کے خاص شاگرد تھے۔ راقم سطور کے خاندان کے ایک بزرگ حافظ احمد حسن بن قاضی جمال الدین (المتوفی ۱۸۹۰ء) انکے شاگرد تھے انہوں نے قرات سبعہ مکررہ متواترہ بقاعدہ جمع الجمع مع الضبط کی تحصیل کی تھی۔

محدث پانی پتی کے ایک شاگردان کے ہمنام قاری عبدالرحمن اعمیٰ تھے۔ اُن کے شاگرد مولوی لقاء اللہ پانی پتی موجود ہیں۔ ایک مخلص قومی کارکن ہیں۔ وجیہ و شکیل ہیں۔ ساٹھ برس کا سن ہے مگر اب بھی سینکڑوں میں ایک ہیں سہ

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ   آثار پدیدست صنا دید عجم را

حضرت محدث پانی پتی سے والد ماجد کے برادر عم زاد حافظ حاجی محمد ابراہیم ڈپٹی کلکٹر سیوہاروی اور والد ماجد کے برادر خالہ زاد حافظ احمد علی بن قاضی بنیاد علی سیوہاروی نے بھی استفادہ کیا تھا۔
حافظ احمد حسن سے استفادہ کیا والد ماجد کے ماموں زاد بھائی حافظ قاضی وقار علی ہنسوری مرحوم نے اور راقم سطور کے پھوپا حافظ قاضی نجم الہدیٰ نگینوی مرحوم نے اور عم مکرم حافظ حاجی نورالحسن مدظلہٗ نے (عم مکرم سے بعض سور توں کی مشق راقم سطور نے بھی کی ہے)
حافظ نجم الہدیٰ سے بعض سورتوں کی تعلیم حاصل کی اُن کے فرزند اکبر آنریبل حافظ محمد ابراہیم بی اے ایل ایل بی علیگ سابق وزیر صوبہ یوپی نے۔

طنطاوی

علامہ طنطاوی جوہری قاہرہ مصر کے باشندے تھے۔ اس عہد میں عالم اسلام کے سب سے بڑے عالم تھے۔ کثیر التصانیف تھے۔ ان کی تفسیر الجواہر نام (۲۵) جلدوں میں ہے۔ عجیب و غریب تفسیر ہے۔ اردو زبان میں بھی اس کا ترجمہ شروع ہوا ہے۔ ۱۹۳۹ء میں وفات پائی۔
راقم سطور نے حضرت مرحوم سے تقریباً دو سال تک استفادہ کیا ہے۔ دور حاضر کے دیگر بزرگوں کا تذکرہ متفرق طور پر اس کتاب میں آچکا ہے۔

www.ahnafmedia.com

الباب الخامس فی شہادۃ الاقوام

علے

فضل القرآن والنبیؐ والاسلام

اس باب میں غیر مسلم محققین و مورخین اور فضلا کی رائیں جمع کی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی رائیں تھیں۔ جنکو میں نے بخوف طوالت چھوڑ دیا ہے۔ ہر مذہب کے فضلا کی رائیں درج ہیں۔ بعض فضلا کی رائیں کئی کئی جگہ درج ہیں اس لئے کہ انہوں نے مختلف اوقات یا مختلف مضامین اور تصانیف میں جُدا جُدا رائیں ظاہر کی ہیں۔

چونکہ رسول کریم۔ قرآن مجید، اسلام اور شریعت ان چاروں کے متعلق علیحدہ علیحدہ رائیں نقل کی ہیں اسلئے بعض فضلا کے مضامین سے جو فقرات جس مضمون کے متعلق تھے اُسی موقع پر درج کئے گئے ہیں ؎

خوشتر آن باشد کہ سرِ دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں

قرآن کے متعلق فضلاء یورپ کی رائیں

ڈاکٹر وکٹر عمانوئیل ڈبوس

اس کتاب (قرآن) کی مدد سے عربوں نے سکندر اعظم کی اور رومیوں کی سلطنتوں سے بڑی دنیا فتح کرلی۔ فتوحات کا جو کام رومیوں سے سینکڑوں برس میں ہوا تھا۔ عربوں نے اُسے دسویں حصہ وقت میں انجام پر پہونچایا۔ اسی قرآن کی مدد سے سامی اقوام میں صرف عرب ہی یورپ میں شاہانہ حیثیت سے داخل ہوئے۔ جہاں اہل فنیشیا بطور تاجروں کے اور یہودی لوگ پناہ گزینوں اور اسیروں کی حالت میں پہونچے۔ ان عربوں نے بنی نوع انسان کو روشنی دکھلائی۔ جبکہ چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی ان عربوں نے یونان کی عقل و دانش کو زندہ کیا اور مغرب و مشرق کو فلسفہ طب اور علم ہیئت کی تعلیم دی اور موجودہ سائنس کے جنم لینے میں انہوں نے حصہ لیا۔" (رسالہ پیشوا دہلی جنوری ۱۹۳۳ء)

ڈاکٹر راڈویل

قرآن میں ایک نہایت گہری سچائی ہے۔ جو ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے جو باوجود مختصر ہونے

قوی اور صحیح رہنمائی اور الہامی حکمتوں سے مملو ہیں"۔ (دیباچہ قرآن)

ڈاکٹر راڈویل

قرآن نے اوّل تو جزیرہ نما عرب کے مختلف صحرائی قبیلوں کو ایک مشاہیر کی قوم میں تبدیل کر دیا اس کے بعد اُس نے اسلامی دنیا کی وہ عظیم الشان سیاسی و مذہبی جمعیتیں قائم کیں جو آج یورپ اور مشرق کے لئے ایک بڑی طاقت کا درجہ رکھتی ہیں۔ قرآن کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اس جدید علمی اور فلسفی تحریک کا آغاز کرنے والا ہے جس نے ازمنہ وسطیٰ میں بہترین دل و دماغ رکھنے والے یہودی اور عیسائیوں پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ تحقیقات سے یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ یورپ میں علم کے دور جدید سے کئی صدیوں پیشتر یورپ کے علما فلسفہ، ہندسہ، ہیئت اور دیگر علوم کے متعلق جو کچھ جانتے تھے وہ تقریباً سب کا سب اصلی عربی کتابوں کی لاطینی ترجموں کے ذریعہ انہیں حاصل ہوا تھا۔ قرآن ہی نے شروع میں گویا ان علوم کے حاصل کرنے کا ذوق شوق عربوں اور ان کے دوستوں میں پیدا کیا تھا (حوالہ مذکور)

یہ ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کا جو تخیل بلحاظ صفات قدرت، علم، عام ربوبیت اور وحدانیت کے قرآن میں موجود ہے۔ اس بنا پر قرآن بہترین تعریف و توصیف کا مستحق ہے۔ قرآن نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس کتاب کی تعلیم میں ایسے عناصر موجود ہیں جن کے ذریعہ سے زبردست اقوام اور فتوحات کرنے والی سلطنتیں بن سکتی ہیں۔ اس کی تعلیم میں وہ اصول موجود ہیں جو عملی قوتوں کا سرچشمہ ہیں۔ (حوالہ مذکور)

یہ (قرآن) تحریف سے پاک ہے (حوالہ مذکور)

■ قرآن ایک عام مذہبی، تمدنی، ملکی، تجارتی، دیوانی، فوجداری وغیرہ کا ضابطہ ہے اور ہر ایک امر پر حاوی ہے۔ مذہبی عبادات سے لیکر رات دن کے کاروبار، روحانی نجات سے لیکر جسمانی صحت جماعت کے حقوق سے لیکر حقوق افراد، اخلاق سے جرائم اور دنیوی سزا سے دینی سزا و جزا وغیرہ تک کے عام احکام قرآن میں موجود ہیں اسمیں سیاسی اصول بھی ہیں جن کی بنا پر حکومت کی بنیاد پڑی۔ اور انہیں سے ملکی قوانین اخذ کئے جاتے ہیں۔ اور روزمرہ کے مقدمات جانی و مالی کا فیصلہ کیا جاتا ہے قرآن ایک بے نظیر قانون ہدایت ہے۔ اس کی تعلیمات فطرت انسانی کے مطابق ہیں" (ہسٹری آف دی ورلڈ)

منجملہ اور بہت سی خوبیوں کے جن پر قرآن فخر کر سکتا ہے دو نہایت ہی عیاں ہیں ایک تو وہ مودب بلند انداز اور عظمت جس کو قرآن خدا کا ذکر یا اشارہ کرتے ہوئے ہمیشہ مدنظر رکھتا ہے کہ وہ خدا سے خواہشات رذیلہ اور انسانی جذبات کو منسوب نہیں کرتا۔ اور دوسری خوبی یہ ہے کہ وہ تمام نامہذب

ناشائستہ خیالات، حکایات اور بیانات سے بالکل منزہ ہے جو بد قسمتی سے یہودیوں کے صحائف میں عام ہیں قرآن تمام قابل انکار عیوب سے بالکل مبرا ہے۔ اس پر خفیف سے خفیف حرف گیری بھی نہیں ہو سکتی۔ اس کو شروع سے آخر تک پڑھ جاؤ مگر تہذیب کے رخساروں پر ذرا بھی جھینپ کے آثار نہیں پائے جائیں گے۔ (جان ڈیون پورٹ)

جان ڈیون پورٹ

• حضرت مسیح کے بعد دنیا کی اخلاقی حالت تباہ ہو گئی تھی۔ ہر طرف جہالت کی گھٹائیں چھا رہی تھیں۔ ہر سمت بے چینی اور بد امنی کے شرارے بلند تھے۔ پتھروں کو قابل پرستش سمجھا جاتا تھا اور فحش باتوں سے بالکل پرہیز نہیں کیا جاتا تھا۔ ان حالات میں حضرت محمد پیدا ہوئے اور ۶۱۱ء میں انہوں نے قرآن کی اشاعت کی۔ یہ ایک آسان اور عام فہم مذہبی قانون ہے۔ جس میں انسانی زندگی کی اصلاح کیلئے سب کچھ موجود ہے۔ اسکی ایک امتیازی شان یہ ہے کہ اسکی تعلیمات فطرت انسانی کے مطابق ہیں۔ اس مذہبی قانون نے ایک طرف روح کی اصلاح کیلئے ہدایت کی ہے اور دوسری طرف دنیوی ترقی کے بیش بہا اصول تعلیم کئے ہیں۔" (دی گریٹ ٹیچر)

جرمن فلاسفر و شاعر گوئٹے

• قرآن کی یہ حالت ہے کہ اسکی دلفریبی بتدریج فریفتہ کرتی ہے۔ پھر متعجب کرتی ہے اور آخر ش ایک رقت آمیز تحیر میں ڈال دیتی ہے۔ اسی طرح یہ کتاب تمام زمانوں میں اثر کرتی رہے گی" (مولوی رمضان ۱۳۵۲ھ)

ڈاکٹر لڈولف کریل

• قرآن میں عقائد اخلاق و عقائد اور ان کی بنا پر قانون کا مکمل مجموعہ موجود ہے۔"

ڈاکٹر ہٹلر

• اسلام کی بنیاد قرآن پر ہے جو تمدن کا جھنڈا اڑاتا ہے جو تعلیم دیتا ہے کہ انسان جو نہ جانتا ہو اسکو سیکھے۔ جو حکم دیتا ہے کہ استقلال، استقامت، عزت نفس نہایت لازمی ہیں۔ اسکی خصوصیات میں شائستگی اور تمدن کی سب سے بڑی بنیاد ہے (ادب العرب)

موسیو سیدیو

وہ آداب و اصول جو فلسفہ حکمت پر قائم ہیں جنکی بنیاد عدل و انصاف پر ہے جو دنیا کو بھلائی اور انصاف کی تعلیم دیتے ہیں انمیں سے ایک جز بھی ایسا نہیں جو قرآن میں نہ ہو۔ وہ اعتدال اور میانہ روی کا راستہ سکھاتا ہے۔ گمراہی سے بچاتا ہے۔ اخلاقی کمزوریوں سے نکال کر فضائل کی روشنی میں لاتا ہے

اور انسانی زندگی کے نقائص کو کمالات سے بدل دیتا ہے (ادب العرب)

برٹش انسائیکلوپیڈیا

"قرآن کے احکام مطابق عقل و حکمت واقع ہوئے ہیں۔ کہ اگر انسان انہیں چشم بصیرت سے دیکھے تو وہ ایک پاکیزہ زندگی بسر کرنے کے کفیل ہو سکتے ہیں۔"

مسٹر کارلائل

"میرے نزدیک قرآن کے تمام معانی میں سچائی کا جوہر موجود ہے، یہ کتاب سب سے اوّل اور سب سے آخر جو جو خوبیاں بیان ہو سکتی ہیں۔ اپنے میں رکھتی ہے بلکہ درحقیقت ہر قسم کی توصیف صرف اُسی سے ہو سکتی ہے۔"

سر ولیم میور

"ہم نہایت قوی قیاس سے کہتے ہیں کہ قرآن کی ہر ایک آیت محمد کی غیر محرف اور صحیح الفاظ میں (لائف آف محمد) یہ تو ضرور ماننا پڑے گا کہ قرآن جیسا محمدؐ نے بیان کیا وہی کا وہی ہے اور اسمیں توریت اور انجیل کی طرح تحریف نہیں ہوئی" (دیباچہ قرآن الگزینڈر)

کوئی کتاب بارہ سو برس سے ایسی نہیں کہ اسکی عبارت اتنی مدت مدید تک خالص رہی ہو (لائف آف محمد)

مسٹر اسٹین لی لین پول

قرآن کو حضرت محمدؐ نے ایسے نازک وقت میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔ جبکہ ہر طرف تاریکی اور جہالت کی حکمرانی تھی۔ اخلاق انسانی کا جنازہ نکل چکا تھا۔ بت پرستی کا ہر طرف زور تھا۔ قرآن نے ان تمام گمراہیوں کو مٹایا جن کو دنیا پر چھائے ہوئے مسلسل چھ صدیاں گذر چکی تھیں۔ قرآن نے دنیا کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی، اصول مدنیت و علوم حقائق سکھلائے۔ ظالموں کو رحم دل اور وحشیوں کو پرہیزگار بنایا اگر یہ کتاب شائع نہ ہوتی تو انسانی اخلاق تباہ ہو جاتے۔ اور دنیا کے باشندے برائے نام انسان رہجاتے (گلینڈ لس آف ہولی قرآن)

کاؤنٹ ٹالسٹائی

یہ کتاب (قرآن) عالم انسانی کے لئے ایک بہترین راہبر ہے اسمیں تہذیب ہے، شائستگی ہے، تمدن ہے۔ معاشرت ہے، اور اخلاق کی اصلاح کیلئے ہدایت ہے اگر صرف یہ کتاب دنیا کے سامنے ہوتی اور کوئی ریفارمر پیدا نہ ہوتا تو یہ عالم انسانی کی رہنمائی کے لئے کافی تھی۔ ان فائدوں کے ساتھ ہی جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں کہ یہ کتاب ایسے وقت میں دنیا کے سامنے پیش کی گئی تھی جبکہ ہر طرف

آتش فساد کے شرارے بلند تھے۔ خوں خواری اور ڈاکہ زنی کی تحریک جاری تھی۔ اور فحش باتوں سے بالکل پرہیز نہیں کیا جاتا تھا۔ اس کتاب نے ان تمام گمراہیوں کا خاتمہ کیا (دی لائٹ آف ریلیجن)

مسٹر طامس کارلایل

قرآن ایک آسان اور عام فہم مذہبی کتاب ہے۔ یہ کتاب ایسے وقت میں دنیا کے سامنے پیش کی گئی جبکہ طرح طرح کی گمراہیاں مغرب سے مشرق اور شمال سے جنوب تک پھیلی ہوئی تھیں۔ انسانیت شرافت تہذیب وتمدن کا نام مٹ چکا تھا۔ ہر طرف بے حسی اور بداستی نظر آتی تھی اور نفس پروری کی ظلمتوں کا طوفان امنڈ آیا تھا۔ قرآن نے اپنی تعلیمات سے امن وسکون اور محبت کے جذبات پیدا کئے۔ بےحیائی کی ظلمتیں کافور ہوگئیں اور ظلم وستم کا بازار سرد پڑ گیا۔ ہزارہا گمراہ راہ راست پر آ گئے اور بے شمار وحشی شائستہ بن گئے۔ اس کتاب نے دنیا کی کایا پلٹ دی، اس نے جاہلوں کو عالم، ظالموں کو رحم دل اور عیش پرستوں کو پرہیزگار بنا دیا (دی پاپولر ریلیجن آف دی ورلڈ)

پروفیسر ہربرٹ وایل

قرآن جو اخلاقی ہدایتوں اور دانائی کی باتوں سے بھرا ہوا ہے ایسے وقت میں دنیا کے سامنے پیش ہوا جبکہ ہر طرف جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ زمین پر کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں نیکیوں کا رواج ہو اور کوئی جماعت ایسی نہ تھی جو سیدھے راستہ پر چلتی ہو۔ قرآن نے عالم انسانیت کی زبردست اصلاح کی اور وحشیوں کو انسان کامل بنا دیا۔ جن اشخاص نے اس کے مضامین پر غور کیا ہے وہ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ وہ ایک مکمل قانون ہدایت ہے۔ انسانی زندگی کی کوئی سی شاخ لے لیجئے۔ ناممکن ہے کہ اس شعبہ میں اسکی تعلیمات رہنمائی نہ کرتی ہوں۔ میرا یہ خیال ہے کہ اگر اسکی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو ایک سمجھدار آدمی بہت جلد دنیاوی اور روحانی ترقی حاصل کر سکتا ہے۔ اگر ان اخلاق کو لے لیجئے جو شرف انسانیت ہیں مثلاً راستبازی پرہیزگاری، رحم وکرم، عفت وعصمت تو قرآن میں یہ سب ہدایتیں موجود ہیں اور اگر ان اخلاق کو لیجئے جن کا تعلق دنیاوی ترقی سے ہے مثلاً محبت وشفقت، عزم واستقلال، جرأت وشجاعت تو ان ہدایتوں سے بھی قرآن معمور ہے ہر کیف وہ ایک حیرت انگیز قانون ہدایت ہے (الکچران اسلام)

ڈاکٹر فرک مؤرخ جرمنی

"قرآن کی عبارت کیسی فصیح وبلیغ اور مضامین کیسے عالی ولطیف ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ناصح امین نصیحت کر رہا ہے اور ایک حکیم فلسفی حکمت الٰہی بیان کر رہا ہے۔"

www.ahnafmedia.com

ڈاکٹر سیل

قرآن انتہائی لطیف و پاکیزہ زبان میں ہے۔ اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی انسان اسکی مثل نہیں لاسکتا۔ یہ لازوال معجزہ ہے جو مردہ زندہ کرنے سے بہتر ہے۔

ڈاکٹر موریس فرانسیس

یہ کتاب (قرآن) تمام آسمانی کتابوں پر فایق ہے۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کیلئے جو کتابیں طیار کی ہیں ان سب میں بہترین کتاب ہے۔ اس کے نغمے انسان کی خیر و فلاح کے متعلق فلاسفہ یونان کے نغموں سے کہیں اچھے ہیں۔ خدا کی عظمت سے اس کا حرف حرف لبریز ہے۔ قرآن علماء کے لئے ایک علمی کتاب، شائقین علم لغت کے لئے ذخیرہ لغات، شعرا کے لئے عروض کا مجموعہ اور شرائع و قوانین کا عام انسائیکلوپیڈیا ہے۔ ان کی یہ کتاب ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں ہے۔ اسکی فصاحت و بلاغت انہیں سارے جہان سے بے نیاز کئے ہوئے ہے یہ بات واقعی ہے اور اسکی واقعیت کی بڑی دلیل یہ ہے کہ بڑے بڑے انشاپردازوں اور شاعروں کے سر اس کتاب کے آگے جھک جاتے ہیں۔ اسکے عجائبات روز بروز نئے نئے نکلتے ہیں۔ اور اسکے اسرار کبھی ختم نہیں ہوتے۔ (لابارول)

نیرایسٹ لندن

قرآن ایک محیر العقول معجزنما صحیفہ ہے (اپریل ۱۹۲۲ء)

ایک مسیحی نامہ نگار

مسلمان جب قرآن و حدیث پر غور کرے گا تو اپنی ہر دینی و دنیوی ضرورت کا علاج اسمیں پائیگا۔ (معجزات اسلام ص۳۵ بحوالہ مصری اخبار وطن)

ڈاکٹر سموئیل جانسن

قرآن کے مطالب ایسے ہمہ گیر اور ہر زمانے کیلئے اسقدر موزوں ہیں کہ زمانہ کی تمام صدائیں خواہ مخواہ اس کو قبول کرلیتی ہیں۔ اور وہ محلوں، ریگستانوں اور شہروں اور سلطنتوں میں گونجتا پھرتا ہے۔

ڈاکٹر آرنلڈ

اخلاقی احکام جو قرآن میں ہیں اپنی جگہ پر کامل ہیں (پریچنگ آف اسلام)

ڈاکٹر گاڈفری ہگنس

قرآن میں یہ عجیب خوبی ہے کہ وہ غریبوں کا دوست اور غمخوار ہے۔ (میزان التحقیق ص۶۳)

ڈاکٹر لیبان

"قرآن کی فصاحت و بلاغت روز نئے مسلمان پیدا کر لیتی تھی" (تمدن عرب)

پروفیسر ایڈورڈ مونٹے

قرآن وہ کتاب ہے جس میں مسئلہ توحید ایسی پاکیزگی اور نفاست اور جلال و جبروت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اسلام کے سوا کسی مذہب میں نہیں۔ (باطل شکن صلا۳)

پروفیسر ڈیوزٹ

ہم پر واجب ہے کہ ہم اس امر کا اعتراف کریں کہ علوم طبیہ، فلکیہ، فلسفہ، ریاضیات وغیرہ جو قرن دہم میں یورپ تک پہنچے وہ قرآن سے مقتبس ہیں اور اسلام کی بدولت ہیں (صوت الحجاز ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ)

آنحضرت باوجودیکہ اُمّی تھے۔ اور لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے۔ ایک ہی وقت میں تین عظیم مقاصد یعنی قومیت، دیانت، شہنشاہیت کی بنیاد ڈالی۔ اس کے علاوہ ایک ایسی کتاب دنیا کے سامنے پیش کی جو بلاغت کا ایک زبردست نشان، شریعت کا ایک واجب العمل دستور اور دین و عبادات کا قابل اذعان قرآن ہے۔ وہ مقدس کتاب ہے جو اس وقت دنیا کے ۱/۴ حصہ میں معتبر اور مسلم سمجھی جاتی ہے۔ اور اس کی انشاء و حکمت کو معجز نما مانا جاتا ہے (قرآن ایک معجز نما کتاب ہے۔ حصہ اول ص۵۱ بحوالہ لائف آف محمد الکس لوازن)

ڈاکٹر جے جی بول

تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن کریم اپنی خوبیوں کے لحاظ سے ایک حیرت انگیز کتاب ہے اور گذشتہ سالوں میں میں نے غور سے جو اس کا مطالعہ کیا تو اس کی بلاغت الفاظ کی شان و شوکت اور معانی سے حیران رہ گیا۔ (حوالہ مذکور ص۳۵)

قرآن کی زبان بلحاظ لغت عرب نہایت فصیح ہے اس کی انشائی خوبیوں نے اس کو اب تک بے مثل و بے نظیر ثابت کیا ہے۔ اس کے احکام اس قدر مطابق عقل و حکمت ہیں کہ اگر انسان انہیں چشم بصیرت سے دیکھے تو وہ ایک پاکیزہ زندگی بسر کرنے کیلئے کفیل ہو سکتے ہیں۔ (پاپولر انسائیکلوپیڈیا)

قرآن کے متعلق یہودی فضلا کی رائیں

یہودی فاضل ڈاکٹر ہاروز

قرآن ایک فصیح و بلیغ عجیب غریب کتاب ہے۔ جو سرچشمہ علوم اخلاق ہے۔ حضرت محمد کی سیدھی سادی زندگی اور حسن سلوک نے اشاعت اسلام میں بڑا کام کیا۔ (تقریرین ص۲۷)

قرآن کے متعلق ہندو فضلا کی رائیں

رام دیو ایم اے پرنسپل گروکل کانگڑی

قرآن کی بھاشا بہت سُندر ہے۔ اسمیں فصاحت بلاغت بھری ہے اس سے بھی کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ قرآن کے اندر کئی باتیں بہت اچھی ہیں۔ قرآن کی توحید میں کسی کو شک نہیں صاف بتایا ہے کہ اللہ ایک ہے، عرب کے اندر عورتوں کا کوئی درجہ نہ تھا۔ محمد صاحب نے عورتوں کے حقوق قایم کئے۔ (پرکاش فروری ۲۷ء)

پروفیسر دویجا داس

قرآن ایسا جامع اور روح افزا پیام ہے کہ ہندو دھرم اور مسیحیت کی کتابیں اس کے مقابلہ میں بمشکل کوئی بیان پیش کرسکتی ہیں (معجزات اسلام ص۱)

گاندھی جی

مجھے قرآن کو الہامی کتاب تسلیم کرنے میں ذرہ بھر تامل نہیں (معجزات اسلام بحوالہ ینگ انڈیا)

پھوبندر ناتھ باسو

حقیقی جمہوریت کا ولولہ، رواداری، مساوات کی خوبیاں اس نے (قران نے) دنیا کے ہر گوشہ میں پھیلا دیں (باطل شکن ص۲۶)

لالہ لاجپت رائے

میں قرآن کی معاشرتی، سیاسی، اخلاقی اور روحانی تعلیم کا سچے دل سے مداح ہوں (رسالہ مولوی رمضان ۱۳۵۲ھ)

رابندرناتھ ٹیگور

وہ وقت دور نہیں جبکہ قرآن اپنی مسلمہ صداقتوں اور روحانی کرشموں سے سبکو اپنے اندر جذب کرے گا وہ دن بھی دور نہیں جبکہ اسلام ہندو مذہب پر غالب آجائے گا اور ہندوستان میں ایک ہی مذہب ہوگا (حوالہ مذکور)

ڈاکٹر وینو گوپال راؤ نائڈو ایل ایم، ایس تنالی

قرآن کے الہامی کتاب ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ ایک ان پڑھ اور امی کی زبان سے دنیا کے بہترین لٹریچر میں ایک زبردست پیغام کا نکلنا ہی اسکی صداقت کا کافی ثبوت ہے۔ (ایمان جون ۳۶ء)

پنڈت شانتا رام بی اے پروفیسر اندرا کالج بمبئی

اس کی (قرآن کی) تعلیمات نہایت آسان عام فہم اور انسان کی فطرت کی مطابق ہیں۔ ایک ہٹ دہرم بھی اسکی تعلیمات میں کوئی عیب نہیں بتلا سکتا جو انسانی تہذیب کے اسٹنڈرڈ سے گرا ہوا ہو

(محمد صاحب جیون چرتر)

پنڈت چمپوپتی ایم اے پروفیسر گروکل کانگڑی

حضرت محمد کے دل کی آواز قرآن کی آیات ہیں۔ حضرت کی پاک اولوالعزمیوں کا صحیح اندازہ لگانے کیلئے حضرت کی کتاب کی شعلہ بیانیوں سے اُن کے زندہ پیغام کو اخذ کرنا ضروری ہے

(مولوی ربیع الاول سنہ ۱۳۵۰ھ)

قرآن کے متعلق بُدھ مذہب کے فضلا کی رائیں

بُدھ عالم چینی لیڈر مسٹر فن جین

پیغمبر عرب نے جو تعلیمات دنیائے انسانیت کے سامنے پیش کی ہیں وہ روحانی اور مادی ہر دو اقسام کی ریاضتوں کو اپنی اپنی جگہ ٹھکانے سے رکھنے والی اور دونوں کے درمیان بہترین تعاون قایم رکھنے والی ہیں (پیشوا ربیع الاول ۱۳۵٦ھ)

قرآن کے متعلق سکھ فضلا کی رائیں

گرونانک صاحب

(۱) پت ان پوجا مت دن سنجم جب دن کا ہے جینو نا دہو دہوتا تک چڑاؤ سچ دن سوج ہنوے
کل پران کتب قرآن پوتھی پنڈے رہے پران

یعنی پوجا پاٹ کام نہیں دے سکتی۔ چھوت چھات بیکار ہے۔ جینوا شنان ماتھے پر تلک لگانا کچھ کام نہ آئے گا۔ اگر کوئی کتاب کام آئے گی تو وہ قرآن ہے جسکے آگے پوتھی پران کچھ بھی نہیں۔

(معجزات اسلام صـ۱۱ بحوالہ گرنتھ صاحب)

(۲) رہی کتاب ایمان دی سچی کتاب قرآن۔ یعنی ایمان کی کتاب قرآن ہے (جنم ساکھی بھائی بالا)

(۳) توریت انجیل زبور ترے سن دیکھے وید: رہے قرآن کتاب کل جگ میں پرمار

یعنی توریت انجیل زبور وید سب دیکھے مگر نجات کی کتاب قرآن ہی ہے (حوالہ مذکور)

(۴) بھتے حرت قرآن دے لکھے سیپارے کیں: لس وچ نصیحتاں سن کر یقین

یعنی قرآن کے تیس سیپارے ہیں جنہیں نصیحتیں ہیں۔ اُن پر یقین کر (جنم ساکھی کلاں نوشتہ گرو انگند جی)

(۵) تیری کنتاں بجالیاں ترے سو دہے بھید ٭ توریت زبور انجیل ترے پڑھے سن دیٹھے وید
رہیا قرآن کیتڑے کل جگ میں پروان ٭ مطلب دو دھلا پایا ہندو مسلمان
ناتھے گو تری ترمینوں روزہ نماز ٭ عملاں باجھوں مُومنو دوزخ دلی نماز

یعنی ہندو مسلمان سب نے توریت زبور انجیل وید سب ڈھونڈ ڈالے مگر مقصد ہاتھ نہ آیا۔ البتہ قرآن پر عمل کی صورت میں مقصد ملا ہے۔ نماز روزہ اور عمل کے بغیر دوزخ نصیب ہوگا۔

(معجزات اسلام صلا بحوالہ لکے دی ساکھی)

قرآن کے متعلق پارسی فضلا کی رائیں

پارسی فاضل فیروز شاہ ایم اے۔ اڈیٹر جام جمشید

جہاں اس کتاب (قرآن) کی سب سے پہلے اشاعت ہوئی وہ مُلک ساری دنیا سے زیادہ خراب حالت میں تھا۔ اس کی عام فہم تعلیمات نے دنیا کی کایا پلٹ دی اور انصاف و تہذیب کی روشنی پھیل گئی۔

(مذہب کی روشنی)

عُلماء مذہب عیسوی کی رائیں

پادری وال رمیس ڈلی ڈی

قرآن کا مذہب امن و سلامتی کا مذہب ہے (باطل شکن ص۲۰)

ریورینڈ آر میکینویل کنگ

دنیائے الہام میں اگر الہام کوئی شے ہے اور وہ اپنے مکمل وجود میں موجود ہے تو قرآن ضرور الہامی کتاب ہے۔ (باطل شکن ص۲۰)

ریورینڈ بوسوتھ اسمتھ

ہادی عرب کو ایک ساتھ تین چیزوں کے قایم کرنے کا مبارک موقع ملا۔ وطنیت، اصلاح اعمال مذہب۔ تاریخی دنیا میں اس قسم کی کوئی دوسری مثال نہیں دکھائی جا سکتی (محمد اور محمدن ازم)

ریورینڈ جارج

حضرت اسمٰعیل کی نسل سے حضرت محمد پیدا ہوئے آپ کی شان میں بڑی بات بائبل مقدس میں لکھی ہوئی ہے کہ اس قوم کی بزرگی ہے جس میں حضرت محمد پیدا ہوں گے حضرت اسحاق کی نسل سے یسوع مسیح

www.ahnafmedia.com

پیدا ہوں گے (پیشوا ربیع الاول ۱۳۵۶ھ)

رسول کریم کے متعلق فضلاء یورپ کی رائیں

ڈاکٹر ڈی رائٹ

محمد اپنی ذات اور قوم کیلئے نہیں بلکہ دنیائے ارضی کیلئے ابر رحمت تھا۔ تاریخ میں کسی ایسے شخص کی مثال موجود نہیں جس نے احکام خداوندی کو اس مستحسن طریقہ سے انجام دیا ہو (اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا فروری سنہ ۱۹۲۰ء)

مسز اینی بسنٹ

حضور پیغمبر اسلام کی زندگی زمانہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ سکتی ہے۔ اور تاریخ روزگار شاہد ہے کہ وہ لوگ جو حضور پر حملہ کرنے کے خوگر ہیں جہل مرکب میں مبتلا ہیں۔ حضور کی زندگی سادگی شجاعت اور راستی کی تصویر تھی (قاسم العلوم ربیع الاول سنہ ۱۳۵۳ھ ہجری)

ڈاکٹر اینڈ برینگھم

مجھ کو کسی وقت یہ خیال بھی نہ ہوا کہ اسلام کی ترقی تلوار کی مرہون منت ہے بلکہ اسلام کی کامیابی رسول اللہ کی سادہ، بے لوث، ایفائے وعدہ، اصحاب و پیروؤں کی غیر معمولی حمایت، توکل بخدا اور ذاتی جرأت و استقلال سے وابستہ ہے۔ نبی کا کام کبھی آسان نہیں ہوتا، اچھے اور دور رس طریقوں کا وضع کرنا نسبتاً آسان ہے لیکن ان پر عمل کرنا ہر ایک کا کام نہیں ہے۔ اور پھر جبکہ یہ عظیم الشان کام اپنے ہی خاندان اور قبیلے سے شروع کرنا ہو جس کے لوگ آپکی زندگی کی کمزوریوں سے بھی واقف ہوتے ہیں لیکن محمد نے کام شروع کر دیا تھا حالانکہ وہ اپنا نام بھی نہیں لکھ سکتے تھے۔ تاہم انہوں نے اس امر میں رہنمائی کی جو انسان کی زندگی میں سب سے زیادہ اہم ہے یعنی بندے اور خدا کے تعلقات (ڈاکٹر لین پول)

اگر محمد سچے نبی نہ تھے تو پھر کوئی نبی دنیا میں برحق آیا ہی نہیں (ہسٹری آف دی سرسنز ایمپائر)

مسز اینی بسنٹ نے اپنے لکچر میں رسول کریم کے حالات بیان کرتے ہوئے کہا۔

جو شخص ایسے ملک میں پیدا ہو جس کا میں نے تذکرہ کیا جس کو ایسے لوگوں سے پالا پڑا جن کے ناگفتہ بہ حالات کا نقشہ کھینچا ہے اور جس نے ان کو مہذب ترین مخلوق اور متقی بنا دیا ہو۔ ہو نہیں سکتا کہ وہ خدا کا رسول نہ ہو (مدینہ جولائی ۱۹۳۳ء)

www.ahnafmedia.com

کونٹ ٹالسٹائی

حضرت محمد متواضع، خلیق اور روشن فکر اور صاحب بصیرت تھے۔ لوگوں سے عمدہ معاملہ رکھتے تھے۔ آپ مدۃ العمر پاکیزہ خصائل رہے۔ (حوالہ مذکور)

سر ولیم میور

اپنی تصنیف محمد کے بارے میں اُن کے چال چلن کی عصمت اور اُن کے اطوار کی پاکیزگی پر جو اہل مکہ میں کمیاب تھی متفق ہیں (لائف آف محمد)

ایس۔ ایچ لیڈر

جب آپ بوڑھے ہو گئے تو محض رقت قلب کی وجہ سے جو آپ کو خاص طور پر عطا کی گئی تھی آپ کو کئی بیویوں کو محض اُن کی حالت پر رحم کرنے کیلئے اپنے ازواج میں داخل کرنا پڑا (مدینہ جولائی ۳۳ء)

میجر آرتھر گلن موزنڈ

حضرت محمد بلاشبہ اپنے عصر مقدس میں ارواح طیبہ میں سے تھے۔ وہ صرف مقتدر رہنما ہی نہ تھے بلکہ تخلیق دنیا سے اسوقت تک جتنے صادق اور مخلص سے مخلص پیغمبر آئے، ان سب سے بھی ممتاز رتبہ کے مالک تھے۔ (استقلال دیوبند فروری سنہ ۱۹۳۲ء)

میجر آرتھر گلن لیونارڈ

حضرت محمد نہایت عظیم المرتبہ انسان تھے۔ حضرت محمد ایک مفکر اور ایک معمار تھے۔ انہوں نے صرف اپنے زمانہ کے حالات کے مقابلہ کی فکر نہیں کی اور جو تعمیر کی وہ اپنے ہی زمانہ کے لئے نہیں کی بلکہ رہتی دنیا تک کے مسائل کو سوچا اور جو تعمیر کی وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کی (حوالہ مذکور)

ڈاکٹر جی ویل

آپ کی (رسول کریم کی) خوش اخلاقی، فیاضی، رحم دلی محدود نہ تھی

مسٹر ایڈورڈ مونٹیے

آپ نے سوسائٹی کے تزکیہ اور اعمال کی تطہیر کیلئے جو اُسوہ حسنہ پیش کیا ہے وہ آپ کو انسانیت کا محسن اوّل قرار دیتا ہے۔

کونٹ ٹالسٹائی

اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کہ محمد ایک عظیم المرتبہ مصلح تھے۔ جنہوں نے انسانوں کی خدمت کی۔ آپ کے لئے یہی فخر کیا کم ہے کہ آپ اُمت کو نور حق کی طرف لیگئے۔ اور اسے اس قابل بنا دیا

www.ahnafmedia.com

کہ وہ امن وسلامتی کی دلدادہ ہو جائے۔ زہد و تقویٰ کی زندگی کو ترجیح دینے لگے، آپ نے اسے انسانی خونریزی سے منع فرمایا۔ اس کے لئے حقیقی تمدن و ترقی کی راہیں کھول دیں۔ اور یہ ایک ایسا عظیم الشان کام ہے جو اس شخص سے انجام پا سکتا ہے جس کے ساتھ کوئی مخفی قوت ہو اور ایسا شخص یقیناً عام اکرام و احترام کا مستحق ہے (حمایت اسلام لاہور جولائی ۱۹۳۵ء)

ایس مارگولیوتھ

آنحضرت کی دردمندی کا دائرہ انسان ہی تک محدود نہ تھا۔ بلکہ جانوروں پر بھی ظلم و ستم توڑنے کو بہت برا کہا ہے۔

کرنل سائکس

کوئی شخص آپ کی خلوص نیت سادگی اور رحم و کرم کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ڈاکٹر ای ۔ اے فریمن

اسمیں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد بڑے پکے اور سچے راست باز اور ریفارمر تھے (معجزات اسلام ص۹۶)

مسٹر سار مستشرق

قرون وسطیٰ میں جب کہ تمام یورپ میں جہل کی موجیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں عربستان کے ایک شہر سے نیر تاباں کا ظہور ہوا جس نے اپنی ضیا باریوں سے علم و ہنر اور ہدایت کے چھلکتے ہوئے نوری دریا بہا دئے۔ اسی کا طفیل ہے کہ یورپ کو عربوں کے توسط سے یونانیوں کے علوم اور فلسفے نصیب ہو سکے (صوت الحجاز ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ)

رسول کریمؐ کے متعلق ہندو فضلا کی رائیں

ڈاکٹر بدھ ویر سنگھ دہلوی

محمد صاحب ایک نیک ہستی تھے۔ اس میں ذرہ بھر بھی شک نہیں کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر جن کے عقیدہ کے لحاظ سے حضرت ایک پیغمبر تھے دوسرے لوگوں کے لئے محمد صاحب کی سوانح عمری ایک نہایت ہی دل بڑھانے والی اور سبق آموز ثابت ہوئی ہے (رسالہ مولوی ربیع الاول ۱۳۵۱ھ)

بابو جگل کشور کھنہ بی۔ اے۔ ایل ایل بی

حضرت محمد کی لائف اور آپ کی تعلیم کی بنیادی چیزوں کو دیکھکر ہر شخص آسانی سے اس نتیجہ پر پہونچ سکتا ہے کہ حضرت محمد نے دنیا پر بہت کچھ احسانات کئے ہیں۔ اور دنیا نے بہت کچھ آپ کی تعلیمات

سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ صرف ملک عرب ہی پر حضرت محمد صاحب کے احسانات نہیں بلکہ آپ کا فیض تعلیم و ہدایت دنیا کے ہر گوشہ میں پہونچا۔ غلامی کے خلاف سب سے پہلی آواز حضرت محمد نے بلند کی، اور غلاموں کے بارے میں ایسے احکام جاری کئے۔ کہ اُن کے حقوق بھائیوں کی برابر کر دیئے۔ آپ نے عورتوں اور استریوں کے درجہ کو بلند کر دیا۔ سود کو قطعی حرام کر کے سرمایہ داری کی جڑ پر ایسا کلہاڑا مارا کہ اس کے بعد سے پھر یہ درخت اچھی طرح پھل پھول نہ سکا۔ سود خواری ہمیشہ دنیا کے لئے ایک لعنت رہی ہے۔ مساوات کی طرف ایسا عملی قدم اُٹھایا کہ اس سے قبل دنیا اس سے بالکل ناآشنا اور ناواقف تھی۔ حضرت محمد صاحب نے نہایت پُرزور طریقہ سے توہمات کے خلاف جہاد کیا۔ اور نہ صرف اپنے پیروؤں کے اندر سے اس کی بیخ و بنیاد اکھاڑ کر پھینک دی بلکہ دنیا کو ایک ایسی روشنی عطا کی کہ توہمات کے بھیانک چہرے اور اسکی ہیئت خدوخال سب کو نظر آگئے (حوالہ مذکور)

بی۔ ایس اندلہ واہو شیار پوری

حضرت محمد صاحب کو جتنا ستایا گیا اتنا کسی ہادی اور پیغمبر کو نہیں ستایا گیا۔ ایسی حالت میں کیوں نہ محمد صاحب کی رحمدلی اور شفقت اور مروت علی المخلوق کی داد دوں جنہوں نے خود تو ظلم و ستم کے پہاڑ اپنے سر پر اُٹھا لئے مگر اپنے ستانے والے اور دُکھ دینے والوں کو اُف تک بھی نہ کہا بلکہ اُن کے حق میں دُعائیں مانگیں اور طاقت و اقتدار حاصل ہو جانے پر بھی اُن سے کوئی انتقام نہیں لیا، باقی مذاہب میں سے سب سے زیادہ ناانصافی اور ظلم اگر کسی پر کیا گیا ہے تو بانی اسلام پر۔ اور کوشش کی گئی ہے کہ پیغمبر اسلام کو ایک خونخوار اور بیرحم انسان دکھلایا جائے۔ اور خواہ مخواہ دوسروں کو اُن سے نفرت دلائی جائے۔ اس کا بڑا سبب یہ ہوا ہے کہ محمد کی لائف پر تنقید کرنے والوں نے اسلامی تاریخ اور بانیٔ اسلام کی سیرت کا صحیح طور پر مطالعہ کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کی۔ بلکہ سُنی سُنائی اور بے بنیاد باتوں کو سرمایہ بنا کر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کر دی اگر وہ اسلامی روایات کو سمجھ لیتے اور سچائی کے اظہار کیلئے اپنے اندر کوئی جرأت و ہمت پاتے تو وہ یقیناً اپنی رائے تبدیل کرنے پر مجبور ہو جاتے (حوالہ مذکور)

کملا دیوی بی۔ اے بمبئی

اے عرب کے مہا پرش آپ وہ ہیں جن کی شکشا سے مورتی پوجا مٹ گئی اور ایشور کی بھگتی کا دھیان پیدا ہوا۔ بیشک آپ نے دھرم سیوکوں میں وہ بات پیدا کر دی کہ ایک ہی سمے کے اندر وہ جرنیل کمانڈر اور چیف جسٹس بھی تھے۔ اور تمام کے سُدھار کا کام بھی کرتے تھے۔ آپ نے

عورت کی مٹی ہوئی عزت کو بچایا۔ اور اُس کے حقوق مقرر کئے۔ آپ نے اس دُکھ بھری دنیا میں شانتی اور امن کا پرچار کیا۔ اور امیر غریب سبکو ایک سبھا میں جمع کیا۔ (اخبار الامان دہلی ۲۱ جولائی ۱۹۳۲ء)

سو شیلا بائی

حضرت محمد صاحب نے ایک سے زیادہ ایسے کام کئے ہیں جن کی بدولت کمزوروں اور بیکسوں کو اُبھرنے اور ترقی کرنے کا موقع مل گیا۔ ایک فرقہ جس کی حالت قابل رحم تھی عورتوں کا تھا، عورتوں کی حالت کچھ غلاموں سے بھی گئی گذری تھی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مرد ان غریب عورتوں کو انسان ہی نہ سمجھتے تھے۔ محمد صاحب نے (خدا اُن کی روح کو تسکین دے) لوگوں کو بتایا کہ مرد اور عورت انسانی جنس کے دو برابر کے حصے ہیں اور مرد عورت کی، عورت مرد کی زینت ہے (حوالہ مذکور)

گاندھی جی

جبکہ مغرب قعر جہالت میں پڑا تھا تو مشرق کے آسمان سے ایک درخشاں ستارہ طلوع ہوا اور تمام مضطرب دنیا کو راحت اور روشنی بخشی۔ (حوالہ مذکور)

موتی لال ماتھر ایم اے

پیغمبر اسلام نے توحید کی ایسی تعلیم دی جس سے ہر قسم کے باطل عقائد کی بنیادیں ہل گئیں (رسالہ مولوی دہلی۔ ربیع الاول ۱۳۵۱ ہجری)

مفسر راز حیات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تاریخ عالم کے تمام صفحات زندگی کی اسقدر صحیح تفسیر کرنے والی دوسری شخصیت عظمیٰ کے بیان سے خالی ہے، وہ کونسی اذیتیں تھیں جو کفرستان عرب کے کافروں نے اپنے عقائد باطلہ کی حفاظت کیلئے اس بت شکن پیغمبر کو نہیں دیں، وہ کونسے انسانیت سوز مظالم تھے جو عرب کے درندوں نے اس رحم و ہمدردی کے مجسمہ پر نہیں توڑے، وہ کونسے زہرہ گداز ستم تھے جو جہالت کے گہوارے میں پلنے والی قوم نے اپنے اس سچے ہادی پر روا نہیں رکھے مگر انسانیت کے اس محسن اعظم کے زبان فیض ترجمان سے بجائے بددعا کے دُعا ہی نکلی۔ غیر مسلم مورخوں اور مصنفوں کی جنہوں نے قسم کھالی ہے کہ قلم ہاتھ میں لیتے وقت عقل کو چھٹی دیدیا کریں گے اور اآنکھوں پر تعصب کی ٹھیکری رکھکر ہر واقعہ کو اپنی کج فہمی اور کج نگاہی کے رنگ میں رنگ کر دنیا کے سامنے پیش کریں گے، آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں اور اُن کے گستاخ اور کج رقم قلموں کو اعتراف کرتے ہی بنتی ہے کہ واقعی اس نفس کش پیغمبر نے جس شان استغنا سے دولت، عزت، شہرت اور حسن کے طلسمی طاقتوں کو اپنے اصول پر قربان کیا وہ ہر کس وناکس کا کام نہیں۔ عرب کے سربرآوردہ بزرگوں نے

اپنے عقاید۔ طلہ کی حفاظت کیلئے اس آفتاب حقانیت کے سامنے جس کی ہر کرن کفر سوز تھی ایک دوسرے سے بالکل متضاد اور مخالف راستے رکھدیئے اور ان کو اختیار دیدیا گیا کہ ان میں سے اپنی حسب مرضی جو راستہ چاہیں منتخب کرلیں۔ ایک طرف ریگستان عرب کی حسین سے حسین عورتیں، دولت کے انبار عزت وشہرت کی دستار قدموں پر نثار کرنے کو تیار تھیں۔ اور دوسری طرف ذرہ ذرہ مخالفت کے طوفان اُٹھا رہا تھا۔ قتل کی دھمکیاں دی جاتی تھیں آوازے کسے جاتے تھے۔ نجاستیں پھینکی جاتی تھیں۔ راستے میں کانٹے بچھائے جاتے تھے۔ تاریخ عالم اس حقیقت غیر مشتبہ پر شاہد عادل ہے کہ اس کے اوراق کو تزکیہ نفس کے ایسے نقید المثال مظاہرہ کا بیان کبھی میسر نہیں ہوا۔ اس حق کوش پیغمبر کو جس کا مدعا نفس پروری سے کوسوں دور تھا۔ دولت کی جھنکار اپنی طرف متوجہ نہ کر سکی شہرت کی طلسمی طاقت اُس کے دل کو فریب دے سکی حُسن اپنی تمام دل آویزیوں کے ساتھ نظر التفات سے محروم رہا۔ اُنہوں نے بلا تامل فیصلہ کن لہجے میں کہدیا کہ اگر آپ لوگ چاند اور سورج کو بھی میری گود میں لاکر ڈال دیں تو بھی میں تبلیغ حق سے باز نہ آؤں گا (سوامی لکشمن رائے روڑی ضلع حصار منقول از اخبار صحیفہ حیدرآباد دکن نومبر ۱۹۳۲ء بحوالہ زمیندار لاہور)

جس وقت بھارت ورش میں مذہبی کمزوری اپنا پاؤں جارہی تھی۔ اُس وقت عرب کے ریگستان میں ایک مہان پرش ایک عجیب و غریب وحدانیت کی تعلیم دے رہا تھا۔ مہرشی سوامی دیانند اور ان کا کام مصنفہ لالہ لاجپت رائے)

پنڈت وشنو نراین نے دوران تقریر میں کہا۔ کہ

دولت وعزت وجاہ وحشمت کی خواہش سے آنحضرت نے اسلام کی بنیاد نہیں ڈالی۔ شاہی تاج اُن کے نزدیک ایک ذلیل وحقیر شے تھی۔ تخت شاہی کو آپ ٹھکراتے تھے۔ دنیادی وجاہت کے بھوکے نہ تھے اُن کی زندگی کا مقصد تو موت اور حیات کے متعلق اہم زاویوں کا پرچار تھا۔ (مدینہ جولائی ۱۹۳۲ء)

مہاشے منوہر سہائے

آپ کو مال ودولت کے جمع کرنے یا امیر درئیس بننے کی خواہش نہیں تھی بلکہ آپ نہایت درجہ سادگی پسند اور منکسر المزاج شخص تھے۔ جس وقت آپ کا انتقال ہوا تو موجودہ شاہ عرب ہونے کے باوجود آپ کے پاس مال وزر نہ تھا، نہ جائداد تھی نہ ذاتی ریاست بلکہ اسوقت بھی معمولی حیثیت رکھتے تھے یہ وہ باتیں ہیں جو ظاہر کرتی ہیں کہ دنیوی خواہشات کیلئے حضرت محمد صاحب نے کچھ بھی نہیں کیا، بلکہ جو کچھ کیا خدا کے حکم سے کیا اور خلوص کے ساتھ کیا۔ (حوالہ مذکور)

سوامی برج نراین سنیاسی

پیغمبر اسلام نے ایک جنگ بھی جارحانہ نہیں کی بلکہ ہر ایک موقع پر مدافعانہ لڑائی لڑنے پر آپ کو مجبور کیا گیا (حوالہ مذکور)

لالہ مہر چند لدھیانوی

بانی اسلام کے دشمنوں کی زبان سے اور اُن کے ہاتھوں سے وہ ظلم برداشت کئے جن پر کمزور سے کمزور آدمی بھی بگڑ کھڑا ہوتا ہے مگر بانی اسلام نے استعداد مقابلہ اور طاقت کے باوجود کبھی جواب میں زبان ہلانا یا ہاتھ اُٹھانا پسند نہیں کیا۔ مگر افسوس کہ آپ کے دشمنوں کی زیادتی حد سے گذری جا رہی تھی۔ اور اندیشہ تھا کہ ظالم ان کے مددگاروں کی قلیل جماعت کو کچل ڈالیں۔ آخر رحم مجسم نبی جس کو خدا نے دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا تھا، اس امر پر مجبور ہو گیا کہ تلوار کے ذریعہ سے اپنے لوگوں کی حفاظت کرے۔ اندریں ایک ایسا آخری فیصلہ تھا کہ جس کے سوا اپنے گروہ کے بچاؤ کی کوئی صورت باقی نہ رہی تھی۔ ہر چند کہ بانی اسلام کی ذات والا صفات سراپا رحم و شفقت تھی اور اگر بانی اسلام کے بس میں ہوتا تو سرزمین عرب میں خون کا ایک قطرہ بھی گرنے نہ پاتا۔ غرض جو لڑائیاں ہوئیں نہایت مجبوری کی حالت میں ہوئیں (حوالہ مذکور)

لالہ سرداری لال

زمانہ جاہلیت کی زہریلی آب و ہوا اور ایسے ہلاکت خیز ماحول میں ایک شخص پرورش پا کر جوان ہوتا ہے اور اسکی یہ حالت ہے کہ اُس کے مقدس ہاتھوں نے کبھی شراب کو نہیں چھوا۔ اُسکی پاک نگاہ کبھی نسوانی حسن و جمال کی دلفریبیوں کی طرف متوجہ نہیں ہوئی۔ وہ کبھی قتل و غارت میں شریک نہیں ہوا۔ کبھی کسی کو بُرا نہیں کہا۔ کسی کی دل آزاری نہیں کی۔ اُس نے کبھی قمار بازی میں حصہ نہیں لیا اور لوگ جن گناہوں میں مُبتلا تھے ان میں سے ایک بھی اُس نے اختیار نہیں کیا۔ (حوالہ مذکور)

حکم چند کماری، ایم اے

عالم شباب میں آپ کی یہ حالت تھی کہ آپ تازہ شادی کے بعد کئی کئی روز تک گھر سے غیر حاضر رہ کر تزکیہ نفس اور ریاضت کشی میں مشغول رہتے تھے۔ بی بی عائشہ صدیقہ کے سوا جتنی عورتیں آپ کے عقد میں آئیں سب کی سب بیوہ تھیں۔ ان حالات پر ذرا غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نکاح کی خاطر نہ تھے بلکہ کسی اخلاقی ذمہ داری کی ادائیگی کی خاطر تھے (حوالہ مذکور)

لالہ لاجپت رائے

میں پیغمبر اسلام کو دنیا کے بڑے بہاپرشوں میں سمجھتا ہوں (رسالہ مولوی رمضان ۵۲ھ)

سوامی بھوانی دیال سنیاسی

جس وقت تمام ملک عرب میں بدترین جہالت پھیلی ہوئی تھی۔ اسوقت محمد صاحب کی ہی تنہا ذات تھی جس نے بیمثال ہمت وجرأت کے ساتھ قوم عرب کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ اور ہر طرح کی برائیاں اور بت پرستی کو چھوڑ کر خدا کے آگے سر جھکا دینے کی دعوت دی (رسالہ ایمان پٹی ضلع لاہور مئی ۱۹۳۵ء)

مسٹر بی۔ ایس کشالیہ بی اے ڈی۔ ای لندن ڈپٹی انسپکٹر مدارس ضلع کورگ

آنحضرت کی کثرت ازدواج کے متعلق بہتان باندھا گیا ہے لیکن یہ محض غلط ہے، بیشک آپ نے کئی بیویاں کی تھیں مگر زمانہ کے بڑے رواج کو مٹانے کیلئے، اور ہر طبقہ کی عورتوں کو نکاح میں لا کر ان کا سہارا بن جانے کیلئے۔ اور لوگوں کو ترغیب دینے کیلئے کہ وہ بھی بیوہ باکرہ غلام اور لاوارث عورتوں کو اپنے نکاح میں لائیں اور آپ کے نمونہ کی پیروی کریں۔ آپ نے اپنی نفسانی خواہش کیلئے نکاح نہیں کئے، آپ میں نفسانی خواہش کی کوئی بھی دلیل یا علامت نہیں پائی جاتی۔ (حوالہ مذکور)

بابو مکٹ دھاری پرشاد بی اے۔ ایل ایل بی وکیل گیا

حضرت محمد صاحب کی تعلیمات کی طرح حضرت محمد صاحب کے اخلاق بھی بہت بلند تھے (حوالہ مذکور)

راجہ رادھا پرشاد سہنا بی اے ایل ایل بی آف تیلو تلو اسٹیٹ

آپ کا (رسول کریم کا) ہر قول وفعل استقامت اور راستی کے سانچہ میں ڈھلا ہوا تھا اور آپ کا کوئی قدم بھی اخلاق کے جادہ مستقیم سے منحرف نہ تھا۔ (حوالہ مذکور)

پنڈت بہاری لال شاستری ساکن اجھیانی

محمد صاحب کا جنم عرب کے مکہ نگر میں اس سمے ہوا کہ وہ دیش گھور اندھکار میں ڈوبا ہوا تھا اور وہاں کے رہنے والے قریشی یہودی عیسائی سب ہی جہالت اور اوہام پرستی کا شکار ہو رہے تھے۔ محمد صاحب نے ملک کے نہ کسی دھرم کا کھنڈن کیا اور نہ کسی پیشوا کو برا کہا۔ بلکہ تمام پیغمبروں کی عزت کرتے ہوئے ہر ایک مذہب کی تائید کی، مگر اسوقت کے لوگوں نے خود غرضی میں پھنس کر مذہب کے روپ کو جو بگاڑ دیا تھا اس کو ظاہر کر دیا۔ دھرم کا ٹھیک ٹھیک روپ سمجھایا۔ ایشور وشواس، آپ میں پریم اور سب کے ساتھ بھلائی آپ کی تعلیم تھی۔ حضرت محمد صاحب نے اپنے ملک کی دھارمک حالت ہی درست نہیں کی بلکہ اونچ نیچ کا جھگڑا یا کھنڈ دور کر کے سب کو ایک کر دیا اور بکھری ہوئی لتا کو عرب قوموں کو ایک سلک کر کے انہیں ایسا

ایسا جوش بھرا کہ خانہ بدوش اور تمام برائیوں کے بھنڈار عرب لوگوں نے اپنے ملک ایسی زبردست حکومت قایم کی جس کا رعب پاس پڑوس کے تمام بادشاہوں پر جم گیا۔ سو سال کے اندر اندر عرب لوگوں کی حکومت کابل، مصر، افریقہ اور سندھ تک قایم ہوگئی۔ جاہل سمجھے جانے والے عربوں نے محمد صاحب کی بدولت وہ قابلیت حاصل کی کہ یورپ میں تہذیب اور کئی اصلاحوں کے پھیلانے کا فخر انہیں حاصل ہے اسی طرح محمد صاحب کی بدولت عرب، عراق اور اس کے آس پاس کی قوموں کو دھارمک، سماجک راج نیتک اور آرتھک سب طرح کا فائدہ پہونچا اور وہ دنیا میں مشہور ہوگئے۔ محمد صاحب نے زندگی بھر بے غرض ہوکر اپنے ملک اور قوم کی یہاں تک سیوا کری کہ آپ اور اپنی اولاد تک کو قربان کردیا۔ حضرت محمد صاحب نے اسلام کو کوئی نیا دین نہیں بتایا بلکہ سب سنتوں سے یہ کہا کہ ست ایک ہے سناتن ہے وہی اسلام ہے، یہ شروع میں بھی تھا۔ اس کا روپ بدلا کرتا ہے۔ محمد صاحب نے اپنی جاتی والوں کو اپنا سندیش سنانا شروع کیا تو لوگ دشمن بن گئے۔ جوں جوں قریش ستاتے گئے حضرت کا جوش کام کے لئے دونا ہوتا گیا، لوگ ان کی جان کے گاہک بن گئے۔ تب یہ مکہ چھوڑ کر مدینے چلے گئے۔ مکہ پر قبضہ کرنے کے بعد حضرت محمد صاحب نے اپنے دشمنوں کے اگلے تمام اتیاچار کو معاف کردیا آپ بچوں سے پیار، غریبوں کی مدد، دین دکھیوں کی سیوا، سب کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرتے تھے، دوسرے مذہبوں کا بڑا آدر کرتے تھے۔ محمد صاحب کے گنوں کا ورنن کیا جائے تو کئی سال تک رشی اخبار کے کالم بھرے جاسکتے ہیں۔ ان میں دو گن سب سے مہان تھے، ایشور وشواس اور سنگھٹن کی شکتی۔ آپ کے جیون پر کچھ اعتراض ہیں جو متعصب یوروپین پادریوں کی ایجاد ہیں اور ان کے خیال کو بغیر سمجھے ہندوؤں نے بھی انہیں اپنا لیا۔ ہماری رائے میں تو محمد صاحب نے مذہبی جنگ کو اخلاق اور ایشوری وشواس سے فتح کیا۔ اور سوشیل ریفارم پولیٹیکل کام تلوار سے کیا۔ عرب لوگوں کا سماجک سدھار کے لئے سختی اگر کی گئی تو کبھی بری نہیں ہوسکتی۔ ایسی سختی ملک کے ہر ایک ڈکٹیٹر نے کی ہے۔ جو لوگ مسلمان بادشاہوں کے ان ظلم و ستم کے حوالوں کو پیش کیا کرتے ہیں جو کہ انہوں نے غیر مذہب والوں پر کئے ایمان کے ان میلے آئینہ میں حضرت کے اپدیش کی تصویر کو دیکھا کرتے ہیں ہم ان سے اتفاق نہیں کرسکتے۔ یہ کام پولیٹیکل ہے۔ آجکل بھی مذہب کے نام پر حکومت اپنا الو سیدھا کرتی ہے۔ وہ بادشاہ اپنے ان کاموں کے لئے خود ذمہ دار ہیں۔

آنحضرت نے کئی شادیاں ضرور کیں مگر یہ سب پولیٹیکل ضرورت سے اسی طرح کیا گیا جس طرح سری کرشن بھگوان کو ہندوستان کی پولیٹیکل حالت ٹھیک کرنے کیلئے کئی کئی ودواہ کرنے پڑے

www.ahnafmedia.com

ان شادیوں کو نفس کے لئے نہیں کیا گیا۔ بلکہ ان دیویوں کی بھلائی، عرب سرداروں کو رشتہ دار بنا کر اپنے مشن میں سہایک بنانا وغیرہ مقصد تھا۔ ہم نے جہاں تک آپ کے جیون پر غور کیا۔ آپ کو ایک مہا پُرش دیش بھگت، سنسار کا ہتکاری پایا۔ (یہ پنڈت جی کے طویل مضمون کے جستہ جستہ فقرات ہیں یہ مضمون اخبار رشی کیپور یکم جولائی ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا۔ یہ اخبار زیر اڈیٹری لالہ جگناتھ شرن بی اے ایل ایل بی شائع ہوتا ہے)

گاندھی جی

وہ (رسول کریم) روحانی پیشوا تھے۔ بلکہ میں اُن کی تعلیمات کو سب سے بہتر سمجھتا ہوں۔ کسی روحانی پیشوا نے خدا کی بادشاہت کا پیغام ایسا جامع اور مانع نہیں سُنایا جیسا کہ پیغمبر اسلام نے۔ رسالہ ایمان پٹی ضلع لاہور اگست ۱۹۳۶ء)

ترسیمہار راؤ

دنیا کے کل پیغمبروں میں حضرت محمد صاحب کو اپنے مشن میں لاجواب کامیابی ہوئی جو کسی دوسرے پیغمبر کو نہیں ہوئی اور یہ پیغمبر خدا کے اخلاق مطہرہ و اوصاف حمیدہ کا نتیجہ تھا۔

ہز ہائنس مہاراجہ نرسنگہ گڑھ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سراپا عمل اور ایثار کا مرقع ہے۔ حضور نے زمانہ جہالت میں دنیا کی اصلاح فرمائی۔ اور اُسے اپنی ان تھک کوششوں سے جگمگا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اسلام کا نام ساری دنیا میں روشن ہے۔ (رسالہ ایمان پٹی جون ۲۶ء)

لالہ برجموہن سروپ بھٹناگر فیروز آبادی

حضرت محمد کی زندگی انسانیت کا ایک اعلیٰ ترین نمونہ ہونے کے ساتھ ہی عمل سے مالا مال ہے اُنہوں نے فرض شناسی اور خدمت انسانی کی زندہ مثال پیش کی۔ اُنہوں نے تئیس سال کے قلیل عرصہ میں بُت پرستی اور توہم پرستی مٹا کر وحدانیت کا سبق پڑھایا (پیشوا ربیع الاول ۱۳۵۶ھ)

ڈاکٹر امبا لال ایل ایم ایس

آپ (رسول کریم) بڑے ودوان تھے۔ اعلیٰ درجہ کے سنیاسی تھے۔ آپ زبردست جج تھے ان کا جیون سادہ تھا۔ (حوالہ مذکور)

رائے بہادر پنڈت مٹھن لال بی اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ صدر آریہ سماج اجمیر

حضرت محمد نے جس وقت "خدا تعالیٰ ایک ہے" یہ آواز بلند کی۔ تو اس وقت ہندوستان،

ایران، عرب و عجم میں ہر جگہ بت پرستی کا دور دورہ تھا۔ بلکہ خدا کی ہستی سے لوگ انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مادہ ہی مادہ ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے حضرت محمد کو فرمایا کہ ثابت کر دو کہ خدا تعالیٰ واقعی ہے (حوالہ مذکور)

لالہ امیر چند کھنہ جرنلسٹ ماہر انکم ٹیکس چوبا منڈی دہلی

حضرت محمد صاحب خدمت خلق کے سب سے بڑے علمبردار تھے۔ بھگوان کرشن نے گیتا میں ایشور کی طرف سے ایک مشہور وعدے کا ذکر کیا ہے جس کا ترجمہ علامہ فیضی نے یوں کیا ہے ؎

چو بنیاد دیں سست گردد بسے ۔ نمائیم خود را بشکل کسے

اس وعدہ کا ایفا حضرت محمد کے وجود سے کیا گیا (حوالہ مذکور)

لالہ نانک چند ناز جرنلسٹ لاہور

دنیا کی عظیم الشان ہستیوں میں ان (رسول کریم) کا درجہ کسی سے کم نہیں (حوالہ مذکور)

پروفیسر رگھوپتی سہائے فراق ایم اے لیکچرار الہ آباد یونیورسٹی

میں حضرت پیغمبر اسلام کی بعثت کو اُن کی شخصیت اور اُن کے کارنامہائے زندگی کو تاریخ کا ایک معجزہ سمجھتا ہوں (حوالہ مذکور)

پنڈت امرناتھ زتشی دیال باغ آگرہ

سیرت نبوی کو بنظر غور دیکھنے سے یہ بات بآسانی ذہن نشین ہو جاتی ہے کہ پیدائش سے لیکر وفات تک ہر حال میں آنحضرت کو تائید غیبی حاصل رہی جو کہ لازمہ نبوت ہے (حوالہ مذکور)

ماسٹر شیو چرن داس پریزیڈنٹ دہلی پروشیل ٹیچرز ایسوسی ایشن

آنحضرت نے اس مرتبہ کو اپنی خدا پرستی، استقلال کامل اور روحانیت کی وجہ سے حاصل کیا (حوالہ مذکور)

ڈاکٹر جے کارام برہما

حضرت محمد نے اخلاق عالیہ کی تلقین ہی نہیں کی بلکہ اُن اصولوں پر عمل بھی فرمایا۔ اُن کی زندگی ایثار و قربانی کی زندگی تھی۔ (حوالہ مذکور)

پنڈت ہردے پرشاد

اگر کوئی مجھ سے دریافت کرے کہ حضرت محمد کون تھے تو میں اس کے جواب میں برملا کہوں گا کہ آپ اپنے زمانہ کے بہت ہی بڑے بزرگ اور پیغمبر، توحید کے علمبردار، حقانیت کے طرفدار، سچائی کے دلدادہ اور ایک ایشور کے پرستار تھے۔ آپ کی اصلاح قابل داد تھی۔ اور تا قیامت یاد رہے گی۔ (حوالہ مذکور)

شیام سندر اڈیٹر رسالہ پیمانہ لاہور

پیغمبر اسلام کی اولوالعزمی، قومی ایثار کے لئے میرے دل میں بہت پریم ہے۔ حوالہ مذکور

پنڈت دہرم دیو شاستری

اسمیں شک نہیں کہ حضرت محمد صاحب بنی نوع انسان کے بھلے کیلئے تھے۔ (حوالہ مذکور)

مہاتما نارائن صاحب سوامی پردہان انٹرنیشنل آرین لیگ دہلی

گیتا میں جیسا کہا گیا ہے کہ جب خرابیاں حد سے متجاوز ہو جاتی ہیں تو اُن کے دور کرنے کے لئے سدہارکوں کا جنم ہوا کرتا ہے۔ اسی اصول کے ماتحت حضرت محمد کا جنم عرب میں ہوا۔ (حوالہ مذکور)

لالہ سدا سکھ لال

محمد صاحب اپنی فصاحت و بلاغت سے اکثر شکنانے عرب کو مُرید کرتے تھے (تاریخ ہند)

شردہے پرکاش دیو جی پرچارک براہمہ دہرم

ہم محمد صاحب کی اُن بے بہا خدمات کو جو وہ نسل انسانی کی بہبود کیلئے بجا لائے بُھلا کر احسان فراموش نہیں ہو سکتے۔ (سوانح عمری محمد صاحب)

ٹی، ایل، وسوانی

محمد کی زندگی رحم و عنایات و اچھائی سے پُر ہے۔

پروفیسر ایشوری پرشاد

محمد صاحب امن و امان کے خواں تھے۔ وہ لوگوں کو تعلیم دیتے تھے۔ خدا کی عبادت کرو اور نیک کام کرو۔ (تاریخ ہند)

بھگت راؤ ایڈوکیٹ کوہ مری

سری رامچندر جی مہاراج، بھگوان سری کرشن جی، گرو نانک دیو جی، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ سب روحانی بادشاہ تھے۔ اور میں کہتا ہوں کہ ان میں ایک روحانی شہنشاہ بھی ہے جس کا مقدس نام محمد تھا۔ جس کے معنی ہی مہلک ہو گئے ہیں اور جس کی پوترا نعت کے متعلق کچھ کہنا ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ ہر ایک ریفارمر نے آکر دنیا میں بہت کچھ کیا۔ مگر حضرت محمد صاحب نے دنیا پر اسقدر احسان کئے ہیں جنکی مثال نہیں مل سکتی (نلزبان ہند مثلاً)

پنڈت ستیا دہاری

پیشوائے دین اسلام حضرت محمد کی زندگی دنیا کو بیشمار قیمتی سبق پڑھاتی ہے اور تقریباً حضرت

www.ahnafmedia.com

کی زندگی ہر حیثیت سے دنیا کے لئے سبق آموز ہے بشرطیکہ دیکھنے والی آنکھ سمجھنے والا دماغ اور محسوس کرنے والا دل ہو (معجزات اسلام ص۶۷)

لالہ رلم لال ورما اڈیٹر اخبار تیج

جمہوریت، اخوت، مساوات یہ عطیات ہیں جو حضرت محمد نے بنی نوع انسان کو عطا کئے

ہندو فاضل چیلو نکر وکیل اکولہ سابق سکرٹری ہندو مہاسبھا نے موضع بلڈانہ

(علاقہ برار) میں تقریر کرتے ہوئے کہا:۔

پیغمبر اسلام کی بعثت ایک ایسے آفتاب عالمتاب کا ظہور تھا۔ جس کی ضو فگن شعاعوں نے ضلالت کی ظلمت کو چشم زدن میں مستور کر دیا۔ رسول عربی نے سب سے پہلے وحدانیت کی تعلیم دنیا کے سامنے پیش کی (اخبار رہبر دکن حیدرآباد۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۳۲ء)

ماسٹر شیو چرنداس پریزیڈنٹ دہلی پروونشیل ٹیچرز ایسوسی ایشن دہلی

آنحضرت نے اس رتبہ کو اپنی خدا پرستی، استقلال کامل اور روحانیت کی وجہ سے حاصل کیا (پیشوا ربیع الاول سنہ ۱۳۵۶ھ)

لالہ رامچندر بی اے ایل ایل بی پریزیڈنٹ آرڈرینس لکھ سبھا لاہور

وحدانیت و مساوات یہ دونوں بے بہا اصول دنیا کو حضرت بانیٔ اسلام نے دیئے۔ محمد علیہ السلام انسانی جماعت کے سب سے بڑے رہنما اور ہادی ہیں۔ جب تک وحدانیت اور مساوات کے اصول سے بڑھ کر اصول دنیا کو دستیاب نہیں ہوتے اس وقت تک فیض رسانی کا سہرا محمد علیہ السلام کے سر رہے گا۔ (معجزات اسلام ص۶۷)

رسول کریم کے متعلق بدھ فضلاء کی رائیں

یوکیاؤ مائنٹ (بدھ لیڈر)

میں حضرت پیغمبر اسلام کو خراج عقیدت ادا کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ کوئی شخص جو حضرت پیغمبر اسلام کے حالات زندگی پڑھے وہ آپ کے شاندار کارناموں پر جوش تحسین کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا حضرت محمد کی زندگی ازحد مصروف زندگی تھی۔ اور قابل تحسین کارناموں سے لبریز (پیشوا ربیع الاول ۱۳۵۶ء)

مسٹر این اے نگایا تھن آف برہما

ہندوؤں اور بدھوں کی مذہبی کتابوں کی مطابق جب کبھی دنیا کو ایک معلم جلیل کی ضرورت لاحق

ہوتی ہے ایک معلم جلیل مبعوث ہوتا ہے۔ حضرت محمدؐ ایسے ہی معلم جلیل تھے۔ حضرت محمدؐ نے محمدیت کی تخلیق نہیں فرائی بلکہ سچائی اور امن کے اصولوں کا اعلان فرمادیا (حوالہ مذکور)

پیشوائے اعظم بدھ مذہب ماتگ لونگ صاحب

حضرت محمد کا ظہور بنی نوع انسان پر خدا کی ایک رحمت تھا، لوگ کتنا ہی انکار کریں مگر آپ کی اصلاحات عظیمہ سے چشم پوشی ممکن نہیں۔ ہم بدھی لوگ حضرت محمد سے محبت کرتے ہیں اور اُن کا احترام کرتے ہیں۔ (معجزاتِ اسلام ص۶۶)

رسول کریم کے متعلق سکھ فضلا کی رائیں

ماسٹر تارا سنگھ پریذیڈنٹ سکھ لیگ

جب کوئی مجھ سے یہ کہتا ہے کہ حضرت محمد صاحب نے تلوار کے زور سے اپنا مذہب پھیلایا تھا تو مجھے اس شخص کی کم فہمی پر ہنسی آتی ہے۔ (اخبار الامان دہلی ۱۰ر جولائی ۱۹۳۲ء)

سردار جوند سنگھ

دنیا میں آنحضرت رسول عربی پاکیزہ زندگی کی بے نظیر مثال ہیں۔ (مدینہ جولائی ۱۹۲۳ء)

سردار رام سنگھ امرتسری

محمد صاحب نے دنیا میں آکر بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اعلیٰ درجہ کے ریفارمر اور اپنے وقت کے بڑے مذہبی پیشوا تھے۔ آپنے عرب سے بت پرستی اور وہم پرستی کو دور کیا۔ اور بھی بہت سے کام آپ کی زندگی سے وابستہ ہیں، آپ نے عرب سے غلامی کی انسانیت سوز رسم کو مٹایا۔ اسلام کے پیرؤں کو تعلیم دی کہ غلاموں کو آزاد کرنا بڑا ثواب ہے۔ کوئی شخص پیدائشی غلام ہونے کی وجہ سے امام یا خلیفہ بننے سے محروم نہیں ہوسکتا۔ سب سے پہلے دنیا کو آپ ہی نے جمہوریت سے آشنا کیا۔ اور وطن کے متعلق فرمایا کہ وطن کی محبت ایمان کی علامت ہے۔ وطن والوں سے محبت کرنا ایمان ہے اور اہل وطن سے غداری یا نفرت یا ترک تعلق کرنا ناجائز ہے۔ اس تعلیم کا آپنے یہودیوں اور کافروں سے معاہدات کرکے اور اُن سے محبت ورواداری کا سلوک کرکے مسلمانوں کیلئے ایک اعلیٰ نمونہ بھی قائم کردیا (مولوی ربیع الاول ۱۳۵۱ھ)

سردار کشن سنگھ (اور گرونانک صاحب)

اس بعثت کے بعد صفحۂ ارض پر ایک جدید تہذیب و ترقی کا ظہور ہوا۔ پھر زیادہ تعجب خیز امر یہ

کہ اس تہذیب کے بانی وہی لوگ تھے جو کچھ دنوں پہلے بالکل وحشی تھے۔ اور تہذیب کی ہوا اُن کو چھو بھی نہیں گئی تھی۔ وہ لوگ دن رات شرابیں پیتے تھے۔ اور آپس میں کشت و خون کے سوا ان کا کوئی کام نہ تھا۔ معمولی بات پر بھی قبیلے کے قبیلے کٹ مرتے تھے۔ لڑکی کی ولادت اسقدر ننگ خیال کیجاتی تھی کہ پیدا ہوتے ہی گلا گھونٹ دیا جاتا تھا۔ غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کی کوئی حد نہ تھی جہالت کی انتہا یہ تھی کہ دادا پردادا کا بدلہ پوتے پرپوتے لیتے تھے۔ ان حالات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کسی معمولی تعلیم کا اثر نہ تھا بلکہ حضرت محمد صاحب کو خداوند عالم کی طرف سے خاص مدد و ہدایتیں تھیں کہ باوجود اُن کے غیر تعلیم یافتہ ہونے اور اس سوسائٹی میں نشو و نما پانے کے ایسی کایا پلٹ کر دکھائی کہ جس سے ہم یہ ماننے پر مجبور ہیں کہ حضرت محمد صاحب ضرور بندگان خدا کی ہدایت کیلئے خدا کے بھیجے ہوئے تھے (آگے لکھتے ہیں) حضرت محمد صاحب کی شخصیت عظیم شخصیت تھی چنانچہ ہمارے آقا سردار گرو نانک صاحب جن کی مذہبی رواداری اور بے لاگ انصاف پسندانہ تعلیم کو ایک دنیا نے مانا ہے اُنہوں نے حضرت محمد صاحب کی سیرت کے مطالعہ کے بعد اُن کی تعریف میں جو دوہا لکھا ہے وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت محمد صاحب کی شخصیت دنیا کے تمام انصاف پسند اور غیر متعصب مذاہب میں بھی پسندیدہ اور مقبول رہی ہے۔ اُنہوں نے فرمایا ہے۔

ڈٹھا نور محمدی ڈٹھا نبی رسول　　نانک قدرت دیکھکر خودی گئی سب بھول

(غازیان ہند ص ۱۱۷)

اسلام کے متعلق فضلاء یورپ کی رائیں

مسٹر وائل مصنف ہسٹری آف دی اسلامک پیپل

رسول کریم نے مسلمانوں کو ایسے مذہب کے شیرازے میں منسلک کر دیا کہ جس میں صرف خدائے واحد کی پرستش اور ابدی نجات کی تعلیم تھی۔ اور مکمل شریعت سے بہرہ اندوز کیا۔ اور اس قانون کا عامل بنا دیا جو ہر زمانہ میں یکساں منفعت کے ساتھ نافذ اور رائج ہو سکتا ہے۔

پروفیسر مارس

کوئی چیز عیسائیان روم کو اس ضلالت و غوایت کے خندق سے جس میں وہ گرے پڑے تھے نہیں نکال سکتی تھی بجز اُس آواز کے کہ جو سرزمین عرب میں غار حرا سے آئی (رسالہ مولوی بابت ربیع الاول ۱۳۵۰ھ)

ڈاکٹر لیبان

مذہب اسلام کے اعتقادات آج بھی اُن کا اثر ویسا ہی موجود ہے جیسا پہلے تھا (تمدن عرب)

www.ahnafmedia.com

ہانسگرنے ہمیں ایک لمبی چوڑی فہرست اُن اخلاقی احکام کی دی ہے جو مسلمانوں میں بطور مقولوں کے رائج ہیں اور بلا خوشامد کہا جا سکتا ہے کہ ان مقولوں سے بہتر کوئی دستورالعمل انسان کو عملاً نیکی کی طرف راغب اور بدی سے بچانے کیلئے نہیں ہو سکتا۔ (تمدّنِ عرب)

روئے زمین کے تمام مسلمان اپنے مذہب کو ان دو چھوٹے جملوں میں بیان کرتے ہیں جن کا اختصار اور جن کی جامعیت حیرت انگیز ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (حوالہ مذکور)

ڈاکٹر ازک ٹیلر

افریقہ کے جن وحشی مقامات پر اسلام کا سایہ پڑا وہاں سے زنا۔ قمار بازی، دختر کشی، عہد شکنی، قتل و غارتگری، وہم پرستی، شراب خوری وغیرہ وغیرہ ہمیشہ کے لئے جاتی رہی مگر اُسی ملک کے دوسرے حصہ پر کسی غیر اسلام مذہب نے قائم جمایا تو ان لوگوں کو رذائل مذکورہ بالا میں اور زیادہ راسخ کر دیا۔ (سینٹ جیمس گزٹ لندن ۸ اکتوبر ۱۸۸۷ء)

مسٹر ایچ۔ جی ویلز مورخ انگلستان

محمد سے قبل عربوں کا ذہن و دماغ مٹی ہو رہا تھا۔ وہ شاعری اور مذہبی مباحث میں مبتلا تھے مگر پیغمبر اسلام کے مبعوث ہوتے ہی اُن کی قومی اور نسلی کامیابیوں نے ان میں وہ ولولہ پیدا کر دیا کہ تھوڑے ہی دنوں کے اندر ان کے ذہن و دماغ میں وہ روشنی اور چمک دمک پیدا ہوئی کہ یونانیوں کی بہترین دور کے لگ بھگ پہونچ گئی۔ یعنی انہوں نے ایک نئے زاویہ اور قوت تازہ کے ساتھ علم کے اس ذخیرہ کو باقاعدہ نشوونما دینی شروع کی جس کا کام یونانیوں نے شروع کیا تھا اور شروع کر کے چھوڑ دیا تھا۔ ان عربوں ہی نے انسانوں کے اندر سائنس کی تحقیقات کی تحریک کو از سر نو زندہ کیا۔ موجودہ دنیا کو علم و اقتدار کی جو نعمتیں حاصل ہوئی ہیں وہ عربوں کے ذریعے ہی ہیں۔ تاریخ تمام اعلیٰ لٹریچر اور لوگس فلسفے کی جڑ بنیاد ہے اور یہی مضمون تھا جس میں اولین عرب مصنفین نے امتیاز حاصل کیا۔ اسلام میں فلسفیانہ علوم کا عظیم الشان انبار لگ گیا تھا۔ بصرہ۔ کوفہ، بغداد، قاہرہ، قرطبہ میں عظیم الشان یونیورسٹیاں قائم تھیں، ان یونیورسٹیوں نے چاردانگ عالم میں اُجالا کر دیا۔ اسلامی فلسفہ کا رنگ و روغن جامعہ قرطبہ ہی کے ذریعے سے پیرس اور آکسفورڈ اور شمالی اطالیہ کی یونیورسٹیوں پر چڑھا۔ بارہویں صدی تک علم الحساب میں صفر کا پتہ تک نہ تھا۔ مگر اس زمانہ میں ایک عرب ماہر علم ریاضیات محمد ابن موسیٰ نے صفر ایجاد کیا۔ اسی نے سب سے پہلے اعشاریہ استعمال کیا اور مفرد اعداد کی قیمت کا تعین اُن کی حیثیت کے مطابق کیا۔ الجبرا انہی کی پیدا کی ہوئی چیز ہے،

ستاروں کے علم کو کہیں سے کہیں پہونچا دیا۔ علم نجوم کے متعلق بہت سے آلات بنائے جو آج تک استعمال ہوتے ہیں۔ فن ادویہ میں وہ یونانیوں سے بہت بڑھ گئے۔ انہوں نے جو کتاب الادویہ مرتب کی تھی وہ آج تک جوں کی توں موجود ہے۔ ان کے علاج کے بہت سے طریقے ایسے تھے جن پر آج تک عملدرآمد ہے۔ ان کے جراح بے حس کرنے والی دواؤں کا استعمال جانتے تھے۔ اور دنیا میں مشکل سے مشکل جو جراحی عمل ہوتے ہیں ان میں ان کے آپریشن بھی شامل ہیں۔ اسی طرح کیمیا میں انہوں نے نہایت عمدہ ابتدائی اور بہت سے نئے مادے اور نئے مرکبات مثل الکحل وغیرہ دریافت کئے۔ فن تعمیر میں بھی وہ دنیا سے بازی لے گئے۔ اور ہر قسم کی دھات سے کام لے لیتے تھے۔ اسی طرح پارچہ بافی میں کوئی اُن سے آگے نہ بڑھ سکا۔ وہ زنگ آمیزی کے گروں سے بھی واقف تھے اور کاغذ کی صنعت بھی انہی کی رہین منت ہے (الامان دہلی مئی ۱۹۳۶ء بحوالہ اسٹار آف انڈیا)

مسٹر ہولڈرسن

حضرت محمد کا پھیلایا ہوا مذہب بالکل واضح اور صاف ہے وہ ایک جامع مانع عقیدہ ہے جو ایک ہی کتاب یعنی قرآن پاک پر مبنی ہے وہ سختی کے ساتھ توحید کا مذہب ہے۔ (پیشوا ربیع الاول ۱۳۵۶ھ)

پروفیسر مارلین

کوئی چیز عیسائیوں کو اُس ضلالت اور گمراہی کے خندق سے جسمیں وہ گر پڑے تھے نہیں نکال سکتی تھی۔ بغیر اُس آواز کے جو سرزمین عرب کے غار حرا سے آئی۔ اعلاء کلمۃ اللہ جس سے یونانی انکار کرتے تھے اس آواز نے دنیا میں پیدا کیا۔ اور ایسے علمی پیرایہ میں کیا جس سے بہتر ممکن نہ تھا۔ جیسی انسانیت اور مروت مسلمانوں میں ہے شاذ و نادر ہی کسی قوم میں پائی جاتی ہے (تذکرۃ المسیح)

ڈاکٹر کلارک

حضرت محمد کی تعلیمات ہی کو یہ خوبی ملی ہے کہ اسمیں وہ تمام اچھی باتیں موجود ہیں جو دیگر مذاہب میں نہیں پائی جاتیں (میزان التحقیق صـ۲۳)

اعلیٰ سے اعلیٰ توحید کا مذہب جو دنیا میں پایا جاتا ہے وہ اسلام ہے (آرنسٹ ہیکل جرمنی از معجزات اسلام صـ۱۶)

مذہب اسلام کا وہ حصہ جس سے اُس کے بانی کی طبیعت صاف معلوم ہوتی ہے نہایت کامل اور غایت درجہ مؤثر ہے اس سے ہماری مُراد اسکی اخلاقی نصیحتیں ہیں (چیمبرس انسائیکلوپیڈیا)

اسلامی تعلیم کی برتری فضیلت، منزلت اظہر من الشمس ہے۔ محمد کا اسلام کامل مذہب ہے

جس کا ثبوت یہ ہے کہ اسلامی تعلیم بالکل خالص ہے، قوانین و آئین احسانمندی کی رو سے دنیا پہ واجب ہے، کہ دنیا پر آپ نے تہذیب و تمدن کا جو حیرت انگیز اثر ڈالا ہے اسکو کبھی فراموش نہ کرے۔ (جو اکیم بولف۔ از معجزات اسلام ص۱۲۳)

اسلام کے متعلق ہندو فضلا کی رائیں

لالہ شیام ناتھ ایم۔ اے دہلوی

بلاشبہ اسلام نے جہاں بے شمار اصلاحات اور بنی نوع انسان کی خدمت میں شغف کا اظہار کیا۔ وہاں افراد غلامی کے متعلق بھی اس کی مساعی بہت قابل قدر اور قابل توصیف ہیں۔ دنیا کی سب سے بڑی لعنت اگر کوئی چیز ہے تو یہی غلامی۔ خدا جانے کس منحوس ساعت میں اس رواج نے جنم لیا تھا کہ ہزار ہا برس گزر جانے کے بعد اب تک کسی نہ کسی حصۂ عالم پر اس کا وجود نظر آ ہی رہا ہے۔ آپ نے (رسول کریم نے) غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین شروع کر دی۔ یہ بھی دنیا میں اپنی نوعیت کی پہلی آواز تھی۔ غلام ایک ارذل ترین مخلوق سمجھے جاتے تھے۔ عزت اور سلوک تو ایک طرف کسی آسایش و آرام کے بھی مستحق نہ سمجھے جاتے تھے۔ سب سے پہلے مسلمانوں نے اس طرف توجہ کی اور جوں جوں مسلمانوں کا اقتدار اور اُن کا دائرہ اثر بڑھتا گیا۔ غلاموں کی حالت بھی سنورتی گئی (رسالہ مولوی دہلی ربیع الاول ۱۳۵۱ھ)

ماسٹر شنکر داس گیانی ہیڈ ماسٹر مڈل اسکول ضلع لائل پور

آپ کی تعلیم میں بہت سی خوبیاں نظر آتی ہیں جن کو دیکھ کر بے اختیار آپ کی تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اگر آپ کچھ نہ کرتے صرف خدا پرستی، اور مساوات کی تعلیم پر اکتفا کرتے تو بہت کچھ تھا اور اتنے ہی پر دنیا اُن کے قدموں پر عقیدت کے پھول نچھاور کرتی۔ مگر اب جبکہ آپ کی تعلیمات میں توحید، تقویٰ، نیکی، پارسائی، محبت، رواداری، اور عورتوں کے حقوق آزادی وغیرہ چیزیں بھی نظر آتی ہیں تو ایسی حالت میں اُن کی تعریف سے چشم پوشی کرنا ہٹ دھرمی اور بدترین تعصب ہے (حوالہ مذکور)

لالہ دیش بندھو ایڈیٹر اخبار تیج دہلی

حضرت محمد صاحب کی پوری زندگی میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ آپ نے کسی قوم تو قوم کسی ایک شخص کو جبر مذہب میں داخل کرنا تو کجا کبھی کسی کو اسکی اجازت بھی دی ہو۔ خیر یہ تو مذہب میں شامل کرنے اور نکلنے کا معاملہ تھا۔ اسلامیوں کا سلوک غیر قوموں کے ساتھ اتنا روادارانہ رہا ہے کہ اسکی مثال

کسی دور نہیں ملتی۔ اسلامی جہاد جس کو بُری صورت میں پیش کیا جاتا ہے اُسمیں بھی یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب فوجیں بڑھیں تو راہ میں کسی نقصان نہ پہونچائیں۔ دشمن کو پناہ دینے میں بخل نکریں عورتوں بیماروں، بچوں، بوڑھوں اور پجاریوں سے تعرض نکریں۔ یہ کتنے اعلیٰ احکام ہیں۔ جنگیں ہمیشہ ہوتی ہیں اور ہوتی رہیں گی مگر کسی قوم نے دشمن پر کبھی رحم نہیں کیا اور رحم کیسا پوری سنگدلی سے لوٹا، جلایا اور برباد کیا مگر حضرت محمد کے وقت میں اسکی کوئی مثال نہیں ملتی۔ (حوالہ مذکور)

لالہ رام لال ورما قایم مقام اڈیٹر اخبار تیج دہلی

ہم نے تلوار کا چرچا بہت سنا ہے اور مثال کے طور پر جہاد کا مسئلہ ہمارے سامنے پیش کیا جاتا ہے گویا کہ اسلام کی نشر و اشاعت اور اسکی بقاء و ترقی کا انحصار تلوار پر ہے۔ ایسا کہنا خود اسلام کی تردید کرنا ہے۔ اس غلط اور شر انگیز عقیدہ کے حامیوں نے حضرت محمد صاحب کے زندگی کے واقعات کو بالائے طاق رکھ دیا ہے اور صداقت سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ اسلام میں تلوار کی جگہ ہے وہی جو کسی مذہب میں ہو سکتی ہے۔ اسلام میں تلوار کا استعمال جائز ہے مگر صرف وہیں تک جہاں تک کہ صداقت اور سچائی کی حفاظت کیلئے ضروری ہے۔ اسلام میں امن و آشتی اور صلح و دوستی کی جگہ تلوار سے کہیں بالا تر ہے۔ اسلام تلوار کا نہیں بلکہ امن کا پیغام ہے۔ (حوالہ مذکور)

مسز نائیڈو

محمد کو جس مذہب کی تبلیغ کے لئے مبعوث کیا گیا تھا۔ بے تعصبی اُس کا عجیب و غریب پہلو تھا محمد کے اہل وطن نے سسلی پر حکومت کی اور مسیحی اسپین پر سات صدیوں سے زاید زمانے تک کوس لمن الملک بجایا لیکن انہوں نے کسی حالت میں بھی رعایا کے حق عبادت و پرستش میں دست اندازی نہیں کی وہ عیسائیت کا احترام اسلئے کرتے تھے کہ قرآن کریم انہیں غیر مسلموں سے رواداری کا برتاؤ کرنا سکھلاتا تھا۔ دنیا کے تمام بڑے بڑے مذہب کم و بیش ایثار علی النفس کی تعلیم دیتے ہیں مگر اسلام اس بارے میں سب سے آگے ہے۔ بنی نوع انسان کی خدمت تعلیم اسلام کا سرمایۂ امتیاز ہے اسی نے اسلام نے عالمگیر اخوت کا اُصول دنیا کے روبرو پیش کیا ہے۔ دنیا اس اصول کی پیروی کرنے سے خوش حال ہو سکتی ہے (اخبار الامان دہلی ۱۷ ر جولائی ۱۹۳۲ء)

گاندھی جی

اسلام اپنے عروج کے زمانہ میں غیر روادارانہ نہ تھا۔ اس نے تمام دنیا سے خراج تحسین حاصل کیا تھا (حوالہ مذکور)

راما نند ستیاسی سکریٹری آل انڈیا دلت اُدھار سبھا دہلی

اسلام کو سب سے بڑی نعمت جو حضرت محمد صاحب نے عطا کی وہ لاشریک خدا کی پرستش تھی اور اس چیز نے ابتداءً اسلام کو حیران کن کامیابی دی۔ (حوالہ مذکور)

ڈاکٹر ایس ستیارام ایم اے

دنیا کی موجودہ تہذیب صرف اسلام کی بدولت ہے۔ اسلام نے ایشیائی تہذیب کی روشنی کو اونچا کر رکھا تھا۔ یورپین زیادہ تر تعلیم حاصل کرنے کیلئے مسلمان استادوں کے پاس گئے۔ سکھ مذہب جس کے بانی باوا نانک اور گرو گوبند سنگھ جی ہیں اور بنگال کا فرقہ ستیا رام یا نام اسلام ہی کی بدولت ظاہر ہوا۔ (رسالہ مولوی دہلی ربیع الاول ۱۳۵۱ھ)

لالہ لاجپت رائے

اسلام کی وحدانیت کیا تھی۔ ایک آتش خیز پہاڑ تھا جس کی اُبلتی ہوئی لہر کے سامنے نہ بت پرستی ٹھیری۔ نہ آتش پرستی ٹھیری۔ نہ انسان پرستی ٹھیری، نہ عیسیٰ پرستی ٹھیری۔ جہاں تک یہ پہونچی راستے میں صفائی کرتی چلی گئی (مہرشی دیانند اور ان کا کام مصنفہ لالہ لاجپت رائے)

لالہ مہر چند لدھیانوی

بانیٔ اسلام کی تعلیم میں اُلفت و محبت رحم و شفقت، عفو و کرم کا اثر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے

(مدینہ جولائی ۱۹۴۳ء)

جنگلی عربوں نے جب حضرت محمد صاحب کے اپدیشوں پر عمل کیا تو ساری مغربی دنیا کے استاد بن گئے

(سوانح عمری گرو گوبند سنگھ ص ۵۵)

پنڈت کرشن گوپال بی اے اڈیٹر بھارت سماچار میرٹھ

ستسار کی اصلاح میں جیسی کامیابی اسلام دھرم کو ہوئی ہے کسی دھرم کو نہیں ہوئی۔ تاریخ کے پڑھنے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اسلام کا چمکنے سے پہلے پورب پچھم میں دہریت کی گھٹائیں چھائی تھیں۔ اسلام نے ایشور بھگتی کا سبق دیا۔ اسلام دھرم کی دوسری خدمت استریوں کا بچاؤ ہے۔

تاریخ پڑھنے والے اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ ۵۰۰ء میں استریوں کی حالت بُری تھی، ہر دیش میں اُن کی دشا قابل رحم تھی۔ ان کا کوئی حق نہ تھا۔ اور ان کی کوئی عزت نہ تھی۔ اسلام نے استریوں کو عزت دی۔ اسلام کی ہر ایک تعلیم منش کی فطرت کے مطابق ہے، اسلام نے ایسے انداز سے ہردے اور آتما کو شدھ کیا کہ صدیوں کی گمراہی مہینوں میں مٹ گئی، اسلام دھرم کا ایک سب سے بڑا احسان یہ ہے،

www.ahnafmedia.com

کہ اس نے امیر و غریب اور پوتر اور شودر کو ایک صف میں لا کھڑا کیا۔ اسلام سے پہلے غریبوں کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ ہر جگہ مالدار آدمی عزت کے مالک بنے ہوئے تھے۔ (پیشوا ۱۳؍ ستمبر)

بابو مکٹ دھاری پرشاد بی اے ایل ایل بی وکیل گیا۔

محمد صاحب کی بے انتہا عمدہ تعلیمات واخلاق کے ہی یہ کرشمے ہیں کہ اسلام اب تک قائم ہے اور مجھے یہ اقرار کرنے میں کچھ بھی باک نہیں ہے کہ محمد صاحب کا مذہب ہی اپنی تعلیمات کی بنا پر آج دنیا میں سب سے زیادہ عام پسند مذہب ہے۔ (ایمان ۔مئی ۱۹۲۵ء)

راجہ رادھا پرشاد سنہا بی اے ایل ایل بی آف تیلو تھو اسٹیٹ

میں نے آج تک اپنے مذہب کی کتابیں اور دوسرے مذہب کے بانیوں اور بڑے بڑے ریفارمروں کی تعلیمات پڑھی ہیں۔ ان میں مجھے کہیں بھی مساوات کا اتنا زبردست اور کھلا حکم موجود نہیں ملا جتنے صاف اور بغیر الجھے ہوئے الفاظ میں آنحضرت نے اس کی ہدایت فرمائی ہے۔ مختلف قوموں اور نسلوں اور مذہبوں میں ایک اخوت کا رشتہ قائم کرا دینا آنحضرت کی ہدایت سے پیشتر غالباً کبھی اور کہیں دیکھا گیا۔ (حوالہ مذکور)

مسٹر بی آسہا ایم اے میمیو برما

اسلام کا دنیا کو سب سے بڑا تحفہ ایک خدا کی پرستش ہے۔ اسلام خدا کو ایک ذات اور بے شریک مانتا ہے۔ پانچ وقت کی نماز پڑھنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اسلام پاک وصاف کپڑوں اور پاک جسم کے ساتھ عبادت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ بغیر وضو کے نماز جائز نہیں۔ ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ آنکھ اور ناک کے بہت سے امراض ان کو نجس اور ناپاک رکھنے کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ جسم کے لئے ایک دفعہ غسل کافی نہیں۔ چند گھنٹوں کے بعد وبائی امراض کے جراثیم ہمارے بدن پر آ بیٹھتے ہیں خاصکر ان حصوں میں جو کپڑوں سے باہر رہتے ہیں۔ وضو ان اعضا کو پاک صاف کر دیتا ہے۔ رمضان کے روزے رکھنا ان سے روحانی اور جسمانی فوائد دونوں حاصل ہوتے ہیں۔ بہت سے ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ بہت سی بیماریاں جسم کے اندر ایک قسم کے زہر کے جمع ہو جانے سے ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر ہدایت کرتے ہیں کہ ہر بیماری میں سے بیکر سات دن تک فاقہ کرنے سے اچھی ہو جاتی ہے۔ اس حکمت کا نام ہماری طب میں نیچرل میتھڈ یا قدرتی علاج ہے۔ اسلام نے اس علاج کو مذہب کا جز بنا دیا ہے (حوالہ مذکور)

پنڈت سندر لال

ان کی (رسول کریم کی) پیغمبرانہ جد وجہد اور تصویر عمل کو میں دوسرے مورخین کے الفاظ میں

بیان کروں گا۔ ریورینڈ ڈبلیو آر اسٹیفنس اپنی کتاب دی بائبل اینڈ دی قرآن میں لکھتے ہیں۔ جو برائیاں آپ کے زمانہ میں سب سے زیادہ پھیلی ہوئی تھیں اور جن کی قرآن میں بڑے زور کے ساتھ برائی کی گئی ہے۔ وہ یہ تھیں۔ شراب خوری۔ عجب ۔ تکبر۔ لاتعداد عورتوں سے شادیاں، لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا قماربازی، سود خواری، قتل و غارت، لوٹ، ساحری۔ پیغمبر اسلام کے وجود سے ان شرمناک اور انسانیت سوز عیوب میں سے کچھ تو بالکل مٹ گئے اور چند باقیماندہ کم ہوکے ہوتے تقریباً نہ ہونے کی برابر رہ گئے۔ اس صورت میں عربوں کا آفتاب ترقی بام کمال پر پہونچا۔ (استقلال دیوبند فروری ۱۹۳۶ء)

ماماراؤ بی اے ایل ایل بی

لیگ آف نیشن نے دنیا میں امن پھیلانے کی بحید کوشش کی ہے لیکن اگر اسلامی اصول پہ کوشش کیجاتی تو دنیا میں کبھی کا امن پھیل چکا ہوتا۔ (رسالہ ایمان جون ۳۶ء)

پنڈت رامچندرا وجہا آنریری مجسٹریٹ لکھیم پور کھیری منیجر ریاست بجوا

اسلام کوئی جذباتی یا خیالی مذہب نہیں، نہ چند عقاید و رسوم کا مجموعہ ہے بلکہ ایک خالص عملی مذہب ہے۔ اسلام محبت کا مذہب ہے۔ وہ انسانوں کو خالق۔ مخلوق سے محبت کی تعلیم دیتا ہے، اور مخلوق سے محبت اُن کے حقوق کی نگہداشت سے ہوتی ہے۔ اسلام میں عورت کا مرتبہ بلند ہے۔ صرف اسلام ہی ایک ایسا واحد مذہب ہے جسمیں ہر ایک انسان بلا تفریق قوم و دولت کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ (پیشوا ربیع الاول ۱۳۵۶ھ)

بابو شیر سنگھ شمیم

رسول اکرم کے ارشادات اور عملی کارناموں کو اگر بہ نگاہ غایر ملاحظہ کیا جائے تو ان میں زمانہ کی تمام خوبیاں نظر آئیں گی جو منشائے الٰہی کے موافق اور بنی نوع انسان کے لئے مشعل ہدایت ہیں۔ (حالات)

بھائی پرمانند ایم اے

ایک شخص آج مسلمان ہوتا ہے اسمیں اسی وقت ایک تبدیلی آجاتی ہے وہ مسلمان سماج کا الگ (جسم) بن جاتا ہے اور اسمیں مسلمان سماج کیلئے مذہبی جوش اور اتساہ پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن آریہ سماج میں داخل ہونے پر کوئی ایسا نیا سماجک جیون پیدا نہیں ہوتا۔ (آریہ گزٹ ۲۶ مئی ۱۹۲۸ء)

مسٹر پی سی رائے سنائٹ ڈی ایس سی ایڈنبرگ پی ایچ ڈی ایل ایل ڈی

سب مذاہب سے زیادہ اسلام میں مساوات کا اصول پایا جاتا ہے۔ یہ مکمل طور پر سب انسانوں کو برابر بناتا ہے۔ اسلام کو قبول کرتے ہی تم میں اور کسی دوسرے مسلمان میں فرق نہیں رہجاتا۔ اسلام میں ننگ

کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔ اس فراخدل پالیسی کی وجہ سے اسلام نے بحرالکاہل کے کناروں سے لیکر اطلانٹک کے کناروں تک تمام دنیا میں ترقی کی۔ ان دلوں جزیرہ نما ملایا میں اسلام حیرت انگیز رفتار سے ترقی کر رہا ہے۔ اسکی ترقی کا باعث تلوار یا قرآن نہیں کیونکہ اس ملک میں کبھی بھی مسلمانوں کا راج نہیں رہا۔ بلکہ قرآنی تعلیم کے ماتحت اسکی فراخدلی، سب کے لئے برابری کی پالیسی ہی اسکی ترقی کی وجہ ہے
(رسالہ کوانتی لاہور سے اخبار اُردو بمبئی ۳ مارچ ۱۹۲۵ء نے نقل کیا)

شری راج ویدپنڈت گرادھر پرشاد شرما

میری رائے میں اگر کسی مذہب کو اخوت باہمی، اخلاق وتہذیب اور اتحاد کی دولت فراوانی اور کثرت سے عطا کی گئی ہے تو وہ مذاہب کا سردار اسلام ہے۔ اسلام کی فیاضی، کشادہ دلی اس کا امتیازی نشان ہے وہ امیر، غریب سبکو اپنی شفیق آغوش میں پناہ دیتا ہے۔ اس کے دروازے سب کے لئے کھلے ہیں اور ہر خیال اور ہر رنگ کا انسان اس کے زیر سایہ آرام وراحت کی زندگی بسر کر سکتا ہے (اخبار راجپوت جون ۱۹۲۵ء)

لالہ رامچند رمچندہ

کاش ہندو، سکھ، عیسائی، بودھ اور دوسرے لوگ آنحضرت کی پاک اور عالمگیر تعلیم کو سمجھیں اور اس سے مستفید ہوں (الایمان اگست ۱۹۲۳ء)

پا ٹھلا اسونادہم راؤ بی اے ایل ٹی وکیل

کئی لوگوں نے کہا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے یہ بالکل ناواقفیت کی بات ہے
(رسالہ ایمان پٹی ضلع لاہور ۱۸ مئی ۱۹۲۵ء)

مسٹر بلدیو سہائے بی اے

اگر کسی مذہب نے امن وامان کو اپنا فرض قرار دیا ہے اور اس کے قیام میں پوری قوت صرف کی ہے تو وہ مذہب صرف اسلام ہے۔ (حوالہ مذکور)

پروفیسر اندر لیسر پنڈت درشنانند

اسلام کے پرورتک پیغمبر محمد صاحب کو دنیا میں اپنے وچاروں کا پرچار کئے صدیاں وتیت ہو گئیں ان صدیوں میں پیغمبر کے بتلائے ہوئے آتک تا کے اصولوں کو گھس کر ادھک اوجل کیا ہے، ان کی چمک میں کمی نہیں ہونے پائی ہے سمے کی کسوٹی پر کسا جا کر اسلام کے پرورتک کا بتلایا ہوا ایکشور باد اور سنجوونی جیون کا اصول کھرا سونا سدرھ ہوا ہے۔ پیغمبر کے مہاپرش ہونے میں اس سے ادھک مضبوط

کسی ثبوت کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت محمد صاحب ایشور کے زبردست پرچارک تھے وہ سنسار کے سب سے بڑے اناد بیر اور سچائی کے ایک سربیا و شانی وکیل تھے۔ (معجزات اسلام ص۶۶)

اسلام کے متعلق بدھ فضلا کی رائیں

ڈاکٹر یوشوی گی سول سرجن برہما

اسلام ایک ایسا مذہب ہے، جو عملی ہے اس نے عام انسانی برادری کی تعلیم دی ہے اور عالمگیر امن اگر قایم ہوسکا ہے تو صرف اسلام کے زور سے (حوالہ مذکور)

مسٹر این لے نگا باھن آف برہما

اسلام توحید ذات باری تعالی کا علمبردار ہے۔ یہ ایک ایسا بلند تخیل ہے جس کی نظیر دوسرے مذاہب میں موجود نہیں ہے۔ قرآن پاک کی ہر سورت میں خدا حسین وجمیل تخیل موجود ہے۔ عالمگیر اخوت کا درس سب سے پہلے اسلام ہی نے دیا۔ اسلام انسانی زندگی میں ایک زندہ طاقت ثابت ہوسکتا ہے۔

شریعت اسلام کے متعلق فضلائے یورپ کی رائیں

ڈاکٹر لیبان

اس زمانہ میں جبکہ اسلام سے کہیں پرانے زمانے کی حکومتیں قلوب سے کم ہوتی جاتی ہیں قانون اسلام کی وہی پہلی حکومت اس وقت تک قایم ہے۔ (تمدن عرب)

ڈاکٹر لڈولف کریل

اسمیں (قرآن میں) ایک وسیع جمہوری سلطنت کے ہر شعبہ کی بنیادیں بھی رکھدی گئی ہیں تعلیم، عدالت حربی، انتظامات، مالیات اور دیگر نہایت محتاط قانون ہے۔

ڈاکٹر گبن

قرآن کی نسبت بحر اطلانٹک سے لیکر دریائے گنگا تک مان لیا ہے کہ یہ پارلیمنٹ کی روح قانون اساسی ہے نہ صرف اصول مذہب ہی کیلئے بلکہ ان قوانین کے لئے بھی جن پر نظام عمران کا مدار ہے جن سے نوع زندگی وابستہ ہے جن کو ہیئت اجتماعی کی ترتیب وتنسیق سے تعلق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محمد کی شریعت سب پر حاوی ہے۔ وہ اپنے تمام احکام میں بڑے بڑے شہنشاہ سے لیکر ایک چھوٹے سے چھوٹے فقیر وگدا تک کیلئے مسائل واحکام رکھتی ہے۔ یہ وہ شریعت ہے کہ ایسے دانشمندانہ اصول اور

عظیم الشان قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہاں میں اسکی نظیر نہیں مل سکتی ۔

برٹش انسائیکلوپیڈیا

شریعت اسلام نہایت اعلیٰ درجہ کے عقلی احکام کا مجموعہ ہے ۔ (باطل شکن ص۳۰)

قرآن میں قوانین دیوانی و فوجداری وسلوک باہمی پائے جاتے ہیں۔ مسائل نجات روح وحقوق رعایا وحقوق شخصی و نفع رسانی خلائق وغیرہ وغیرہ پر بھی حاوی ہے ۔ (اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن)

موسیو اوجین کلافل

قرآن مذہبی قواعد اور احکام ہی کا مجموعہ نہیں بلکہ اسمیں اجتماعی سوشل احکام بھی موجود ہیں جو انسان کی زندگی کے لئے بہر حال مفید ہیں ـــــ ایسا کامل مجموعہ قوانین تیار کیا گیا جو دنیا کی ملکی اور مذہبی اور تمدنی ہدایتوں کے لئے کافی ہے تو ہم نہایت حیران ہوگئے ہیں کہ ایسا عظیم الشان ملکی اور تمدنی نظام جسکی بنیاد کامل اور سچی آزادی پر ہے کس طرح قایم کیا گیا (باطل شکن ص۱۳، تاریخ الفقہ ص۱۲۵)

کرنل ایری اوبرین سی۔ آئی۔ ای او بی ای ممبر پنجاب کمیشن

اسلامی قانون ومسائل وراثت کے ماتحت، جائداد کے متعلق عورتوں کے حقوق احتیاط سے درج کئے گئے ہیں۔ (تاریخ الفقہ ص۱۲۵)

شریعت اسلام کے متعلق ہندو فضلاء کی رائیں

لالہ بیجناتھ مشیر قانون

پروردگار عالم نے ان کو (مسلمانوں کو) قانون مکمل صورت میں مرحمت فرمایا ہے اور کسی بادشاہ کو قانون وضع کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہے اس بیش بہا ذخیرہ (فقہ اسلامی) کی موجودگی میں بادشاہ وقت کا کوئی کام وضع قوانین کے متعلق باقی نہیں رہتا (تاریخ الفقہ ص۱۲۵ بحوالہ دہرم شاستر)

خاتمہ

ہزار ہزار شکر ہے خداوند ذوالجلال کا کہ یہ کتاب رمضان المبارک (۱۳۵۹ھ) کے متبرک مہینے میں مکمل ہوئی خداوند کریم اسکو قبول فرمائے اور سب کے لئے مفید بنائے ۔ آمین ۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنَا فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنَا فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لَنَا فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ وَاِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ

www.ahnafmedia.com

مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ نَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ
وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ

شد ختم بر حدیث تو آخر بیان ما — باشد نگین نام تو مہر دہان ما

میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب آرام باغ کراچی

www.ahnafmedia.com

میر محمد کتب خانہ کی چند قابل قدر مطبوعات معہ نادر اضافات مفیدہ

الاتقان فی علوم القرآن (اردو) از: علامہ جلال الدین سیوطیؒ۔
مترجم: مولانا محمد عبدالحلیم چشتی۔

اخلاق و فلسفہ اخلاق۔ از: مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہارویؒ

ارشاد الطالبین فی احوال المصنفین از: مولانا رفیق احمد رفیقی المہروی ثم الفتیوی بن امام العصر بن شیخ الحدیث السید احمدؒ۔

ازالۃ الخلفاء عن خلافۃ الخلفاء (فارسی۔ اردو) از:۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ترجمہ:۔ مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ و مولانا اشتیاق احمد۔

اسلام کا اقتصادی نظام۔ مؤلفہ: مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہارویؒ

اسماء الرجال مشکوٰۃ المصابیح (اردو) ترجمہ مولانا اشتیاق احمد۔

اُسوۂ حسنہ۔ تالیف: شیخ الاسلام امام ابن قیمؒ۔
مترجم: مولانا عبدالرزاق ملیح آبادیؒ۔

اشرف الصیغہ (فی) تسہیل شرح اردو علم الصیغہ۔
از:۔ مولانا محمد حسن باندویؒ۔

اشرف المرضی شرح اردو (میبذی) از: مولانا محمد حسن باندویؒ

اشرف الوقایہ (شرح اردو) **شرح وقایہ**
شرح: جناب مولانا عبدالحفیظ صاحب۔

اصح السیر (اردو) (سیرت رسول کریمؐ) تالیف: مولانا ابوالبرکات داناپوریؒ

اصحاب صفہ (اردو ترجمہ) تصنیف: امام ابن تیمیہؒ۔
ترجمہ:۔ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادیؒ

افادات محمود۔ تالیف: شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ۔

الافادات تسہیل۔ المقامات الحریریۃ۔ تالیف: مولانا ظہور احمد انصاریؒ

الروض النضیر شرح اردو الفوز الکبیر۔ مصنفہ: مولانا محمد حنیف گنگوہیؒ

الفت کا دریا۔ مرتبہ۔ محمد شہاب الدین کوثر صاحب

الملل والنحل (اردو) معہ تعارف۔ شبلی نعمانیؒ۔ مصنف ابو محمد علی بن احمد بن حزم الاندلسی۔ مترجم: مولانا عبداللہ عمادی صاحب۔

الانتباہات المفیدہ۔ تصنیف: مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ۔

امام ابن ماجہ اور علم حدیث۔ از: مولانا محمد عبدالرشید نعمانی۔

اہلحدیث کا مذہب۔ مصنفہ: مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب۔

انوار محمودہ ترجمہ و شرح اردو مالابدّ منہ۔ از مولانا محمد نورالاسلام صاحب۔

ایضاح الصرف شرح اردو میزان الصرف: از: مولانا حفیظ الرحمن صاحب۔

ایضاح المسلم شرح اردو مقدمہ صحیح مسلم شریف۔ افادات: شیخ الحدیث مولانا عبداللہ

ایضاح المطالب (شرح اردو) کافیہ ابن حاجبؒ۔
مؤلفہ: مولانا مولوی محمد مشیت اللہ۔

بدر منیر شرح اردو نحو میر۔ مؤلفہ: مولوی عبدالرب صاحب میرٹھیؒ

بُستان المحدثین (اردو) تالیف: شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

بلوغ المرام (مترجم) تالیف: علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ۔
ترجمہ: مولانا امجد العلی فاضل رامپور۔

اختری بہشتی زیور (عکسی) مدلل و مکمل (معہ) اضافات جدیدہ و مفیدہ۔ از حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ (امتیازی ایڈیشن)

مکمل بیان القرآن از: مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ اس کے شروع میں نادر اضافات کے تقریباً ایک سو سینتالیس صفحات کا اضافہ ہے جسمیں نزول قرآن اور علمی تحقیقی معلومات کا بارہ فصلوں پر مشتمل بیش بہا ذخیرہ ہے۔

تازیانۂ شیطان (اردو) تالیف: مولانا احمد سعید صاحب دہلویؒ

تاریخ القرآن۔ از مولانا محمد اسلم صاحب جیراجپوریؒ

مکمل تاریخ دار العلوم دیوبند معہ (نادر تاریخی اضافات)
مصنف: سید محبوب رضوی صاحب۔

تجلیات ربانی و جمال رحمانی (خواص اسمائے حسنیٰ) تالیف: سید محمد جمال الدین شاہ دہلویؒ۔

تحفۂ اثنا عشریہ (اردو) تالیف: شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ
ترجمہ: مولانا محمد عبدالمجید خانؒ۔

تفصیلی فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

میر محمد، کتب خانہ آرام باغ کراچی

www.ahnafmedia.com